سلسلہ مطبوعات صوفی نمبر ۲

صحابیات

یعنی

ازواج النبی صلعم - بنات النبی صلعم - دیگر مہاجرات
انصاریات - مبایعات و غرائب النساء العرب کے

حالات زندگی

مؤلفہ

مولینا نیاز محمد خان صاحب نیاز فتحپوری

جنکو

صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاؤالدین

نے

باخذ جملہ حقوق

ملک محمد الدین صاحب ایڈیٹر صوفی منیجنگ ڈائرکٹر کے اہتمام سے

چھپوا کر شایع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعتذار

اُردو طرزِ طباعت کی شکایت ہماری تصنیف کا ایک جزو لاینفک ہے مولانا شبلی نعمانی مرحوم جس جانکاہی اور عرق ریزی سے کاپیاں اور پروف دیکھا کرتے تھے وہ اربابِ علم سے مخفی نہیں لیکن باوجود اس کے شاید ہی ان کی کوئی تصنیف ہو جو اعتذار کے زیور سے نا آراستہ ہو۔ مولانا مرحوم کاتبوں، سنگسازوں اور مطابع کے مالکوں کی ستم ظریفیاں مزے لے لے کر بیان کیا کرتے تھے اور اس شر میں سے بھی وہ خدائے قلم ادبِ اُردو کے لئے ایک خیر پیدا کر لیا کرتا تھا۔

صحابیات کی کتابت۔ طباعت اور تصحیح میں خاص احتیاط اور محنت سے کام لیا گیا لیکن پھر بھی انسان کے اجزائے ترکیبی یعنی خطا و نسیان سے عہدہ برآئی نصیب نہ ہوئی۔ یہ داستان عذر و اظہار کوتاہی اس قدر فرسودہ ہو چکی ہے کہ مزید قلمرانی کی متحمل نہیں۔ اس لئے ہم نہایت افسوس اور ندامت کے ساتھ قارئین کرام اور صحابیات رضی اللہ عنہن کی ارواح پاک سے معافی چاہتے ہوئے غلط نامہ درج کرتے ہیں۔ کتابت کے مطالعہ سے قبل اغلاط درست کر لی جائیں تاکہ ان کے شر سے بچاؤ ہو جائے۔

غلط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	مقدمہ سے پہلے		بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	۵	۲۴	الشاطین	الشیاطین
″	۷	ود	وہ	۶	۴	عضیلت	فضیلت
″	۱۷	نیقی	حقیقی	″	۵	ینیٹی	بیٹی
۳	۶	اہمیت	اہمیت	۷	۱	کرنے دادن	کرنے والوں
″	۱۰	سکتی	سکتے	″	۲۵	رنخہ	دنیجبر
″	۲۱	کمزور ادنی	کمزور اور ادنی	۸	۹	انسوانی	نسوانی
″	″	مابہ النزاع	مابہ النزاع	″	۱۸	موزوں ہے	موزوں ہے جس میں
۴	۳	بیچے	پیچھے	۹	۱	کرفی	ترقی
″	۱۱	کے	کی	″	۲	سکندرِ اعظم	سکندرِ اعظم
″	۱۲	ی	ہی	″	″	دالے گی	ڈالے گی
″	۱۹	اسائش	و آسائش	″	۳	مصتقد کتنا	فقہ بنتا ہے
۵	۶	ور	اور	″	۴	چلا آتا ہے	چلا آتا ہے
″	۱۴	مان کومان	ماں کوماں	۱۰	۱	سکتا ہے	سکتی ہے
″	۲۱	فروگذشت	فروگذاشت	″	۲۱	سکے رجبہ	کی وجہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱	۹	اس طرح	اسی طرح	۳۷	۳	رسول اللہ کے	رسول اللہ کی
۱۲	۱	انسانیت	انسانیت	〃	۲۲	خاتوان	خاتون
〃	۲۵	اپنی	اپنے	۴۱	۱۰	مقرر ہوگئے	مقرر ہو کر گئے
۱۳	۱۵	ویدیت	قدویت	۴۸	۱۴	آپ اروایت	آپ سے روایت
۱۴	۱	جابجا لطر	جابجا نظر	۴۹	۲۲	لئے اور بعض	لئے ہے اور بعض
۱۵	۲	خدمات بہت نماماں	خدمات بہت نمایاں	۵۱	۱	بعد عروسنے	بعد عمرو نے
〃	۳	مستقیم المکر	مستقیم الفکر	۵۲	۱۰	تحائف بھیجے	تحائف بھیجتے
〃	۷	بن بج البیت	فمن حج البیت	〃	۲۳	سلام کرتے	سلام کرنے
〃	۱۳	جو اسلام	جو اسلام سے	۵۴	۱۰	حنیس	خنیس
۱۶	۶	کی	کے	۵۶	۱۳	رسول اللہ کے	رسول اللہ کی
〃	۱۵	کے	کی	〃	۱۷	جبریل اور نبیا تمام ...	جبریل اور تمام صالح
〃	۲۴	جوں	جون			سب	مسلمان اور سب
۱۷	۳	خویلد بن اسد	خویلد بن اسد	۶۳	۱	بن عثمان	من عثمان
〃	۱۱	بعد عتیق ابن	بعد عتیق ابن	۶۷	۹	حلال نہ تھی	حلال نہ تھی
〃	۱۴	تجارتی	تجارتی	۶۸	۸	سفینہ کہ جو	سفینہ کو جو
۱۸	۴	سیام	پیام	۷۱	۸	ساقی	شامی
〃	۲۱	سلام	اسلام	۷۵	۲۴	مذکورہ	مذکورہ
۱۹	۲۴	از ازد	اندازہ	۷۶	۵	الجمیل	الجمیل
۲۰	۶	ثابت کردیتی	ثابت کردیتی	۷۸	۳	یہ عہد خلافت	عہد خلافت
〃	۱۳	فرمانا نہیں	فرمایا نہیں	۸۱	۳	کھاٹی	گھاٹی
〃	۱۴	جھٹلایا	جھٹلایا	〃	۹	جھڑاسے	چھڑانے
〃	۱۹	کما حقہ وقف	کما حقہ واقف	〃	۱۶	تنرکو	تنورکو
〃	۲۲	تعظم	تعظیم	۸۲	۳	تسبیح	تسبیح
۲۱	۱۴	جو نیتوں	جو موتیوں	۸۴	۱	ربیعہ	ذریعہ
〃	۲۴	پر درودو	پر درود و	۸۵	۳۰	بولیس	بولین
۲۳	۲۲	رتیب	ترتیب	۸۶	۱	کہیں	کہیں
۲۴	۱۸	اس لئے ممکن ہے	اس لئے ممکن ہے	۸۷	۸	کی	تھی
۲۶	۲۱	اپنی رفتار سے	اپنی گفتار سے	〃	۱۶	معرکتہ ارا	معرکتہ الآرا
۳۰	۱۳	دکیا تھا	دیکھا تھا	۹۱	۱۱	ان کے پاس	ان کے پاس
۳۲	۱	دعوت اسلام پر	کا دعوت اسلام پر	〃	۱۶	جنت لبقیع	جنت البقیع
۳۶	۱۷	سنہ ۱۰ھ	سنہ ۱۱ھ	۹۲	۳	القول	بقول

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۳	۲	میں لیا	میں نے لیا	۱۶۵	۲۴	استاد	استاد
۹۵	۲۰	پوچھا معلوم	پوچھا تو معلوم	″	۲۵	سنجیدگی	سنجیدگی
۹۷	۲	روبہ	سرو بہ	۱۶۹	۱۸	مرحبا ڈنگا موڈنگا	مرحبا ڈنگا
″	″	امام المشقین	امام المتقین	۱۷۱	۱۱	او	آؤ
۹۸	۱۴	اثاعت	اشاعت	۱۷۴	۱۲	اظہار	اظہار
۱۰۰	۴	بھائی لڑکے	بھائی کے لڑکے	۱۷۷	۱۰	زار	زار زار
۱۰۱	۱۲	سے ہوئے	سے دو بدو ہوئے	۱۸۰	۲۴	شرکت	شجاعت
۱۰۳	۵	سن بلوغ اپنے	سن بلوغ سے قبل	۱۸۲	۱۹	گھائی	گھاٹی
۱۱۴	۲۰	علی بن طالب	علی بن ابی طالب	″	″	تفریبًا	تقریبًا
۱۱۸	۲	ابن تجر کی	ابن حجر کے	۱۸۴	۱	حلفے	حلقے
۱۲۳	۷	خصاصل	فضائل	″	۲	بنیابی	بینابی
۱۲۵	۳	شال ہن	شامل ہیں	۱۸۵	۳	مسلمہ	مسیلمہ
۱۲۶	۱۳	دم کر لیا	دم کر لیا کرو	۱۸۹	۵	ایوخدیفہ	ابوحذیفہ
۱۲۸	۱۰	دو جوڑ	دو جوڑے	۱۹۲	۲	نام کہیں	نام نہیں
۱۳۳	۱۳	کہ کھجور	کہ کر کھجور	۱۹۶	۱۵	ہامعشر	یامعشر
۱۳۵	۳	ابی بکہ	ابی بکر	۱۹۷	۱	نگر یہ کہ	مگر یہ نہ
۱۳۷	۹	تنگدسنی	تنگدستی	″	۷	سرکے چوٹیں	سر کی چوٹیں
۱۴۰	۲	منفقش	منقش	″	۱۰	معود	مسعود
۱۴۱	۱۶	پلادتی تھیں	پلا دیتی تھیں	۱۹۸	۶	شرکت	شرک
۱۴۳	۱۰	در سلاست روی	اور سلامت روی	۱۹۹	۱۰	رہ	وہ
″	۱۷	میرے	میری	″	۱۸	ابن شیرین	ابن سیرین
۱۴۵	۲۱	نطاق	نطاق	۲۰۰	۸	لیشی	لیثی
۱۴۹	۹	انکوٹھی	انگوٹھی	″	۱۴	مجاہدین	مجاہدین
۱۵۰	۲	قبیلہ	قبیلہ	۲۰۱	۱۱	بیجا	بیچا
۱۵۸	۶	آدیبہ	ادیبہ	۲۰۳	۵	مخزومی	مخزومی
۱۵۹	۴	ادرنہ	ورنہ	۲۰۶	۲۰	چرھائے	چڑھائے
″	″	سکتوم	مکتوم	۲۰۷	۴	طلحہ لے	طلحہ نے
۱۶۱	۲	جیستی	جیتی	۲۰۸	۱	ہشدیا	ہنس دیا
۱۶۴	۱۱	انفاق	اتفاق	۲۰۹	۱۶	النباء	النساء
۱۶۵	۱۹	۲۰۴ھ	۲۲۴ھ	۲۱۰	۲۱	آگاہ	آگا
″	۲۴	سرف	صرف	۲۱۲	۱۴	الیقط	اریقط

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۱۴	۱۴	بزرگی	بزرگی کے	۲۳۵	۲۰	کفارا	کفارہ
۲۲۰	۸	حضرت ام	حضرت ام سلمہ	۲۳۶	۳	بیع	تربیع
۲۲۹	۳	سلون	سلول	۲۳۷	۱۰	مینر	منبر
۲۳۲	۶	فبلتیں	قبلتین	۲۳۸	۷	اوران نام اور	اور
۲۳۳	۱۶	حاتے ہیں	جاتے ہیں	۲۳۹	۱۰	بھرٹک	پھڑک

قواعد

صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاؤالدین۔ پنجاب

(۱) ڈائرکٹر صاحبان (۱) ڈاکٹر شیخ محمد عالم صاحب بی۔اے (آکسن) ایل۔ایل۔ڈی بیرسٹرایٹ لاء لاہور (۲) شیخ محمد ممتاز صاحب فاروقی بیرسٹرایٹ لاء گجرات (۳) سردار محمد عبداللہ خان صاحب فرخزانہ بغداد شریف (۴) رحمت علی خان صاحب پریزیڈنٹ مسلم ایسوسی ایشن آف امریکہ کیلیفورنیا (۵) ملک محمدالدین صاحب ایڈیٹر رسالہ صوفی پنڈی بہاؤالدین منیجنگ ڈائرکٹر۔

(۲) صوفی پرنٹنگ کمپنی کا سرمایہ ایک لاکھ روپیہ ہے۔ جو دس دس روپیہ کے دس ہزار حصوں میں تقسیم ہے۔

(۳) کمپنی قرآن مجید۔ حدیث۔ فقہ۔ تصوف۔ اسلامی تاریخ اور تمام علوم جدیدہ کے متعلق کتابیں شائع کرے گی۔

(۴) عربی۔ ترکی۔ جرمنی۔ فرانسیسی اور انگریزی زبانوں کی بہترین کتابوں کو اردو میں ترجمہ کرے گی۔

(۵) اردو میں ایک مبسوط انسائی کلوپیڈیا مرتب کرکے شائع کرے گی۔

(۶) جو صاحب ڈھائی ہزار روپیہ قیمت کے حصے خریدیں۔ وہ ڈائرکٹر بن سکتے ہیں۔

(۷) کوئی آدمی چار ہزار سے زیادہ کے حصے نہیں خرید سکتا۔ البتہ باپ اپنے ہر ایک لڑکے یا لڑکیوں کے نام سے چار چار ہزار کے حصے خرید سکتا ہے

(۸) جلسہ عام سال میں کم از کم ایک دفعہ ہوگا جس میں کم سے کم بیس ممبران کی حاضری ضروری ہے۔ جلسہ عام میں سالانہ آمد و خرچ کا حساب پیش ہوگا ڈائرکٹر صاحبان کی رپورٹ پیش ہوگی۔ جو ڈائرکٹر بوجہ ختم میعاد ڈائرکٹری سے علیحدہ ہوچکے۔ انکی جگہ جلسہ عام نئے ڈائرکٹر منتخب کریگا اور منافع بصورت حساب تقسیم کیے جانے کا فیصلہ کریگا۔

(۹) ڈائرکٹروں کا اجلاس کم سے کم سہ ماہی میں ایک بار ہوگا۔ اور جو ڈائرکٹر متواتر تین جلسوں میں حاضر نہ ہونگے۔ وہ ڈائرکٹر متصور نہ ہونگے غیر ملک کے ڈائرکٹر اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہونگے۔

(۱۰) ایک یا دو حصوں کا روپیہ بحساب دس روپیہ فی حصہ یکمشت پیشگی دینا چاہیئے تین سے دس حصوں کا روپیہ تین ماہ میں دو برابر اقساط میں ادا کرنا چاہیئے۔ گیارہ سے پچاس حصوں کا روپیہ چھ ماہ میں چھ برابر اقساط میں اور ایک سو ایک سے زیادہ حصوں کا روپیہ برابر کی بارہ اقساط میں ادا کرنا چاہیئے۔ ایک سو ایک حصوں سے زائد لینے والے اصحاب جب کچھ قسط ادا کرچکیں۔ اور کسی خاص وجہ سے جلدی روپیہ مطابق قواعد ادا نہ کرسکیں تو منیجنگ ڈائرکٹر واقعات پر غور کرکے میعاد ادائیگی کی مدت بڑھا سکتا ہے۔

(۱۱) اگر قسط وقت پر ادا نہ ہوئی تو ادا شدہ روپیہ ضبط متصور ہوگا۔

(۱۲) نفع آمد و خرچ سال میں دو دفعہ چھپے گا اور منافع بھی سال میں دو بارہ جولائی و جنوری میں تقسیم ہوا کرے گا۔ انشاء اللہ۔

(۱۳) حصوں کل سارا روپیہ وصول ہونے پر حصص کا سرٹیفکیٹ روانہ کیا جائیگا جس پر کمپنی کی مہر منیجر کمپنی اور ڈائرکٹر صاحبان کے دستخط ہونگے
(۱۴) کمپنی سے کوئی صاحب حصص کا روپیہ واپس نہیں لے سکتے۔ البتہ جو حصے دار اپنی کسی خانگی ضرورت کی وجہ سے حصے فروخت کرنا چاہیں وہ اپنے حصے فروخت کر سکتے ہیں کمپنی ان کو فروخت حصص میں مدد دیگی لیکن فیس انتقال حصص بشرح ذیل وصول کریگی۔ یہ روپیہ کمپنی کے سرمایہ محفوظ میں جمع رہیگا۔ ابتک بہت سے اصحاب اپنے حصص فروخت کر چکے ہیں شرح فیس انتقال حسب ذیل ہے:۔
دس حصوں تک دو روپیہ، گیارہ سے پچیس حصص تک ڈھائی روپیہ ۲۶ سے پچاس حصوں تک پانچ روپیہ ۵۱ سے سو حصوں تک دس روپیہ، ایک سو ایک سے ڈھائی سو حصوں تک پندرہ روپیہ، اس سے اوپر بیس روپیہ۔
(۱۵) اقساط جو ادائیگی حصص کیلئے مقرر ہیں وہ خریداران حصص کی آسانی کی غرض سے ہیں۔ ورنہ روپیہ یکمشت ادا کرنا بہتر ہے کیونکہ جس تاریخ سے روپیہ دفتر میں وصول ہوتا ہے۔ اسی تاریخ سے منافع کا حق حصہ داران کو ملجاتا ہے۔
(۱۶) جو صاحب پچیس حصص یا زیادہ کے خریدار ہونگے وہ ممبر مجلس انتظامیہ ہونگے ضروری امور میں اُن سے بذریعہ ڈاک مشورہ لیا جاویگا۔ اور رسالہ صوفی اُن کی خدمت میں مفت ارسال ہوگا۔ تمام مطبوعات کمپنی پر اُن کا نام طبع ہوا کرے گا۔
(۱۷) ملازمان گورنمنٹ بلا روک ٹوک حصے خرید سکتے ہیں۔ فہرست مندرجہ قاعدہ ۱۹ میں کئی سرکاری ملازم شامل ہیں۔
(۱۸) حصص کا کل روپیہ آپ کو پنجاب کواپریٹو بنک لمیٹڈ لاہور میں بھیجنا چاہئے اور اطلاعی خط کمپنی کے دفتر میں روانہ کرنا چاہئے
(۱۹) اصحاب ذیل نے ۳۱ دسمبر سنہ ۱۹۲۳ء تک پچیس یا اس سے زیادہ قیمت کے حصے خریدے ہیں:۔
(۱) حضرت سجادہ نشین صاحب جلالپور شریف (۲) بابو دیالداس صاحب نکیوہ ہیڈ کلارک سپلائی و ٹرانسپورٹ بوشہر ایران (۳) کپتان جمال الدین صاحب بہادر آئی۔ ایم۔ ایس آگرہ (۴) جمعدار عطا محمد صاحب ساکن بھوہ حال ۱۴/۲ فرانٹیئر فورس علی پور (۵) ایم ایم اسلم خانصاحب پیٹرس ہوس کالج کیمبرج (۶) ملک دیارام صاحب پنجاب پولیس گجرات (۷) چوہدری عالم دین صاحب آف سہنہ انسپکٹر ڈاکخانہ جات لورالائی بلوچستان (۸) شیخ محمد ممتاز صاحب فاروقی بیرسٹرایٹ لاء گجرات (۹) ڈاکٹر شیخ محمد عالم صاحب بیرسٹرایٹ لاء لاہور (۱۰) پروفیسر شیخ محمد جمیل صاحب اورسیر کنوڈجی۔ آئی پی ریلوے (۱۱) رحمت علی خاں صاحب پریذیڈنٹ مسلم ایسوسی ایشن آف امریکہ (۱۲) ایک خاتون معرفت ایڈیٹر صاحب صوفی (۱۳) ملک محمد اکرم خاں صاحب پنڈی بہاؤ الدین (۱۴) بابو معراجدین صاحب کلارک لوکو سپرنٹنڈنٹ آفس یوگنڈا ریلوے کلینڈائن ممباسہ (۱۵) پسران ملک محمد الدین ایڈیٹر صوفی مشترکہ نام سے (۱۶) محمد عبد الستار صاحب جنرل مرچنٹ لنڈی کوتل (۱۷) ڈاکٹر عبد الواحد صاحب بابو لرڈ سیفی سرینگر کشمیر (۱۸) باغ دین صاحب یونائیٹڈ اسٹیٹ امریکہ (۱۹) نورالدین صاحب ڈٹرائٹ امریکہ (۲۰) فوجدار خانصاحب براڈرک امریکہ (۲۱) ملک محمد الدین صاحب ایڈیٹر صوفی (۲۲) پیر بخش ولد فیض محمد صاحب براڈرک یونائیٹڈ اسٹیٹ امریکہ (۲۳) سردار محمد عبد اللہ خاں صاحب بہادر لوکل انسپکٹر آفیسر آف اکونٹس بصرہ (۲۴) مولانا محمد محی الدین صاحب ریٹائرڈ چیف جسٹس ہائیکورٹ دکن حال دہلی (۲۵) ڈاکٹر عبد الرشید صاحب خلف الرشید جگو میاں صاحب ایچ۔ ایم۔ پی بیلگام الہ ہوبلی ڈہارواڑ (۲۶) نور محمد عبد اللہ صاحب لکھا سوئی ہوس ہیمس وی اڈر روڈ بمبئی ۳ (۲۷) اہلیہ خانصاحب نصیر احمد خانصاحب معرفت تحصیلدار صاحب موگہ (۲۸) صدیق احمد خانصاحب ایچ پی یو معرفت تحصیلدار صاحب موگہ (۲۹) مولوی محمد حسین صاحب خوشنویس علیگڈھ ضلع گوجرانوالہ (۳۰) منشی نواب بیگ صاحب سپرنٹنڈنٹ جی۔ آئی پی ریلوے بھساول (۳۱) بیگم صاحبہ صاحبزادہ آفتاب احمد خانصاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس آفتاب منزل علیگڈھ (۳۲) منشی نواب علی خانصاحب ٹھیکیدار نامپلی دیوڑھی باغ حیدرآباد دکن (۳۳) محمد خاں شوانی صاحب براڈرک امریکہ (۳۴) جناب محمد ابراہیم صاحب کاکاڑی آنریری مجسٹریٹ میرپور خاص سندھ (۳۵) مہرالدین صاحب ولد پیربخش صاحب براڈرک امریکہ (۳۶) جلال الدین خانصاحب میریاسولا کیلیفورنیا امریکہ (۳۷)

چراغ دین خانصاحب ہیریاسولا کیلی فورنیا امریکہ (۳۸) محمد عظیم منشی صاحب منٹگمری اسٹیٹ فارچیلنگ (۳۹) حاجی محی الدین صاحب کمھار پورہ کالیٹی (۴۰) مولوی محمد حسین صاحب کیلی فورنیا امریکہ (۴۱) احمد محی الدین صاحب لد محمد عثمان صاحب محرر رجسٹری کنٹر ضلع اورنگ آباد دکن (۴۲) علی محمد صاحب لد یعقوب علی صاحب موضع آموال ضلع جالندھر (۴۳) فتح دین صاحب آڈرک امریکہ (۴۴) خان غلام سرور خانصاحب ہیڈ کنسٹیبل تھانہ کھالڑہ ضلع لاہور (۴۵) چوہدری محمد عبداللہ خانصاحب گڈس سپر انٹر بغداد عجزبی (۴۶) منشی بوٹے خان صاحب ہیڈ کنسٹیبل تھانہ کھالڑہ ضلع لاہور (۴۷) شیخ فضل الٰہی صاحب پوسٹ بکس ۲۲۱۶ کلکتہ (۴۸) پیر بخش صاحب پنجابی براڈرک امریکہ (۴۹) عبداللہ خانصاحب پنجابی براڈرک امریکہ (۵۰) بابو ولی محمد خان صاحب آئل ڈیلیوری کلرک جنرل اسٹورز مغل پورہ لاہور۔

یکم جولائی ۱۹۲۳ء کو پہلی ششماہی کا منافع باوجودکثیر ابتدائی اخراجات اشتہارات رجسٹری اور کتابوں کے حق تالیف کے پندرہ روپیہ سینکڑہ سالانہ کے حساب سے تقسیم کر دیا گیا تھا۔ گویا جن صاحبان نے چار ہزار کے حصے خریدے تھے انکو گھر بیٹھے پچاس روپے ماہوار مل گئے۔ زمین یا مکانات جن پر اس قدر رقم لگائی جاوے کبھی اس قدر مستقل نفع نہیں دے سکتے۔ آیندہ خدا کے فضل وکرم سے زیادہ نفع کی توقع ہے۔

دوسری ششماہی کا منافع بھی ۳۱ دسمبر ۱۹۲۳ء تک کے وصول شدہ رقوم پر پندرہ فیصدی سالانہ کے حساب سے تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ابتک اس قدر منافع ابتدائی حالت میں کسی کارخانہ نے تقسیم نہیں کیا۔ کمپنی کی حالت نہایت اطمینان بخش اور اس کی جائداد بالکل تسلی دہ ہے۔ آپ ضرور خود حصے خریدیں اور اپنے احباب متوسلین اور متعلقین کو خرید حصص کی ترغیب دیں اس سے زیادہ منفعت بخش سودا اور کوئی نہیں۔ یہ کمپنی فردوس بریں کا وہ مقدس درخت ہے جو سال میں دو دفعہ پھل دیتا ہے۔ اور علاوہ دنیوی فائدہ کے ثواب عقبیٰ جو حصہ دار کو حاصل ہوتا ہے وہ الگ ہے۔

کمپنی کے متعلق ملک کے مشہور اخبارات کی رائیں

اخبار وکیل امرتسر

اردو زبان میں اعلیٰ پایہ کی مذہبی کتب کے فقدان کو محسوس کر کے ملک محمد الدین صاحب مدیر صوفی نے یہ کمپنی گذشتہ جنوری میں قائم کی تھی۔ جو باضابطہ رجسٹری ہو چکی ہے۔ اس کا مجوزہ سرمایہ ایک لاکھ روپیہ ہے جس میں سے نصف کے حصص فروخت ہو چکے ہیں۔ ملک صاحب اور دیگر کارکنوں کی کوشش سے کمپنی مذکورہ نے شروع میں ہی اس قدر ترقی کی ہے کہ پہلی ششماہی میں حصہ داران کو پندرہ فی صدی سالانہ منافع تقسیم کیا گیا ہے۔ کمپنی کی موجودہ رفتار آیندہ ترقی کے لئے نہایت ہی مبارک فال ہے۔ ملک کے سرمایہ داروں سے ہماری درخواست ہے کہ وہ اس کمپنی کے حصص ضرور خریدیں۔ اس میں روپیہ لگانے سے منافع بھی حاصل ہوگا۔ اور مذہبی کتب کی اشاعت سے دینی فرض بھی ادا ہوتا رہے گا۔ (مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۲۳ء)

اخبار زمیندار لاہور

اس کمپنی نے پہلے ہی سال میں پندرہ فی صدی سالانہ کے حساب سے نفع تقسیم کیا جو لوگ لمیٹڈ کمپنیوں کے کثیر ابتدائی اخراجات سے واقف ہیں۔ اور پھر یہ بھی جانتے ہیں کہ ایک معقول رقم ریزرو میں بھی رکھنی پڑتی ہے وہ یقیناً اس نفع پر بہت خوش ہوں گے۔ ہمارے نزدیک یہ شرح منافع کمپنی کی آیندہ ترقی کے لئے نہایت مبارک فال ہے۔ ملک محمد الدین صاحب مذہبی کتب کی اشاعت کا کافی تجربہ رکھتے ہیں۔ ان کے زیر اہتمام کمپنی کی خوشحالی یقینی ہے۔ (مورخہ ۱۳ جولائی ۱۹۲۳ء)

اخبار سیاست لاہور

یہ امر باعثِ اطمینان ہے کہ کمپنی کے منیجنگ ڈائرکٹر ملک محمد الدین صاحب ایڈیٹر صوفی ہیں۔ مذہبی کتب کی اشاعت میں آپ کا تجربہ بہت وسیع ہے۔ ملک صاحب نے اس کمپنی کے قیام سے ملک کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ اور اس طرح کمپنی کے اجرا سے ایک اعلیٰ مذہبی اور قومی خدمت کی ہے۔ (مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۲۳ء)

الامان دہلی

یہ کمپنی مذہبی کتابوں کی اشاعت کی غرض سے گذشتہ جنوری میں قائم ہوئی تھی۔ یورپ و دیگر متمدن ممالک میں تو اس قسم کی کمپنیاں بہت سی ہیں۔ لیکن اُردو دنیا میں اور بالخصوص مسلمانوں میں یہ پہلی کمپنی ہے جس نے اپنی پہلی ششماہی میں پندرہ فی صدی سالانہ منافع تقسیم کیا ہے۔ منافع کی یہ شرح کمپنی کی آیندہ ترقی کو بہت کامیاب ثابت کرتی ہے۔ ملک محمد الدین صاحب مذہبی کتابوں کی اشاعت کا کافی تجربہ رکھتے ہیں اور اس کامیابی پر ہم ان کو مبارکباد دیتے ہیں۔ (مورخہ ۷ اگست ۱۹۲۳ء)

مسلم اوٹ لک لاہور

(ترجمہ از انگریزی)

صوفی کمپنی نے اپنے قیام سے ہندوستان اور خصوصاً مسلمانوں کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ مکانات اور زمین کی جائداد پر چھ فی صدی سے زیادہ نفع حاصل نہیں ہوتا لیکن کمپنی نے پندرہ فیصدی منافع تقسیم کر کے سرمایہ داروں کے لئے روپیہ لگانے کے لئے سنہری موقع پیدا کر دیا ہے۔ (مورخہ ۱۵ جولائی ۱۹۲۳ء)

خاکسار سلطان علی

منیجر صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاؤالدین پنجاب

صحابیات کے متعلق

حضرت قبلہ علی پوری سلمہ اللہ کا فرمان واجب الاذعان ۔ فقیر اہل اسلام کو عموماً اور پیران طریقت کو خصوصاً تاکید کرتا ہے۔ کہ ہر ایک اس تبرک کتاب (صحابیات) کا ایک ایک نسخہ ضرور خرید کرے۔ کیونکہ اس کے مطالعہ سے ظاہری اور باطنی اخلاق درست ہونگے اور سعادت دارین نصیب ہونیکے علاوہ اپنی اور سلف کی حالت کا موازنہ معلوم ہوگا۔

نیز جو مدارس اسلامیہ برائے تعلیم نسوان مقرر ہیں انکے منتظم کنندگان و مہتموں پر لازم ہے کہ لڑکیوں کی تربیت روحانی کیلئے اس کتاب تبرک کو داخل نصاب کر کے اجر اخروی اور رضامندی مولا حاصل کریں۔ امید کہ فقیر کی یہ صدا خالی نہ جاویگی۔

حضرت مولینا عبد الباری صاحب قبلہ مدظلہ ۔ جس طرح اسوہ حسنہ حضرت نبی کریم صلعم اور حضرات صحابہ کا مردوں کے لئے راہ نجات ہے اسی طرح عورتوں کے لئے ازواج مطہرات اور صحابیہ عورتوں کی اتباع دلیل راہ ہے ہمکو بہت کمی تھی کہ ایسے لائق الاقتداء عورتوں کے حالات اردو میں جمع کئے جاویں۔ اللہ تعالےٰ آپکو جزائے خیر دے کہ آپنے اس کمی کو ایک حد تک پورا کیا ہے۔ لوگوں نے فرداً فرداً سوانح بعض ازواج و بنات کے لکھے مگر اس اجتماع کے ساتھ حالات صحابیہ عورتوں کے جیسے جنابنے لکھوائے ہیں اور جس لطافت اور خوشنمائی کے ساتھ اس کو طبع کرایا ہے یہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ آپنے خدمت انجام دیدی اب دیگر مسلمان بھائیوں اور بہنوں کا فرض ہے کہ اس سے فائدہ اٹھاویں۔

رائٹ آنریبل میاں سر محمد شفیع صاحب کے سی ایس آئی۔ ای لا ممبر گورنمنٹ آف انڈیا ۔ کتاب صحابیات کے مطالعہ سے میں بہت خوش ہوا ہوں لکھائی چھپائی نہایت عمدہ ہے اور ظاہری صورت ایسی ہے کہ خود بخود کتاب پڑھنے کو جی چاہتا ہے اس کے ساتھ اسکی باطنی خوبیاں بھی کسی طرح کم دلکش نہیں۔ مولانا نیاز محمد خانصاحب کی طرز تحریر نہایت دلپذیر ہے اور ایک مذہبی اور تاریخی تصنیف میں ادبی رنگ جھلک رہا ہے۔ میری رائے میں یہ کتاب ہر اسلامی گھر میں موجود ہونی چاہئے۔

ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب ایم۔ اے بیرسٹر ایٹ لا لاہور ۔ کتاب صحابیات مصنفہ جناب نیاز فتحپوری نہایت عمدہ معلوم ہوتی ہے مسلمان عورتیں اس سے بہت مستفید ہونگی۔

روزانہ اخبار وکیل امرتسر ۔ صحابیات صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی کے سلسلہ مطبوعات کا دوسرا نمبر ہے۔ مولینا نیاز محمد خانصاحب نیاز فتحپوری نے ازواج و مطہرات و بنات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لائف حیات میں تالیف کیا ہے مسئلہ نسائیات پر محققانہ بحث کی گئی ہے کاغذ نہایت اعلیٰ۔ کتابت و طباعت نہایت عمدہ اور ٹائٹل نہایت دیدہ زیب ہے۔ حسن ظاہری کے اعتبار سے اس کتاب کو عروس الکتب کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ (۷ مارچ سنہ ۱۹۲۲ء)

اخبار سیاست لاہور ۔ صحابیات۔ صوفی کمپنی پنڈی بہاؤالدین ادبیات اسلام میں بہترین اضافہ کی کوشش کر رہی ہے یہ اس کی دوسری سعی مشکور ہے جو کتاب مذہب عنوان کی شکل میں ظہور پذیر ہوئی ہے۔ اسمیں ازواج مطہرات بنات نبی اعظم صلعم و دیگر مہاجرات و انصاریات وغیرہ کے حالات زندگی جناب مولوی نیاز محمد خانصاحب نیاز فتحپوری نے نہایت تحقیق و تدقیق سے جمع کئے ہیں۔ یہ کتاب عورتوں اور مردوں دونوں کیلئے نہایت مفید ہے کیونکہ جن معززہ و محترم خواتین کے حالات اس کتاب میں درج ہیں۔ ان پر خورشید اسلام کی اولین شعاعیں پڑی تھیں۔ موضوع کتاب کی دلچسپی و افادہ بخشی کے لحاظ سے کمپنی مذکور نے اس کی تیاری میں جو کوشش کی ہے۔ وہ بھی ہر لحاظ سے قابل داد ہے۔ ہماری رائے میں کوئی مسلم گھر اس کتاب سے خالی نہ رہنا چاہیئے۔ قیمت بلا جلد ۲؍ اور مجلد ۳؍ ہے۔

ملنے کا پتہ۔ منیجر صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاؤالدین پنجاب

(مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبد الرشید منیجر)

فہرست مضامین

"نظام تمدن" مین مسئلہ "نسائیات" نے اب اس قدر اہمیت اختیار کر لی ہے کہ زندگی کے کسی "شعبہ" پر اس وقت تک کوئی مکمل بحث نہین ہو سکتی، جب تک خدا کی اس "نازک" مگر اسی حد تک "اہم" مخلوق کا ذکر نہ کیا جائے۔ کیونکہ عالم اخلاق کا کوئی پہلو عورت سے جدا نہین کیا جا سکتا اور عمرانیت و مدنیت کا مفہوم "ک" و "ہم" ہو کر رہجاتا ہے، اگر "جنس نازک" کو نظرانداز کر دیا جائے،

ایک مرد، عورت کی فطری حیا پسندی اور عزلت نشینی کو دیکھ کر یہ حکم لگا سکتا ہے کہ وہ کارگاہ عالم مین ایک ساقط الاعتبار چیز ہے، اس کے نرم و نازک اعضاء اس کے رقیق و سریع التاثیر قلب کا لحاظ کر کے سمجھ سکتا ہے کہ وہ دنیا مین صرف رونے اور کڑھنے کے لیے پیدا ہوئی ہے لیکن ہم ایک لمحہ کے لیے اس حقیقت کو فراموش نہین کر سکتے کہ اس کی یہی فطری خلوت پسندی تھی، جسنے کائنات کے ایک ایک راز کو مرد پر ظاہر کر دیا اور اس کی یہی نرمی و نزاکت تھی جس نے سخت ترین منازل حیات طے کرنے مین ہماری مدد کی،

بیشک ایک مرد اسپر فخر کر سکتا ہے کہ اسنے اپنی کاوش و جستجو سے ارتقاء تمدن مین نمایان حصہ لیا، یقیناً وہ دعویٰ کر سکتا ہے "بخار و کہربا" کو اپنا خادم بنا کر اسنے انسان کو صحیح معنے مین انسان بن جانے کا موقعہ دیا، وہ یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ امریکہ اس نے دریافت کیا، دنیا کے بلند ترین کوہستانی سلسلہ کے مرتفع ترین نقطہ پر پہونچنے کی کوشش مین اس نے جانین دین، اور اپنے صناعات و اختراعات، اکتشافات و ایجادات سے اسی نے "خلافۃ اللہ فی الارض" کی حقیقت کو واشگاف کیا، لیکن اس سے انکار نہین ہو سکتا کہ اخلاقی دنیا جو حقیقی محرک ارتقاء تمدن کی ہے، عبارت ہے صرف "عورت" سے اور زمانہ خواہ کتنی ہی ترقی کیون نہ کرے وہ اس احساس کو محو نہین کر سکتا۔

ہم تسلیم کرتے ہین کہ سلطنتون کی بنیاد مرد ہی نے قائم کی، قوانین اسی نے وضع کیے

علوم وفنون اسی کی ذات سے وابستہ ہین اور سلسلۂ اسباب وعلل کو اسی نے نمایان کیا۔ لیکن اسکے ساتھ کیا ہم اس حقیقت کو نظر انداز کرسکتے ہین کہ "المراۃ سلطۃ نی نظراتها اکثر نفوذًا من القوانین دو موعها اقوی حجۃ من الشرع" عورت کی نگاہیں وہ کام کرجاتی ہین جہان بادشاہون کی شوکت وجبروت عاجز نظر آتی ہے اور اس کے آنسو ایسے قوی دلائل ہین جن کے سامنے دنیا کا ہر قانون اپنی سپر ڈالدیتا ہے،

لیکن باوجود اس کے کہ عورت دنیا مین اسقدر "اہمیت" لیکر آئی ہے، باوصف اسکے کہ ہم اسقدر شدت سے اس کے محتاج ہین، فطرت کا یہ کسقدر عجیب وغریب فیصلہ ہے کہ اسی قابل احترام طبقہ کی سب سے زیادہ توہین کی گئی اور اسی "رحم آموز" جنس پر زیادہ مظالم کیے گئے

نسائیات کی قدیم تاریخ دنیا کی ایسی دردناک داستان ہے کہ مشکل سے کوئی شخص اسکا مطالعہ کرنے کے بعد اس کی صحت کا یقین کرسکتا ہے، لیکن افسوس ہے کہ واقعات محو ہو نہین سکتی اور اس لیے یہ بدنما داغ "انسانیت" کی پیشانی سے کبھی نہین مٹ سکتا کہ مرد نے اس آغوش کو زخمی کیا جس آغوش مین اسنے پرورش پائی اور اس نے اسی سینہ کو مجروح کیا، جس سے اسکا رشتۂ حیات واعمال وابستہ تھا۔

اگر اس عہد سے قطع نظر کرلیا جائے جسے "عہد وحشت وبربریت" سے تعبیر کیا جاتا ہے تو بھی کثرت سے ایسی مثالین ملتی ہین جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عہد تہذیب وعمرانیت مین بھی کوئی ایسا وحشیانہ سلوک نہ تھا جو عورت کے ساتھ روا نہ رکھا گیا اور دنیا کی کوئی ذلت ایسی نتھی جو اس مظلوم طبقہ کو برداشت کرنی نہین پڑی۔

مشکل سے کوئی مسئلہ ایسا ملیگا جس مین اسقدر کثرت کے ساتھ لوگون نے اتفاق رائے سے کام لیا، جتنا عورت کے مسئلہ مین وہ متحد الخیال ہین۔ مطالعۂ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے شاذ صورتون کے ہر شخص نے اسی امر پر زور دیا ہے کہ عورت کی فطرت مرد کے مقابلہ مین بہت کمزور واقع ہے، حتے کہ زمانۂ قدیم مین یہی امر مابہ النزاع تھا کہ عورت کے پاس نفس بھی موجود ہے یا نہین۔

ہندوچین، یونان ورومہ میں بھی جو تہذیب وشائستگی کے گہوارے سمجھے جاتے تھے، عورت سے احتراز کرنے کی تعلیم دیجاتی تھی جیسا کہ ان کی روایات علم الاصنام سے ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ خود جیوپٹر سے ایک دیوتا نے پوچھا کہ "سلسلۂ تناسل کے مسئلہ مین تو ہمین

عورت کی طرف سے بے نیاز نہین بنا دیتا" (اور شاید اسی غرور کی سزا ہے کہ اب ہیکانکی ست توالد و تناسل کا طریقہ زیر غور ہے جس مین مرد کی ضرورت بالکل باقی نہین رہتی) ایک جگہ اور اسی قسم کی درخواست پیش کی گئی کہ "اس آفتاب کے نیچے مردون پر عورتون کی بلائین مسلط کی گئی ہے"

بروایت انڈر دہکی یونانیون کا خیال عورت کے متعلق ان کے اس فقرہ سے اچھی طرح ظاہر ہوتا ہے کہ "آگ سے جلجانے اور سانپ کے ڈسنے کا علاج ممکن ہے لیکن عورت کے شر کا مداوا محال ہے"

سقراط کہتا ہے کہ عورت سے زیادہ فتنہ و فساد کی چیز دنیا مین اور کوئی نہین - وہ دفلی ( ) کا درخت ہے کہ بظاہر بے انتہا خوبصورت و خوشنما نظر آتا ہے لیکن جب کوئی چڑیا اسے کھاتی ہے تو مر جاتی ہے" افلاطون کا قول ہے کہ "جتنے ذلیل و ظالم مرد ہین، وہ سب تناسخ کے عالم مین عورت ہو جاتے ہین" پھر عورت کے ذلت کا خیال صرف حکماء و فلاسفہ ہی کے دماغ مین مرکوز نہ تھا، بلکہ مذہبی دنیا مین بھی اس کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا تھا چنانچہ قدیس برنار کہتا ہے کہ "عورت شیطان کا آلہ ہے" یوحنا دمشقی کا قول ہے کہ "عورت کر کی بیٹی ہے اور امن و سلامتی کی دشمن" بلکہ روایات انجیل کے مطابق حضرت عیسٰی کا خود اپنی ماں کو جھڑک دینا ظاہر ہے۔

یورپ اور علی الخصوص رومتہ الکبریٰ جو عیسویت کا مرکز تھا اور جہان مبلغین امن کی جماعتین ہر جگہ تعلیمات مسیح کی تبلیغ کرتی ہوئی نظر آتی تھین، اس لحاظ سے اسقدر گرا ہوا تھا کہ مشکل سے اس کی کوئی دوسری نظیر مل سکتی ہے۔ یہان عورتون کی حالت لونڈیون سے بدتر تھی، ان پر ایک جانور کی طرح حکومت کی جاتی تھی اور یقین کیا جاتا تھا کہ اس طبقہ کو آرام و آسایش کی ضرورت ہی نہین ہے۔ ذرا ذرا سے قصور مین یہ ذبح کر دیجاتی تھین اور محض بے بنیاد الزامات پر آگ مین ڈالدی جاتی تھین۔ سولھوین اور سترھوین صدی عیسوی مین جب جادو کا اعتقاد نہایت رسوخ کے ساتھ لوگون کے دلون مین جاگزین ہو گیا تھا، اسوقت اکثر صورتون مین غریب عورت ہی پر الزام رکھا جاتا تھا اور وہی ظلم کا شکار ہوتی تھی،

انگرنڈر مشتم نے ۱۴۹۴ء مین، لوئی وہم نے ۱۵۲۱ء مین، اڈرین مشتم نے ۱۵۲۲ء مین جس بیدردی کے ساتھ عورتون اور ان کے بچون کو سحر کے الزام مین ذبح کیا، اس سے

تاریخ یورپ کے صفحات رنگین ہین۔ ملکہ الزبتھ اور جیمس اول کے عہد مین ہزارون عورتون کا اس جرم مین جلایا جانا اور لانگ پارلیمنٹ کے زمانہ مین سولی دیا جانا تاریخ کے کھلے ہوئے واقعات ہین،

اسکاٹ لینڈ کا بادشاہ جیمس ششم جب ڈنمارک سے شادی کرکے واپس آیا تو اس سے کہا گیا کہ چند عورتون نے راستہ مین جمع ہو کر طوفان برپا کرنے کا سحر کیا ہے، چنانچہ یہ عورتین گرفتار کی گئین ورا قبال جرم کے لیئے انھین جسمانی سزائین دیجانے لگین اور جب اس تکلیف سے عاجز آکر انھون نے اقبال کیا تو سب کی سب ذبح کر دی گئین۔

اس طرح انگلستان مین عورتون کو سزا دینے کے لیئے ایک خاص مجلس وضع کی گئی جس نے عورتون پر ظلم کرنے کے لیے جدید قوانین مرتب کیئے۔ الغرض سارے یوروپ نے اس صنف پر ستم کرنے کا عہد کرلیا تھا جس کا نتیجہ بقول ڈاکٹر اسپرنگ یہ ہوا کہ عیسائیون نے ۹۰ لاکھ عورتونکو زندہ جلادیا،،

چونکہ زمانۂ قدیم مین عورت اک جنس کاسد کی حیثیت رکھتی تھی، اس لیئے ظاہر ہے کہ اسکی اخلاقی حیثیت اس وقت کسقدر حقیر رہی ہوگی۔ ایران مین بیوی اور بہن کے درمیان کوئی امتیاز باقی نہ رہا تھا، مشرق کے نصاریٰ نہ ماں کو ماں سمجھتے تھے اور نہ بہن کو بہن اور ہندؤن کے ہان ایک عورت متعدد بھائیون کی بیوی بن سکتی تھی۔ پھر لطف یہ ہے کہ نہ شریعت موسوی نے اس طرف توجہ کی نہ حضرت داؤد اس کا کوئی مداوا کرسکے اور جس طرح حضرت یعقوب کی نبوت اس باب مین کامیاب ثابت نہین ہوئی، اسی طرح مسیح کی صلح کل رسالت بھی اس غریب طبقہ کی فریاد کو نہ پہونچ سکی۔ اسی کے ساتھ ہندوستان مین نہ وید مقدس نے عورت کی اخلاقی حالت کو بلند کرنے کی کوشش کی اور نہ بودھ نے اس صنف کے لیے کوئی قانون مقرر کیا۔

سرزمین عرب مین بھی جہان آخرکار نبی آخرالزمان نے ادیان سابقہ کی اس فرو گذاشت کی پوری تلافی کرنے کا عزم استوار کرلیا، عورت کا شمار بدترین مخلوقات عام مین سے تھا چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے،

ان النساء شیاطین خُلقن لنا نعوذ باللہ من شر الشیاطین

جب رئیس بہراہ کی لڑکی نے انتقال کیا تو ابوبکر خوارزمی نے ان الفاظ مین اظہار

تعزیت کیا کرے۔

اگر تم اس کے ستر و حجاب اور اس کی صفات حمیدہ کا ذکر کرتے۔ تو تمھارے لیے برنسبت تعزیت کے تہنیت زیادہ موزون ہوتی، کیونکہ ناقابل اظہار چیزون کا چھپ جانا ہی بہتر ہے اور لڑکیون کا دفن کرنا ہی سب سے بڑی فضیلت ہے۔ ہم ایسے زمانہ مین ہین کہ اگر کسی شخص کی بیوی، اس سے پہلے مرجائے تو گویا اس کی نعمتین مکمل ہوگئین اور اگر بیٹی کو اسنے قبر مین اتار دیا تو گویا اپنی داماد سے پورا انتقام لے لیا۔

ایک شاعر کا قول ہے کہ

تھوی حیاتی واھوی موتھا شفقا ۔ والموت اکرم نزال علے الحرم

(وہ میری زندگی چاہتی ہے اور مین از روئے شفقت اس کی موت چاہتا ہون کیونکہ موت عورت کے حق مین عزیز ترین مہمان ہے)

آج یوروپ اپنی تہذیب و مدنیت اپنے اخلاق کی بلندی اور احترام جنس لطیف کا بہت بڑا مدعی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ تاریخ کے شواہد اس کے خلاف ہین اور اسی دور مین جب کہ تعظیم نسائیت کا لوا اس درجہ اہتمام کے ساتھ بلند کیا جارہا ہے مدنیت کا بطون کچھ اور کہتا ہے،

اس مین شک نہین کہ ڈانٹی اور پٹرارک نے ایک حدتک عورت کے حقوق کی رعایت کی ہے اور شکسپیر نے بھی اپنے ڈرامون مین عورت کا اخلاقی پہلو بلند دکھایا ہے۔ اسیطرح فرانس کا مشہور شاعر کارنل بھی اس خیال کا حامی نظر آتا ہے اور قرون وسطے مین جرمنی کے شاعر ہنریک فون مسن نے بھی عورتون کی تعریف مین متعدد نظمین لکھی ہین، لیکن اول تو اس قسم کے واقعات بہت شاذ ہین اور جو ہین بھی وہ بالکل بیکار و عبث ہین، کیونکہ حقیقی معنے مین وہ عورت کی کوئی مدد نہین کرسکے اور اس کی حیثیت نے اک مزدور اور آلہ تفریح سے زیادہ ترقی نہین کی۔

ایک فرانسیسی مصنف اپنی کتاب مین لکھتا ہے کہ "عورت پر واجب ہے کہ وہ اپنے شوہر کا احترام کرے کیونکہ وہ اس کا آقا و مالک ہے، ہر کام مین اس کی اطاعت کرے اور اس کی طبیعت کے مطابق اپنے کو بنائے۔ اسے چاہیے کہ شوہر کے پانؤن دھوئے، گھر کی حفاظت کرے اور اگر اپنے شوہر سے علحدہ ہو تو اپنی صورت کسی کو نہ دکھائے"

عورتوں پر ظلم کرنے والوں میں والٹر، روسیو، ڈرٹیڈ اور مونٹسکو کا نام سب سے پہلے لیا جاتا ہے۔ ہر چند یہ لوگ وہ ہیں جنھوں نے یورپ میں حریت و آزادی کی بنیاد قائم کی، لیکن صنف نازک کے باب میں ان کے اقوال نہایت سخت ہیں مونٹسکو کا قول ہے کہ "فطرت نے مرد کو قوت و عقل دی ہے اور عورت کو صرف زینت و خوشنمائی، اگر عورت سے یہ خارجی پردہ اٹھا لیا جائے تو اس کی اہمیت و اقتدار بھی ختم ہو جاتی ہے"،

ڈیڈر دسمجھتا تھا کہ "عورتیں صرف جسمانی لذات حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں" روسیو نے اس خیال کو ذرا مہذب الفاظ میں یوں بیان کیا ہے کہ "عورت مرد کی مسرت کے لیے پیدا کی گئی ہے" لیکن کیا مرد کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ عورت کی خوشی کا باعث ہو؟ اس کا جواب روسیو نے ذرا کمزور الفاظ میں اس طرح دیا ہے کہ "مرد کے ذمہ یہ فرض اسقدر اہم نہیں ہے"

یہی وہ خیال تھا جس کی بنا پر یہ انقلاب فرانس صرف مردوں کے حقوق کا ضامن تھا اور عورت پر اس کا کوئی احسان نہیں ہے۔ چنانچہ نپولین نے بھی جزیرہ ہلنا میں ایک بار یہ خیال ظاہر کیا کہ "عورت فطرت کی طرف سے مرد کے لیئے ایک عطیہ ہے تاکہ بچے پیدا کیا کرے۔ عورت ہماری ملک ہے، ہم عورت کی ملک نہیں ہیں" اور فرانس کا ایک مشہور شاعر صاف صاف الفاظ میں ظاہر کرتا ہے کہ "میں فطرت سے صرف اس لیے برہم ہوں کہ اس نے اس کمینہ جانور (عورت) کو محاسن محو کرنے کے لیے کیوں پیدا کیا"

اہل جرمن، عورت کے ساتھ دشمنی کرنے میں بھی بہت ممتاز نظر آتے ہیں، کیونکہ انھوں نے اس عداوت کی بنیاد علمی و فلسفی اصول پر قائم کی ہے۔ چنانچہ شوپنہور لکھتا ہے کہ "مرد کی ذکاوت اور ہوشیاری ۲۸ سال کی عمر میں درجہ کمال تک پہونچ جاتی ہے اور عورت کی ۱۸ سال کی عمر میں چونکہ ۱۸ سال کے بعد اس کے تعقل و ادراک میں کوئی ترقی نہیں ہوتی اس لیے عورت تمام عمر ایک بچہ بنی رہتی ہے"،

نیٹشے نے دنیا کو ان مصائب سے ڈرایا ہے جو اس کے خیال میں عورتوں کے آزاد کرنے سے پیدا ہونگے۔ وہ کہا کرتا تھا کہ "ہمارے زمانہ کی سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ عورت کے دل میں مرد کا خوف کم ہوتا جاتا ہے حالانکہ اس کا مقصد حیات صرف یہ ہے کہ وہ مرد کی قید میں رہے اور اس کی خدمت کرتی رہے"،

عورت کے متعلق نٹشے کا خیال سب سے زیادہ عجیب و غریب ہے۔ اسنے اس موضوع پر

صرف ایک کتاب لکھی اور کتاب لکھنے کے بعد خودکشی کرلی۔ اس کی عمر صرف ۲۴ سال کی تھی، لیکن اس کتاب نے اسے غیر فانی بنا دیا، اس کتاب میں اسنے وہ تمام لعنتیں اور برائیاں جمع کردی ہین جو گذشتہ زمانہ سے اب تک عورت کی طرف منسوب کی جاتی ہین اور ان تمام برائیوں کو علمی و فلسفی صورت مین پیش کیا ہے وہ دنیا سے صرف اس لیے بیزار تھا کہ اس مین عورت جیسی ہستی پیدا کی گئی اور اس بیزاری کا ثبوت اس نے اپنی خودکشی کے ذریعہ سے پیش کیا[1]

[1] وینجر کے نظریہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جنسین، عورت و مرد دو متباین جنسون مین منقسم نہین ہے، یعنے ایسا کوئی مرد نہین ہے جس مین صرف مردانہ اوصاف پائے جاتے ہون اور نہ ایسی کوئی عورت ہے جس مین خالص نسوانی خصوصیات پائی جائین بلکہ ہر مرد و عورت مین دونون قسم کے صفات پائے جاتے ہین اسلیے مرد وہ ہے جس مین مردانہ صفات نسوانی صفات پر غالب ہون اور عورت وہ ہے جو اس کے برعکس ہو اور جس مین دونون قسم کے صفات مساوی طریق پر پائے جائین وہ خنثٰی ہے،

اس اصول کی بنا پر چونکہ محبت کی حقیقت صرف فریقین کا تجاذب قرار پاتی ہے، اس لیے سب سے بہتر محبت وہ ہے جو فریقین کے مردانہ و زنانہ صفات کے توازن پر قائم ہو۔ مثلاً اگر کسی شخص مین ۸۰ فی صدی مردانہ صفات اور ۲۰ فی صدی زنانہ اوصاف پائے جاتے ہین تو اسے ایسی عورت تلاش کرنی چاہیے جس مین ۲۰ فی صدی مردانہ اور ۸۰ فی صدی نسائی صفات پائی جائین اسی طرح وہ عورت جس مین ۳۰ یا ۴۰ فی صدی نسائیت ہے اس کے لیے ایسا مرد موزون ہے ۷۰ یا ۶۰ فیصدی مردانہ خصائل پائے جاتے ہون۔ وینجر کے نزدیک صنف نازک اور صنف قوی کا تجاذب اس علمی قانون کے ماتحت ہے، جسے ہم قانون استکمال کہہ سکتے ہین۔ لیکن اقتدار، کمال اور تفوق اس کے نزدیک مرد ہی کا حصہ ہے اور دنیا مین جتنی صاحب کمال عورتین گذری ہین، ان کا کمال صرف اس وجہ سے تھا کہ ان مین مردانہ صفات زیادہ پائے جاتے تھے تاہم اس کے نزدیک بڑی سی بڑی عادل عورت متوسط عقل کے مرد سے آگے نہین بڑھ سکتی،

وینجر کا یہ بھی خیال ہے کہ شہوانی خواہشات اور جسمانی لذتین صرف حیات نسوانی کا کرشمہ ہین۔ مرد کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ ان سے بلند گزر جائے، لیکن عورت کے لیئے ناممکن ہے اور اس لیئے فطرتاً وہ مرد کی قید مین رہنے کے لیے وضع کی گئی ہے۔

یہ نہایت تعجب خیز امر ہے کہ عورت کی ترقی کو مرد نہایت حیرت کی نظر سے دیکھتا ہے
سکندر اعظم، نپولین اور گلیلو کا کمال اس کو حیرت مین نہین ڈالے گی اس کے استعجاب کی کوئی
انتہا نہین رہتی جب وہ کلیو پٹرا، جون آف آرک اور کیتھرائین کے کارنامون کا مصنف کرتا
ہے۔ چونکہ صنف نازک کی طرف سے سوء ظن مرد کی فطرت مین چلا آتا ہے، اس لیئے وہ
نسوانی ترقی کو مافوق العادۃ بلکہ فطرت کی غلطی خیال کرتا ہے۔
مرد کے نزدیک عورت کی حکومت صرف عالم جذبات وعواطف پر ہو سکتی ہے عقل
وادراک، غور وفکر اور متانت وتدبر مین اس کا حصہ بہت کم ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ عورت
میدان فکر واختراع مین بھی مرد سے پیچھے نہین رہ سکتی۔
اس مین شک نہین کہ اس وقت مرد علوم وفنون مین عورت سے زیادہ ترقی کر چکا ہے
لیکن یہ نتیجہ اس حقیقت کا نہین ہے کہ مرد وعورت کے نظام عقلی وقوائے دماغی مین فطرت نے
کوئی فرق رکھا ہے، بلکہ یہ اس ظلم وتعدی کا نتیجہ ہے جو از منۂ قدیمہ سے صنف نازک پر ہوتی چلی
آتی ہے۔ اس دعوی کے ثبوت مین سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ جب کبھی کسی عورت کو ترقی
کرنے کی فرصت ملی اور اس عہد کے ادبی واجتماعی حالات نے اس کی مساعدت کی تو وہ کمالات
انسانی مین کسی طرح مرد سے پیچھے نہین رہی۔
پچھلے زمانہ مین اور خاصکر جنگ شروع ہونے کے بعد نسوانی زندگی مین غیر معمولی تغیر
پیدا ہونے لگا۔ اسنے کارخانون مین جا کر کام کیا، اسنے ڈاکٹری سیکھی، وکالت کی، وظائف
ومناصب کو حاصل کیا اور اپنے تمام اعمال واشغال سے ثابت کر دیا کہ جن باتون کو مرد صرف
اپنے لیے مخصوص سمجھتا تھا انھین عورت نے بھی اسی خوبی کے ساتھ انجام دیا۔ لیکن ابھی تک اس
دور تہذیب وشائستگی، اس عہد نصفت وارتقا مین بھی مرد تجاہل سے کام لیتا ہے اور سمجھتا ہے
کہ عورت کی موجودہ ترقی عارضی ترقی ہے اور وہ بہت جلد رجعت قہقری کر کے اپنے اصلی مرکز
پر پہونچ جائے گی، لیکن انہین جاننا چاہیے کہ نوع بشری کی اجتماعی رفتار اور اس کے مضبوط
قوانین حقیقت کو مستور رہنے نہ دینگے اور اسے اعتراف کرنا پڑیگا کہ عورت تمام کمالات انسانی
مین مرد کے دوش بدوش چل سکتی ہے اور وہ صرف خادم وغلام بننے کے لیئے دنیا مین نہین آئی
علوم وفنون کے نشو ونما کے متعلق جو مباحث زمانۂ حال مین کیئے جاتے ہین ان سے
ثابت ہوتا ہے کہ عورت مین ایجاد واختراع کی بھی پوری قابلیت موجود ہے اور وہ تمدن

اور رفتار تمدن کا رُخ بدل سکتا ہے۔

حقیقت میں لاسلکی ایک عورت ہی کی اختراع ہے جس کا نام ادوسا تھا، سوت کاتنے کی صنعت ملکۂ چین ہی کی ایجاد ہے جو ۲۴ صدی قبل مسیح پائی جاتی تھی اور گاڑیوں کو مسلح کرنا ملکہ سمیرامیس ہی کے دماغ کا نتیجہ تھا۔

فن مصوری کے متعلق بھی یہی مرجح ہے کہ اسے ایک یونانی عورت نے ایجاد کیا جس کا نام کامیروہ تھا۔ ہل کی نسبت بھی کہا جاتا ہے کہ وہ عورت ہی کی اختراع ہے۔ علماء انتھروپالوجی (علم الانسان) نے ثابت کیا ہے کہ عہد قدیم میں جب کہ انسان صرف شکار اور لوٹ مار پر زندگی بسر کرتا تھا، عورت گھر میں بیٹھ کر آلات ایجاد کیا کرتی تھی جن پر آگے چل کر انسانی ترقی کی بنیاد قائم ہوئی،

اب تاریخ کو صرف اس لیے نہ پڑھنا چاہیئے کہ وہ مرد کی تاریخ ہے، تمدن کا مطالعہ صرف اس لیے نہ کرنا چاہیئے کہ وہ مرد کے قوائے دماغی کا نتیجہ ہے، بلکہ اب تاریخ کا مطالعہ اس حقیقت کو بھی پیش نظر رکھ کر کرنا چاہیئے کہ تمام اعمال انسانی میں عورت بھی پوری حصہ دار ہے۔

زمانۂ قبل تاریخ کی تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت ہی نے سب سے پہلے زراعت شروع کی اور اسی نے زمین کو صاف کر کے اسے قابل زراعت بنایا۔ یہ بھی ثابت ہو گیا ہے کہ دور اول میں جب مرد شکار کر کے چمڑے لاتا تھا تو عورت ہی اس کے ملبوس طیار کیا کرتی تھی۔ اس نے درختوں کی شاخوں سے مکان بنائے، اسی نے اُون کاتا، ملبوس کو دھویا، کھانا طیار کیا اور مٹی کے برتن بنائے۔

عورت ہی نے گاؤں میں بازار قائم کیے اور ان بازاروں میں عورت ہی کو سیادت حاصل ہوئی جن پر بعد کو دنیا کے عظیم الشان تمدن کی بنیاد قائم ہوئی۔

اب میدان علم و اختراع کو دیکھیئے تو معلوم ہوگا کہ عورت نے یہاں بھی کارہائے نمایاں انجام دیئے اور باوجود اس کے کہ خانگی مصائب اور منزلی فرائض کے سبب سے اسے تحصیل علوم کا کوئی موقعہ نہیں ملا اور نہ مردوں نے اسے درجہ اسے آزاد رکھا کہ وہ آسانی سے اکتساب فنون کر سکتی، تاہم اس نے جو کچھ کیا وہ کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا،

کون شخص ہے جو فلسفۂ وضعی (　　　　) کی بانی صوفیا جرمان کو بھلا سکتا ہے، جس کی مہارت علوم ریاضیہ میں اپنا نظیر نہ رکھتی تھی اور فلکیات میں عورتوں کے

اکتشافات سے کون انکار کر سکتا ہے۔

اغانیس مصریہ کا حرکت افلاک کو دیکھ کر صحیح صحیح پیشین گوئی کرنا اور تھسلی کی مشہور عورت اگلاونیس کا کسوف وخسوف کے حالات بتا دینا، اس زمانہ مین جب کہ مرد بھی علم الافلاک سے زیادہ واقف نہ تھے کوئی معمولی بات نہین ہے۔

اسکندریہ کی مشہور فلاسفر عورت ہیپاتھیا کے علمی کارنامون سے تاریخ کے صفحات معمور ہین جس نے اسطرلاب ایجاد کیا اور سب سے پہلے علم جبر مین ایک تصنیف ملک کے سامنے پیش کی۔

جرمنی کی تاریخ میری کونیسیا، مارگرٹ کرش اور میڈیم رکمر کو کبھی نہین بھول سکتی، جن کی علمی تصانیف واکتشافات کا ہر شخص کو اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

اسی طرح فرانس کی جان دومی، میڈم دوشاتلی (جسنے نیوٹن کے فلسفہ طبیعی کا ترجمہ کرکے اسپر نہایت مفید حواشی کا اضافہ کیا) میڈم لپوٹ، میڈم لاونڈ، میڈم دوبیری، میڈم دیلارسو اور میڈم کلیانس (جسنے تالیفات ڈارون کا ترجمہ کیا) ان خواتین مین سے ہین جنھین تاریخ علم وادب مین ہمیشہ نمایان جگہ دیجائے گی۔

فن ایسٹرونمی (یعنی ترکیب الاجرام الفلکیہ) پر سب سے پہلے جس نے کتاب لکھی وہ سر ولیم ہجز کی بیوی تھی۔

اختراعات وایجادات کے سلسلہ مین میڈم کوری کو زمانہ کبھی فراموش نہین کرسکتا جسنے ریڈیم دریافت کیا اور اخلاقیات وسیاسیات مین بھی زمانۂ قدیم سے لیکر عہد حاضر تک کوئی قرن ایسا نہین گزرا کہ عورتون نے ان مین کافی حصہ نہ لیا ہو، ملکہ تھیوڈورا ملکۂ زنوبیا، اسپین کی ملکۂ اسابلا، روس کی ملکہ لوئی، میڈم رولینڈ (جسنے آزادی فرانس مین بڑا حصہ لیا) اور لیوسی اسٹون (جو غلامون اور عورتون کی آزادی کی زبردست حامی تھی) وغیرہ کثرت سے ایسی عورتین ہوئی ہین، جن کے احسان سے دنیا سبکدوش نہین ہوسکتی۔

خاص سرزمین عرب مین بھی جسقدر ادیب وفاضل عورتین ہوئی ہین اور فراست وشجاعت، ذہانت وکیاست کی جسقدر نسوانی مثالین ریگستان عرب سے رونما ہوئین وہ بھی کسی سے مخفی نہین۔

پھر دیکھنا یہ ہے کہ وہ عورت جو باوجود اسقدر ضروری عنصر انسانیت ہونے کے ہمیشہ ٹھکرائی گئی اور جو عہد جدید مین بھی باوجود اپنے ان تمام کارنامون کے ناقابل التفات

چیز خیال کی گئی اسلام نے کس حد تک اس کے احترام کا حکم نافذ کیا اور اس کو انسانیت کی کس سطح پر لاکر روشناس کیا۔

جو کچھ صفحات ماسبق مین بیان کیا گیا، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تہذیب جدید نے عورت کو علمی و عملی میدان مین بھی مرد کے دوش بدوش کام کرنے کا اہل ثابت کر دیا ہے اور آجکل یوروپ کی معاشرت اس کی شہادت مین پیش کی جاسکتی ہے، لیکن اسی کے ساتھ آپ یہ بھی دیکھین گے کہ اخلاقی نقطۂ نظر سے عورت کی حالت گر گئی ہے اور اسی بنا پر بعض کا خیال ہے کہ عورت کے لیے تعلیم جدید یا اس کی آزادی مفید نہین ہوسکتی، مگر ایسا خیال کرنا حقیقتًا واقعات سے غلط نتیجہ اخذ کرنا ہے۔ کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ عورت کی تربیت کی طرف کبھی صحیح اعتنا نہین کیا گیا اور اس کا وہ اخلاقی زوال جو از منۂ قدیمہ سے شروع ہوا تھا، اب بھی بدستور جاری ہے،

البتہ اسلام و صاحب اسلام نے جو اسوہ اس طبقہ کے لیے پیش کیا اور تعلیم و تربیت کے جس اصول کو پیش نظر رکھا وہ یقینًا ضامن تھا عورت کی مکمل ترقی کا اور ہمارے پاس مثالین موجود ہین کہ سرزمین عرب نے جہان عورت کے ساتھ بدترین سلوک روا رکھا جاتا تھا، اس تعلیم کی بدولت چند دنون مین "نسائیت" کے وہ وہ نمونے پیش کئے کہ اب مشکل سے اُن کی نظیر مل سکتی ہے۔

اگر اسلام نے ایک طرف طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ کہکر عورت کے لیے تعلیم و ترقی کا دروازہ مردون کے دوش بدوش کھول دیا تو دوسری طرف اُن کو اخلاقی تعلیم دے کر یہ بھی بتایا کہ اس لحاظ سے اُن کی حالت "آبگینون" کی طرح ہے جو ذرا سی ٹھیس سے چور چور ہو جاتے ہین آپ اس کتاب مین متعدد ایسے واقعات دیکھین گے جن سے معلوم ہوگا کہ اسلام نے عورت کا مرتبہ کسقدر بلند کر دیا اور اس طبقہ مین کیسی اصلاح کی۔

یون تو کائنات کا ہر ہر ذرہ انوار الٰہی کا مظہر ہے، لیکن روحانیت قبول کرنے کے لیئے عورت جسقدر موزون پیدا کی گئی ہے ویسی کوئی دوسری مخلوق نہین ہے، چنانچہ اسلام نے سب سے پہلے عورت کو جس طرف متوجہ کیا وہ اس کی روحانیت تھی اور یہی وجہ ہے کہ صحابیات مین آپ تقویٰ و عبادت کا ایک خاص رنگ محسوس کرینگے اور دیکھین گے کہ انھون نے اسلام کے لیے کیسے کیسے شدائد برداشت کئے اور مذہب کی خاطر انھوں نے اپنی

نزینہ نزین تعلقات دنیا دی کو منقطع کر دیا۔

حضرت سمیہ نے جب اسلام قبول کیا تو کفار نے انھین سخت اذیتین دینا شروع کین یہانتک کہ گرم ریت پہ دھوپ مین کھڑا کر دیتے تھے اور وہ تلملا یا کرتی تھین۔ ایک دن وہ اسی حال مین زمین پر تڑپ رہی تھین کہ رسول اللہ کا گزر ہوا آپ نے یہ حال دیکھ کر فرمایا کہ "سمیہ گھبراؤ نہین صبر کرو، جنت تمھارا ٹھکانا ہے"۔ یہ وہ اذیت تھی کہ اگر مرد بھی کوئی اُن کی جگہ ہوتا تو اسلام کو ترک کر دیتا، لیکن وہ آخر وقت تک ثابت قدم رہین اور کوئی اذیت انھین اسلام سے منحرف نہ کر سکی۔ یہ تھی عزم و استقلال کی وہ روح جو اسلام نے اپنی ماؤن کے اندر پیدا کی تاکہ انکی اولاد بھی اسی ارادہ و ثبات کو لیکر پیدا ہو جس سے ایک قوم کا مستقبل طیار ہوتا ہے،

پھر حضرت عمر نے قبل اسلام لانے کے اپنی بہن کو جسقدر تکلیفین پہونچائین، وہ بھی کسی سے مخفی نہین ہین اور صلح حدیبیہ کے بعد بہت سی صحابیات کا اپنے کافر شوہرون کو چھوڑ دینا بھی تاریخ کا روشن واقعہ ہے۔

عبادات کے سلسلہ مین نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد مخصوص چیزین ہین اور اسمین شک نہین کہ ان کی پابندی کما حقہ ادا کرنا بہت مشکل ہے، لیکن آپ دیکھین گے کہ اس باب مین اسلام نے اپنی عورتون کے اندر بھی وہ روح پیدا کر دی تھی، جو دوسرے مذاہب کے مردون مین بھی نظر نہین آتی۔ اس کے ساتھ جذبۂ ایثار و فدویت کا جو رنگ تھا وہ اور سونے پر سہاگہ تھا۔

جب غزوۂ احد مین حضرت صفیہ اپنے بھائی سید الشہداء حضرت حمزہ کے کفن کے لیے دو کپڑے لائین، تو آپ نے دیکھا کہ ان کی لاش کے پاس ایک اور انصاری کی بھی برہنہ لاش پڑی ہوئی ہے آپ کو یہ گوارا نہ ہوا کہ اپنے بھائی کو وہ دو دو کفن دین اور اس انصاری کو نظرانداز کر دین۔ چنانچہ آپ نے ایک کفن اس انصاری کے لیے قرعہ کے ذریعہ سے علحدہ کر دیا،

ایک بار رسول اللہ نے خطبۂ عید مین صدقہ و خیرات کی طرف لوگون کو متوجہ کیا۔ اس مجمع مین صحابیات بھی موجود تھین۔ انھون نے اپنے کان کی بالیان اور انگلیون کے چھلے تک دیدیے۔ حضرت اسماء کے پاس صرف ایک لونڈی تھی، انھون نے اسی کو بیچ ڈالا اور سارا روپیہ صدقہ مین دیدیا۔ یہ تھا وہ جذبۂ ایثار و فدویت جس مین تمام صحابیات

ڈوبی ہوئی نظر آتی تھین۔

جنگ کے موقعہ پر بھی انھون نے جسقدر حصہ لیا، وہ بھی آپ کو اس کتاب مین جابجا نظر آئے گا اور معلوم ہوگا کہ عرب کی عورت اس وقت کیا چیز تھی۔

عبادت کے بعد نہایت اہم چیز معاملات ہین جن کا تعلق عام اخلاق انسانی سے ہے سو اس مین بھی آپ صحابیات کو مردون سے کسی طرح کم نہ پائین گے۔ فضائل اخلاق مین ایثار کا بڑا مرتبہ ہے، یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ روزہ سے تھین اور گھر مین صرف ایک روٹی موجود تھی، ایک مسکین عورت آئی تو آپ نے لونڈی کو حکم دیا کہ روٹی اسے دیدے" لونڈی بولی کہ" افطار کس چیز سے کیجیے گا، آپ نے فرمایا کہ تم تو دیدو پھر دیکھا جائے گا۔

حضرت اسماء کی فیاضی ضرب المثل تھی کہ وہ کل کے لیے ایک پیسہ بھی اپنے پاس نہ رکھتی تھین اور روزانہ سب کا سب صدقہ و زکوٰۃ مین دیدیا کرتی تھین ازواج مطہرات مین حضرت زینب بنت جحش کا یہ حال تھا کہ وہ اپنے ہاتھ سے چمڑے کی دباغت کیا کرتی تھین اور اس کی آمدنی ساری کی ساری غربا کو دیدیا کرتی تھین۔

کینہ پروری اور انتقام جوئی عورت کی فطرت ہے خصوصًا اس وقت جب کہ معاملہ رقابت کا ہو، لیکن یہ اسلام ہی کی تعلیم کا اثر تھا کہ جب حضرت عائشہ سے حضرت زینب کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ" مجھے ان کی نسبت جو کچھ معلوم ہے وہ اچھا ہی اچھا ہے اور اس مین برائی کا کوئی شائبہ نہین پایا جاتا۔

انصاف پسندی کا یہ عالم تھا کہ معاویہ بن خدیج، حضرت عائشہ کے بھائی محمد بن ابی بکر کو قتل کرتے ہین، لیکن جب حضرت عائشہ سے معاویہ کی بابت دریافت کیا جاتا ہے تو وہ انکی تعریف کرتی ہین، کیونکہ انکا سلوک لوگون کے ساتھ اچھا تھا۔

صلۂ رحم و ہمدردی کا خیال اسقدر بڑھا ہوا تھا کہ خادمون کے ساتھ بھی کسی قسم کی سختی کو روا نہ رکھا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ رات کو عبدالملک نے اپنے خادم کو آواز دی، اس کو آنے مین دیر ہوئی تو اسنے خادم پر لعنت بھیجی حضرت ام الدرداء بھی اس کے محل مین تھین، صبح کو انھون نے عبدالملک سے کہا کہ رات کو تم نے خادم پر لعنت بھیجی حالانکہ رسول اللہ نے اس کی سخت مخالفت کی ہے،

علمی خدمات کے سلسلہ مین بھی صحابیات کے کارنامے آپ جابجا اس کتاب مین

دیکھین گے اور معلوم کرین گے کہ فیضان نبوی نے اس وقت کی عورتون مین کیسی صلاحیت و دقیقہ شناسی پیدا کر دی تھی۔ اس باب مین حضرت عائشہ کی خدمات بہت نمایان نظر آتی ہین اور آپ کے متعدد واقعات ایسے ہین، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کس درجہ صحیح الراے اور مستقیم الفکر واقع ہوئی تھین اور آپ کا طرز استدلال کتنا مسکت اور برمحل ہوا کرتا تھا۔ کلام مجید مین کوہ صفا و مروہ کا طواف کرنے کے متعلق یہ حکم آیا ہے کہ:۔

ان الصفا والمروۃ من شعایر اللہ	صفا و مروہ خدا کے شعایر ہین اس لیے جو شخص خانہ
بن حج البیت فلا جناح علیہ ان	کعبہ کا حج کرے یا عمرہ کرے، تو کچھ مضائقہ نہین
یطوف بھما،	اگر وہ ان پہاڑیون کا بھی طواف کرے۔

عروہ نے حضرت عائشہ سے اس کے متعلق سوال کیا کہ کلام مجید کے طرز عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ صفا و مروہ کے طواف کرنے مین کوئی مضائقہ نہین ہے یعنے اگر اس کو ترک کر دیا جائے تو بھی کوئی حرج نہین۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ" اگر آیت کا وہ مطلب ہوتا جو تم سمجھے ہو تو یون ارشاد ہوتا کہ لاجناح ان لا یطوف بھما (یعنی اگر انکا طواف نہ کرو تو کوئی حرج نہین ہے) اور چونکہ یہ آیت قبائل اوس و خزرج کے متعلق نازل ہوئی ہے جو اسلام سے قبل منات کی جے پکارا کرتے تھے اور بعد اسلام صفا و مروہ کے طواف کو اس لیے برا سمجھتے تھے کہ وہان منات نقب تھا، اس لیے خدا نے ارشاد فرمایا کہ وہان کے طواف مین کوئی حرج نہین۔

حضرت عائشہ کے علم قرآنی کا دوسرا واقعہ قرآن مجید کی اس آیت کے متعلق ہے:۔
حتی اذا استایس الرسل الخ، جس کو آپ نفس کتاب مین ملاحظہ فرمائین گے۔ علاوہ اس کے اور بھی متعدد واقعے ایسے ہین جن سے حضرت عائشہ کی ذہانت، اور انکا تفقہ فی الدین نمایان ہوتا ہے۔

فن حدیث مین درایت کا بڑا مرتبہ ہے، لیکن حضرت عائشہ کو حقیقتاً اس کا موسس کہنا چاہیے کیونکہ سب سے پہلے آپ ہی نے اس اصول کو استعمال کیا۔ چنانچہ مردے پر اسکے اہل و عیال کے رونے کی وجہ سے عذاب نازل ہونے کی حدیث آپ کے سامنے پڑھی گئی تو آپ نے اس کی صحت سے انکار کر دیا کیونکہ درایتاً وہ ناقابل قبول ہے اور ثبوت مین کلام مجید کی اس آیت کو پڑھا،

لاتزر وازرۃ وزر اخری	کوئی شخص دوسرے کی معصیت کے بوجھ کو نہین اٹھائیگا

اسی طرح جب آپ کے سامنے یہ روایت بیان کی گئی کہ شب معراج مین رسول اللہ نے
خدا کو دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ جو شخص یہ روایت کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے کیونکہ خدا خود فرماتا ہے
لاتدرکہ الابصار خدا کو کوئی نگاہ نہین پا سکتی۔
معاملات مین صلہ رحم اسقدر دشوار امر ہے کہ بڑے بڑے دیندار و محتاط لوگ گمگا جاتے
ہین لیکن صحابیات اس باب مین اپنے غیر مسلم قرابتدارون کا بھی پورا خیال رکھتی تھین اور
باہمی تعاون کا یہ حال تھا کہ اگر کسی کی ذراسی پھانس بھی چُبھ جاتی تھی تو محلہ کی عورتین حد درجہ
خلوص و محبت کے ساتھ ان کی مدد کو حاضر ہوجاتی تھین۔
الغرض اسلام نے عورتون کے اخلاق کو بلند کرکے ان کے احترام کو مردون پر واجب
کردیا اور یہی وہ کمی تھی جس کو امم سابقہ کے ہادیین نہ سمجھ سکتے تھے۔ یہ ممکن ہے کہ ایک عورت
ترقی کرکے میدان عمل مین مردون سے زیادہ محنت و جفاکشی کرسکے۔ یہ بھی ناممکن نہین کہ وہ
علوم فنون مین اپنی اختراعات و ایجادات سے غیر معمولی اضافہ کا باعث ہو۔ لیکن اگر اس کے
اخلاق بلند نہین ہین، اگر وہ اپنی حقیقی نسائیت کو کھو چکی ہے تو پھر اس کی تمام ترقیان بیکار ہین
اور وہ ایک ایسا عذاب ہوکر رہجاتی ہے کہ مرد کے لیے بھی دنیا دوزخ بنجاتی ہے۔
آج ہم مغرب کی تہذیب و معاشرت، وہان کے طبقۂ لطیف کی پاکیزگی و ترقی کو دیکھکر
رشک کرتے ہین، یقیناً یہ باتین قابل رشک ہین، اگر اس کے ساتھ وہان کے عورت کی
اخلاقی حالت بھی ایسی ہی پاکیزہ ہو جیسی ان کی صورتین ہین، لیکن اگر ایسا نہین ہے تو پھر
ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اُن کے شوق علم و ترقی کے ساتھ ہی اپنی عورتون مین اس
خلاق کو بھی پیدا کرین جس کی تعلیم اسلام نے دی ہے اور جس کا حال ہمین صحابیات کی زندگی
کے مطالعہ سے بخوبی معلوم ہوسکتا ہے،
یہی وہ غرض ہے جس کو پیش نظر رکھ کر یہ کتاب مرتب کی گئی ہے اور ضرورت ہے
بجائے دور از کار افسانون کے ایسی ہی کتابین عورتون کے سامنے پیش کی جائین، تاکہ وہ
اپنی حقیقت، اپنے فرائض اور صحیح اخلاق کی اہمیت کو سمجھین اور ان پر کاربند ہون۔

نیاز فتحپوری

۲۱-جون ۳۴ء

ام المومنین حضرت خدیجہ

نام ونسب آپ عرب کی شریف ترین قوم، قریش اور قریش کے بہترین خاندان کی مقدس خاتون تھیں۔ خدیجہ نام تھا اور طاہرہ لقب ان کے باپ خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قصی بن کلاب بن مرہ اور نانا اصم بن ہرم بن رواحہ بن حجر بن عبد بن معیص بن عامر تھے۔ یعنی چند پشت قبل ان کا دادھیال اور ننھیال ایک تھا[1]۔

قصی، جو حضرت خدیجہ کے پردادا تھے، حضرت رسول کریم صلعم کے جد اعلےٰ تھے اس اعتبار سے حضرت خدیجہ اور رسول اللہ کا یکجدی ہونا مخفی نہیں۔

نکاح پہلے حضرت خدیجہ، ورقہ بن نوفل سے منسوب تھیں۔ مگر کسی وجہ سے نکاح نہ ہوا اس کے بعد ابوہالہ نے جسکا نام ہند بن نباش تھا، آپ سے نکاح کر لیا۔ ابوہالہ کا باپ اپنی قوم میں بڑا شریف خیال کیا جاتا تھا اور مع اپنے بیٹے کے مکہ میں مقیم ہو گیا تھا[2]۔

ابوہالہ کے مرنے کے بعد عتیق ابن عابد اور عتیق کے بعد صیفی ابن امیہ نے جو حضرت خدیجہ کے ابن عم تھے خدیجہ کی شوہری کا مرتبہ پایا لیکن کچھ دنوں کے بعد صیفی بھی انتقال کر گئے اور اب حضرت خدیجہ بیوہ تھیں۔

تجارت ان دنوں قریش کے تجارتی تعلقات شام سے زیادہ تھے۔ اور خود حضرت خدیجہ کا مال کثرت سے وہیں فروخت ہوتا تھا[3]۔

حضرت خدیجہ لوگوں کو ملازم رکھتی تھیں اور انہیں سے ان کا تجارتی کاروبار چلتا تھا۔ خدا نے مال و دولت کثرت سے دیا تھا، روپیہ پیسہ کی کمی نہ تھی مگر پے در پے صدموں کی وجہ سے طبیعت دنیا سے سیر ہو چکی تھی۔

جب آنحضرت صلعم ۲۵ سال کے ہوئے اُسوقت آپکے پاکیزہ اخلاق اور دستودہ

---

[1] طبقات ج ۸ ص ۸ [2] ایضاً [3] درالمنثور ص ۱۸۰ مطبوعہ مصر

دصاف کا کافی شہرہ ہوچکا تھا۔ عرب کے ہر گوشہ مین آپ امین کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے
حضرت خدیجہ جن کی عقیدت نواز نگاہین پہلے ہی سے ایسے فرد مقدس کی جستجو مین تھین
بڑے اشتیاق سے آپ کی پذیرائی کے لیے آمادہ ہوئین اور آنحضرت صلعم کی خدمت مین
پیام بھیجا کہ اگر آپ میرا مال تجارت شام تک لیجایا کرین تو مین اپنا غلام میسرہ آپ کے ساتھ
کر دون اور جتنا معاوضہ اور لوگون کو دیتی ہون اوس سے دو چند آپ کو دیا کرون[۱]۔

ادھر رسول اللہ صلعم کو اپنے سرپرست چچا ابو طالب کے ذریعہ سے خدیجہ کی تجارت کا
حال معلوم ہوچکا تھا اس لیے آپ نے بے تکلف منظور فرما لیا۔ اور اشیاء تجارت لیکر بصرہ کا
رخ کیا۔ اتفاق کی بات کہ آپ جتنا مال لیگئے تھے وہ سب فروخت ہوگیا اور مکہ مین واپس آکر
جب نفع کا حساب کیا گیا تو جتنا پہلے ہوا کرتا تھا اوس سے دوگنا تھا۔ حضرت خدیجہ بہت خوش
ہوئین اور جتنی رقم آپ کے لیے نامزد کی تھی اوس سے المضاعف نذر کی[۲]

آنحضرت صلعم سے نکاح اس دوران مین حضرت خدیجہ کو آنحضرت صلعم کے کافی حالات معلوم
ہوچکے تھے اور آپ کی نگاہون مین رسول اللہ صلعم کی وقعت بڑھتی جاتی تھی یہانتک کہ انھون نے
رسم عرب کے مطابق بغیر کسی ولی کی وساطت کے آپ سے نکاح کی خواہش کرنے کا ارادہ
استوار کر لیا۔

نفیسہ (حضرت خدیجہ کی لونڈی) پیامبر بنائی گئی۔ نفیسہ نے آنحضرت صلعم کو پیام پہونچایا
اور آپ کا ایما پاکر خدیجہ کے حکم سے اونکے چچا عمرو بن اسد کو بلا لائین[۳]۔

حضرت خدیجہ کے باپ حرب فجار مین مارے جاچکے تھے[۴]۔ اس لیے ان کے چچا
عمرو ابن اسد اس وقت آپ کے سرپرست تھے۔ آخر کار رسول اللہ کے چچا ابو طالب اور
تمام اکابر خاندان حضرت خدیجہ کے گھر پر جمع ہوے۔ ابو طالب نے نکاح کا خطبہ پڑھا
اور ۵۰۰ درھم طلائی مہر قرار پایا اوس وقت حضرت خدیجہ کی عمر ۴۰ سال کی تھی[۵]۔

اسلام تمام ارباب سیر کا اتفاق ہے کہ عورتون مین سب سے پہلے ایمان لانے والی خاتون
حضرت خدیجہ ہین۔

جب رسول اللہ صلعم پر ابتدا وحی نازل ہوئی تو آپ ڈر گئے اور اسکا ذکر خدیجہ سے
کیا۔ حضرت خدیجہ نے کہا کہ آپ سچ بولتے ہین، صلہ رحم کا خیال رکھتے ہین، امانت گذار ہین

[۱] طبقات ج ۸ ص ۹ [۲] در المنثور ص ۱۸۰ [۳] طبقات ج ۸ ص ۹ [۴] ایضاً [۵] ایضاً [۶] اصابہ ص ۵۳۹

مان نواز ہین اور مصیبت کے وقت لوگون کی مدد کرتے ہین اللہ آپکو تنہا نہ چھوڑیگا" پھر آپکو
پنے ساتھ اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لیگئین جو اوس زمانہ کے مشہور نصرانی
عالم تھے اور تورات و انجیل پر کماحقہ عبور رکھتے تھے ورقہ نے آنحضرت صلعم سے واقعہ دریافت
کیا آپ نے جو کچھ دیکھا تھا بیان کردیا۔ ورقہ یہ سارا حال سنکر سمجھ گیا اور بولا کہ یہ وہی ناموس ہے
جو موسیٰ پر اُترا تھا کاش کہ مجھ مین قوت ہوتی اور مین اوسوقت تک تمھاری مدد کرنے کے
لیے رہتا جب تمھاری قوم تمکو نکال دیگی" اس کے تھوڑے دن کے بعد ورقہ کا انتقال ہوگیا[1]۔

ابن سعد نے یحیی بن فرات کے حوالہ سے ایک روایت مین اسوقت کے اسلام کی
تصویر کھینچی ہے۔ جو عفیف کندی کے بیان کیے ہوے الفاظ مین درج ذیل کیجاتی ہے۔
مین زمانہ جاہلیت مین مکہ آیا کہ اپنی بیوی کے لیے عطر اور کپڑا خرید کر لیجاؤن۔
عباس بن عبدالمطلب کے پاس ٹھہر گیا، صبح کا وقت تھا، میری نگاہ کعبہ کی طرف تھی عباس
بھی ساتھ تھے۔ اتنے مین ایک جوان شخص آیا، اپنا سر آسمان کی جانب اٹھا کر دیکھا اور پھر
رو بہ قبلہ کھڑا ہوگیا تھوڑی دیر مین ایک لڑکا آیا اور اوس جوان کے داہین طرف کھڑا
ہوگیا، زیادہ وقفہ نہ ہوا تھا کہ ایک عورت آئی اور وہ بھی ان دونون کے پیچھے کھڑی ہوگئی
غرضکہ یہ دونون اوس جوان کے ساتھ نماز پڑھکر چلے گئے تو مین نے عباس سے کہا "عباس!
مین دیکھتا ہون کوئی بڑا انقلاب ہونے والا ہے۔ عباس نے کہا "ہان۔ تم جانتے ہو، یہ
جوان، لڑکا اور عورت کون ہین" مین نے کہا نہین۔ عباس نے کہا "یہ جوان محمد عبداللہ
بن عبدالمطلب میرے بھائی کا بیٹا تھا اور لڑکا علی (ابوطالب بن عبدالمطلب کا بیٹا) تھا
عورت جسکو تم نے دونون کے پیچھے نماز پڑھتے دیکھا میرے جوان بھتیجے (محمد) کی بیوی خدیجہ
بنت خویلد ہے، میرے بھتیجے کا خیال ہے کہ اسکا مذہب خاص الہامی مذہب ہے اور
وہ جو کچھ کرتا ہے خدا کے حکم سے کرتا ہے۔ جہانتک مجھے معلوم ہے تمام روے زمین پر ان
تینون کے سوا کوئی اس دین کا پابند نہین ہے" یہ سنکر مجھے تمنا ہوئی کہ چوتھا مین ہوتا[2]"

آنحضرت صلعم کو اسوقت تبلیغ حق اور اشاعت اسلام مین جتنی مشکلات درپیش تھین
اسکا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ ایک مدت تک اپنی غمگسار بیوی کے ساتھ
چھپ کر نماز پڑھا کیے[3]۔

---

[1] یہ سارا واقعہ تفصیل کے ساتھ صحیح بخاری جلد اول مین درج ہے۔ [2] طبقات جز ۸ ص ۱۱ [3] ایضاً ص ۱

ایسے پر آشوب زمانہ مین حضرت خدیجہ نہ صرف آپ کی ہمخیال اور غمگسار تھین بلکہ ہر موقع پر بڑی حدتک آپ کی مدد کرتی تھین۔ کتب سیر مین اس کی متعدد مثالین موجود ہین۔

آنحضرت صلعم کی آپسے محبت ظاہر ہے کہ ایسی ہمدرد اور دلسوز بیوی جو شوہر کی رضامندی اوس کی اطاعت، اور راحت رسانی مین کوشان رہنے کے علاوہ اپنی عقلمندی سے تمام صدمات کو دور کر دیتی ہو، اور مخالفون اور مشرکون کی مخالفت غیر اہم ثابت کر دیتی ہو وہ شوہر کو کہانتک محبوب نہوگی۔

چنانچہ آپ کا یہ حال تھا کہ خدیجہ کی وفات کے بعد جب تک آپ خدیجہ کا ذکر کرکے اونکی اچھی طرح تعریف نہ کر لیتے تھے۔ گھر سے باہر تشریف نہ لیجاتے تھے[۱]

حضرت عائشہ فرماتی ہین "جتنا رشک مجھے خدیجہ پر تھا کسی بیوی پر نہ تھا۔ ایک دن رسول اللہ صلعم نے اونکا ذکر کیا تو مجھے غیرت آئی اور مین نے کہا کہ وہ بڑھیا تھین، اب اللہ نے آپکو اون سے بہتر بیوی دی ہے"، یہ سنکر آپ غصہ ہوئے، فرط غضب سے موے مبارک کھڑے ہوگئے اور فرمایا "نہین، بخدا مجھے اوس سے بہتر بیوی نہین ملی وہ ایمان لائین جب سب لوگ کافر تھے، اوس نے میری تصدیق کی جب سب نے مجھے جھٹلایا، اوس نے میری مال سے مدد کی جب دوسرون نے محروم رکھا اور اللہ نے مجھے اوس سے اولاد دی۔

حضرت عائشہ کہتی ہین کہ اسکے بعد مین نے اپنے جی مین کہا کہ "آیندہ مین انکا ذکر برائی سے کبھی نہ کرونگی[۲]" رسول اللہ کی محبت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ جب تک خدیجہ زندہ رہین آپ نے کسی دوسری عورت سے شادی نہین کی۔

اخلاق و عادات جناب خدیجہ اولاد پر بہت مہربان تھین امور خانہ داری سے کما حقہ واقف تھین گھر کا انتظام بہت اچھا کرتی تھین۔ انہین خوبیون کا احساس فرماتے ہوئے آنحضرت صلعم نے ان کے حق مین "کانت اُمّ العیال و ربّتہ البیت" فرمایا تھا

آنحضرت صلعم کی تعظیم و تکریم آپ کا شعار تھا اور جو کچھ رسول اللہ فرماتے تھے آپ اوسکی تصدیق کرتی تھین اور یہ حالت آپ کی ہر زمانہ مین رہی، بعثت سے قبل بھی اور بعثت کے بعد بھی[۳]

---

[۱] استیعاب ۷۴۰، ج ۲ ص ۷۴۱ [۲] ایضاً ۷۴۱، ص ۷۴۲ [۳] ایضاً ۷۴۱ اصابہ ۵۴۰۔

فضائل ومناقب حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا چار عورتونکو دُنیا کی تمام عورتون پر فضیلت ہے۔ مریم بنت عمران، آسیہ زوجہ فرعون، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد[1]۔

ابن عباس کہتے ہین کہ رسول اللہ صلعم نے زمین پر چار خط کھینچے اور فرمایا تم جانتے ہو یہ کیا ہے، لوگون نے کہا اللہ اور اوسکے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا جنتی عورتون مین سب سے زیادہ افضل چار بیویان ہین۔ خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد، مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم اہلیہ فرعون[2]۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جتنی تعریف حضرت خدیجہ کی کرتے تھے بیویون مین سے کسی کی نہ کرتے تھے[3]۔

ایک بار حضرت خدیجہ آنحضرت صلعم کی تلاش مین نکلین یہ وہ زمانہ تھا کہ سارا عرب آپ کا دشمن ہو رہا تھا راستہ مین جبرئیل ایک مرد کی صورت مین ملے اور ان سے نبی صلعم کے بابت پوچھا یہ ڈرگئین کہ کوئی دشمن نہو جو آنحضرت کو قتل کر دینا چاہتا ہو۔ گھر ہونچکر آپ سے ملین تو اسکا ذکر کیا، آپ نے فرمایا وہ جبریل تھے، مجھسے کہہ گئے ہین کہ تمکو اون کا سلام پہونچا دون اور جنت مین ایسا گھر ملنے کی بشارت سنا دون جو موتیون سے بنا ہوگا اور جسمین شور و شغب، محنت و تکلیف کا گذر نہوگا[4]۔

حضرت جبرئیل کے سلام پہونچانے کی ایک اور روایت بھی ہے جس سے حضرت خدیجہ کی فراست دینی کا بھی پتہ چلتا ہے۔ یہ روایت حضرت انس سے اس طرح مروی ہے کہ نبی صلعم کے پاس جبریل آئے اور کہا کہ اللہ خدیجہ پر سلام بھیجتا ہے آپ نے خدیجہ سے کہا تو انھون نے جواب مین کہا کہ ان اللہ ھو السلام، و علی جبریل السلام و علیک یا رسول اللہ السلام۔ شرح صحیح بخاری مین علامہ ابن حجر نے اس حدیث کے ذیل مین لکھا ہے کہ یہ قصہ حضرت خدیجہ کے کمال فراست پر دال ہے یعنی انھون نے جواب مین و علیہ السلام نہین کہا صحابہ پہلے تشہد مین السلام علی اللہ کہا کرتے، آنحضرت صلعم نے اون کو منع فرمایا کہ اللہ تعالے کا نام ہی سلام ہے اس کے بدلے التحیات للہ کہو۔ حضرت خدیجہ نے اپنی فہم و فراست سے یہ سمجھ لیا کہ اللہ پر رد و سلام نہ بھیجنا چاہیے کیونکہ اس سے دعاے سلامتی دنیا معلوم ہوتی ہے

[1] استیعاب ص ۷۴۰ [2] ایضاً [3] اصابہ ۱۲۱۵ [4] ایضاً

جوذات باری تعالی کے شایان شان نہین بلکہ اوسکے لیئے نازیبا ہے اس لیے آپ نے ان اللہ ہو السلام کہا۔ گویا اس طرح خالق و مخلوق کے امتیازی مراتب بتا دیے۔ اسی کے ساتھ آپ نے جبریل اور رسول اللہ صلعم پر بھی سلامتی بھیجی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلام بھیجنے والے اور سلام پہونچانے والے دونون کے لیے سلامتی کی دعا مانگنا چاہیے (ماخوذ از دُرۃ البیضا مصنفہ شاہ علی انور ص ۱۱۹ و ۱۲۰)

ابن اسحٰق کہتے ہین حضرت خدیجہ اسلام کی سچی مشیر تھین ؎۔

علامہ ابن عبدالبر کے حوالہ سے صاحب اصابہ لکھتے ہین کہ ایک مرتبہ حضرت رسول اللہ صلعم حضرت فاطمہ کی عیادت کو آئے اور فرمایا بیٹی کیا حال ہے، کہا مین بیمار ہون اور یہ مصیبت مزید بران ہے کہ میرے پاس کچھ کھانے کو نہین ہے فرمایا "بیٹی کیا یہ تمھین پسند نہین ہے کہ تم دنیا کی عورتون کی سردار ہو حضرت فاطمہ بولین ابا جان! پھر مریم بنت عمران کیا ہین فرمایا تم اپنے زمانہ کے عورتون کی سردار ہو۔ مریم امت ماضیہ کی عورتون سے بہتر تھین۔ اور خدیجہ امت موجودہ کی تمام عورتون سے افضل و بہتر ہین۔

اولاد پہلے لکھا جا چکا ہے کہ حضرت خدیجہ کے یکے بعد دیگرے تین شوہر ہوے اور آنحضرت صلعم سے آپ کا چوتھا نکاح تھا۔ حضرت خدیجہ کے ہر ایک کے صلب سے اولاد ہوئی جسکی تفصیل یہ ہے۔

۱۔	ابو ہالہ سے	۱ لڑکا	(ہند)
۲	عتیق سے	۱ لڑکی	(ہند)
۳	صیفی سے	۱ لڑکا	(محمد)

چونکہ آپ کی دو اولادون کا نام ہند تھا اسلیے آپ کی کنیت بھی ام ہند تھی ؎۔

جناب رسالتمآب صلعم کے صلب مبارک سے حضرت خدیجہ کے دو لڑکے ہوے قاسم و عبداللہ (جنکا لقب طاہر و طیب تھا اور انکی ولادت زمانہ اسلام مین ہوئی تھی) اور چار لڑکیان زینب، رقیہ، ام کلثوم، فاطمہ رضی اللہ عنہن ؎۔

آنحضرت صلعم کی تمام اولاد حضرت خدیجہ کے بطن سے ہوئی اور نزول وحی سے قبل ؎ سوائے ابراہیم کے کہ وہ ماریہ کے بطن سے تھے۔

؎ اصابہ ۱۴۸ ؎ ایضاً ؎ طبقات ج ۸ ص ۱۲ ؎ ایضاً ص ۹ ؎ اسد الغابہ ص ۴۳۵ ؎ ایضاً ۴۳۹

گو اسمین اختلاف ہے کہ اولاد ذکور مین حضرت خدیجہ کے بطن سے آنحضرت کے دو صاحبزادے تھے یا ایک مگر زیادہ مشہور یہی ہے کہ دو تھے اور دونون کی وفات بعثت سے قبل ہو چکی تھی قاسم پیر دن چلنے لگے تھے اور عبداللہ بہت کمسن تھے جب انتقال ہوا ہے۔[۱]

علی بن عبدالعزیز جرجانی کا قول ہے کہ آنحضرت صلعم کی اولاد مین سب سے بڑے قاسم تھے، پھر زینب اور کلبی کہتے ہین بڑی اولاد زینب تھین پھر قاسم پھر ام کلثوم پھر فاطمہ، پھر رقیہ اور پھر عبداللہ اور یہی زیادہ صحیح ہے۔[۲]

وفات حضرت خدیجہ نکاح کے بعد آنحضرت صلعم کی خدمت مین ۲۴ سال رہین[۳]۔ نبوت کے آٹھوین سال ہجرت سے تین برس پہلے رمضان کے مہینہ مین وفات پائی اوسوقت تک نماز فرض نہوئی تھی اور حضرت خدیجہ کی عمر ۶۵ سال کی تھی[۴]۔

حضرت خدیجہ کی وفات تک نماز جنازہ بھی نہین پڑھی جاتی تھی یونہی رسول اللہ صلعم نے قبر مین اتارا حجون آپ کا مدفن ہے[۵]۔

ابوطالب اور حضرت خدیجہ کی وفات ایک ہی سال مین ہوئی (بعض تو یہی کہتے ہین کہ ابوطالب کے تین روز بعد حضرت خدیجہ نے انتقال فرمایا) ان متواتر سانحون سے آنحضرت صلعم بہت ملول رہنے لگے کیونکہ خدیجہؓ آپ کی اور اسلام کی سچی غمخوار تھین اور ابوطالب آپ کے شفیق و سرپرست چچا تھے[۶]۔ آپ کے اس ملال مین اسوقت تک کمی نہوئی جب تک حضرت عائشہ سے نکاح نہ ہو گیا۔

۱ے اسد الغابہ ج۵ ص۴۳۵ ۲ے ایضاً ص۴۳۵ ۳ے اسد الغابہ ج۵ ص۴۳۵ ۴ے طبقات ج۸ ص۱۱ ۵ے ایضاً ص۱۱ ۶ے مسند احمد ج۶ ص۲۹۴-

ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ

نام ونسب   ان کا نام سودہ ہے باپ کا نام زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبد ود عامری تھا اور ماں کا شموس بنت قیس بن زید بن عمرو عامریہ۔

نکاح   انکا نکاح ان کے چچا زاد بھائی سکران بن عمرو سے ہوا تھا جب سکران بن عمرو سرزمین حبش سے مکہ آگئے[1] تو سودہ بھی ان کے ساتھ تھیں۔ سکران بن عمرو اور حضرت سودہ دونوں کے اسلام اور ہجرت کا زمانہ ایک ہے۔ سکران نے مکہ میں وفات پائی[2] جب عدت کے دن پورے ہوگئے، تو رسول اللہ صلعم نے اپنے نکاح کا پیغام دیا اور سودہ کی طرف سے حاطب بن عمر بن عبد شمس کی ولایت میں نکاح ہوگیا۔ حضرت سودہ پہلی خاتون ہیں جو حضرت خدیجہ کے بعد آنحضرت صلعم کے نکاح میں آئیں۔

اسکی تفصیل یوں لکھی ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون کی بیوی خولہؓ آنحضرت صلعم کی خدمت میں آئیں۔ ان دنوں آپ حضرت خدیجہ کے انتقال کی وجہ سے بہت مغموم رہتے تھے، تنہائی کا رنج بہت ستاتا تھا۔ خولہ نے عرض کیا یا رسول اللہ، میں خدیجہ کی وفات سے آپکو بہت ملول دیکھتی ہوں آپ نے فرمایا ہاں، ہے تو کچھ ایسا ہی خولہ نے کہا پھر میں آپ کا نکاح کیوں نہ کرا دوں[3] آنحضرت صلعم نے اسے منظور فرمایا۔ تو خولہ نے سودہ کو خوشخبری سُنائی۔ سودہ نے قبول کیا مگر کہا میرے والد سے بھی دریافت کرو، غرضکہ سب مراحل طے ہو جانیکے بعد سنہ۱۰ نبوی میں ان کے باپ زمعہ نے آنحضرت صلعم سے ۴۰۰ درہم مہر پر نکاح پڑھا دیا[4]

زمعہ بہت بوڑھے تھے اس لیے ممکن ہے کہ حاطب بن عمرو بن عبد شمس ولی بنا دیا گئے ہوں جیسا کہ پہلے لکھا گیا۔

---

[1] طبقات ج۸ ص۳۶ روایت محمد بن عمر [2] ایضاً ص۳۶ [3] ایضاً ص۳۶ [4] زرقانی ج۳ ص۲۶۱۔

اس نکاح کے بعد سودہ کے بھائی عبد اللہ بن زمعہ جو اسوقت کافر تھے آئے اور ان کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو بہت متاسف ہوئے اور سر پر خاک ڈالی۔ اسلام لانے کے بعد جب اپنی اس حرکت پر خیال کرتے تھے تو انکو بہت افسوس ہوتا تھا[1]

عام حالات ہشام بن محمد کے حوالہ سے ابن سعد نے لکھا ہے کہ جس زمانہ مین سودہ اپنے پہلے شوہر سکران بن عمرو کے پاس تھین انھون نے خواب مین دیکھا کہ رسول اللہ صلعم آئے اور آپ نے اپنے پانون، سودہ کی گردن پر رکھدیئے سودہ نے یہ خواب اپنے شوہر سے بیان کیا انھون نے کہا بخدا اگر تونے واقعی یہ خواب دیکھا ہے تو مین مرجاؤنگا اور رسول اللہ صلعم تجھ سے نکاح کرینگے۔ دوبارہ پھر ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ مین تکیہ کے سہارے لیٹی ہون اور چاند آسمان کا پھٹ کر مجھپر گر پڑا ہے، اس کا ذکر بھی سکران سے کیا۔ سکران نے کہا مین عنقریب مرجاؤن گا اور تم میرے بعد نکاح کر دگی۔ اسی دن سکران بیمار ہوئے اور چند روز مین انتقال کر گئے[2]۔

حضرت سودہ اور حضرت عائشہ کے نکاح کی مدت مین زیادہ فرق نہین ہے تھوڑے دنون کا آگا پیچھا ہے۔ بہر حال حضرت عائشہ کے نکاح سے قبل سودہ سے آنحضرت صلعم کا نکاح ہو چکا تھا اور دونون بیویون کے تعلقات مین کسی قسم کی کشیدگی نہ تھی۔ واقعات سے ظاہر ہے کہ آپسمین موانست اور رشتہ اتحاد قائم تھا۔ اکثر امور خانگی مین وہ حضرت عائشہ کو مشورہ دیتی تھین[3]

حضرت سودہ کا قد نکلتا ہوا تھا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ وہ اپنی قد کی درازی کی وجہ سے فوراً پہچان لی جاتی تھین[4]۔ ایک مرتبہ قضائے حاجت کے لیے جنگل کیطرف نکل گئین، حضرت عمر نے ان کو پہچان لیا، اس سے قبل جناب عمر ازواج مطہرات کے باہر نکلنے پر اظہار ناپسندیدگی اور پردہ کی تحریک کر چکے تھے، اس لیے ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ سودہ ہم نے تمکو دیکھ لیا۔ سودہ کو بہت برا معلوم ہوا اور اسکی شکایت آنحضرت صلعم سے کی[5]

یہ واقعہ نزول حجاب سے پہلے کا ہے امام بخاری اسی کے بعد آیۂ حجاب کا نزول بتاتے ہین۔

---

[1] زرقانی ج ۳ ص ۲۶۰ [2] ایضاً [3] طبقات ج ۸ ص ۳۹ [4] صحیح بخاری باب السدایا دیاب التحریم [5] صحیح بخاری

حجۃ الوداع مین، آنحضرت صلعم نے ازواج مطہرات سے فرمایا کہ اب اس حج کے بعد گھر سے نہ نکلنا۔ ابوہریرہ رض کا بیان ہے کہ آپ کی وفات کے بعد اور بیویان حج کرتی تھین مگر سودہ بنت زمعہ اور زینب بنت جحش نے اس حکم کی سختی سے تعمیل کی اور گھر سے باہر نہ نکلین [1]۔

حضرت سودہ کہا کرتی تھین مین نے حج کیا، عمرہ ادا کیا، اب اپنے گھر مین بیٹھی ہون جیسا مجھے خدا نے حکم دیا ہے [2]۔

سنہ ۱۰ھ کے حج مین حضرت سودہ بھی آنحضرت صلعم کے ساتھ تھین چونکہ بدن کی فربہ تھین اور تیز چلنے سے معذور۔ اس لیے آنحضرت صلعم نے لوگون کے مزدلفہ سے روانہ ہونے سے پہلے ان کو چلے جانے کی اجازت دے دی تاکہ اونکو ہجوم سے تکلیف نہ پہنچے [3]

اخلاق وعادات حضرت سودہ کے ایثار اور اونکی اطاعت شعاری کا حال مذکورہ بالا روایتون سے بھی ہو گیا ہوگا ذیل مین وہ روایات درج کی جاتی ہین جن سے اون کے بقیہ اوصاف واخلاق کی حالت معلوم ہوگی۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سودہ کے پاس تھیلی مین کچھ درہم بھیجے سودہ نے کہا یہ کیا ہے لوگون نے کہا "درہم" بولین "تھیلی مین کھجورون کی طرح؟ یہ کہہ کر اسیوقت سب تقسیم کر ڈالے [4]۔

حضرت عائشہ فرماتی ہین مین نے کسی عورت کو حسد سے خالی نہ دیکھا سوائے سودہ کے۔ نہ علاوہ سودہ کے کسی عورت کی نسبت میری یہ تمنا ہوئی کہ میری روح اسکے قالب مین ہوتی [5]۔

حضرت سودہ مزاج کی تیز تھین اور بعض اوقات ذراسی بات مین ناراض ہوجاتی تھین [6]۔ مگر ساتھ ہی ظرافت کا پاکیزہ مذاق بھی قدرت سے ودیعت ہوا تھا اور اکثر آنحضرت صلعم کو اپنی رفتار سے ہنسا دیتی تھین [7]۔

ایک بار حضرت سودہ نے آنحضرت صلعم سے کہا "کل رات کو مین نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی آپ اتنی دیر تک رکوع مین رہے کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہین میری نکسیر نہ پھوٹ جائے

---

[1] طبقات ج ۸ ص ۳۷ [2] ایضاً ص ۳۸ [3] صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲۸ [4] طبقات ج ۸ ص ۳۸

[5] ایضاً ص ۳۷ وصحیح بخاری، [6] طبقات ابن سعد ج ۸، [7] ایضاً،

ور خون بہنے لگے اسلیے مین اپنی ناک پکڑے رہی۔ آپ نے یہ سنکر تبسم فرمایا[۱]۔

وفات حضرت عمرؓ کا عہد خلافت قریب الختم تھا جب حضرت سودہ کی وفات ہوئی[۲] یہ قول علامہ ابن عبدالبر کا ہے اور اسی پر امام بخاری و دیگر ثقات محدثین کا اتفاق ہے۔

عفان بن مسلم کے حوالہ سے ابن سعد نے لکھا ہے کہ ایک دن سب ازواج مطہرات جمع ہوئین اور آنحضرت صلعم سے کہا "یا رسول اللہ ہم مین کون سب سے پہلے آپ سے ملیگا" فرمایا جو تم مین سب سے زیادہ بڑے ہاتھ والا ہوگا آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد سب بیویان ایک دوسرے کے ہاتھ ناپا کرتی تھین سودہ کا ہاتھ سب سے بڑا نکلتا تھا[۳] جب سب سے پہلے زینب بنت جحش کی وفات ہوئی تو معلوم ہوا کہ طول ید سے مراد صدقہ تھا جو حضرت زینب کو بہت محبوب تھا محمد بن عمرو بھی اس حدیث کو سودہ کے حق مین غلط بتاتے ہین اور واقعہ بھی یہی ہے کیونکہ یہ حدیث زینب بنت جحش سے متعلق ہے جن کی وفات آنحضرت صلعم کی ازواج مین سب سے پہلے حضرت عمر کے زمانہ خلافت مین ہوئی سودہ بنت زمعہ اسوقت زندہ تھین[۴]۔

اولاد ان کی اولاد کے حال سے اکثر کتب سیر خالی ہین۔ زرقانی (جلد سوم صفحہ ۲۶۰) مین لکھا ہے کہ ان کے صرف پہلے شوہر سے ایک لڑکا ہوا تھا جس کا نام عبدالرحمن تھا۔ اور جو جنگ جلولار (فارس) مین رتبہ شہادت سے فائز ہوا۔

[۱] استیعاب ص ۷۵۰ - [۲] طبقات ج ۸ ص ۳۷ [۳] ایضاً [۴] ایضاً

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضؓ

نام نسب، کنیت، لقب   عائشہ نام، ام عبداللہ کنیت، صدیقہ لقب، باپ کا نام ابوبکر بن ابی قحافہ بن عثمان بن عامر بن عمر بن کعب بن سعد بن تیم تھا اور ماں کا نام ام رومان بنت عامر بن عویمر بن عبد شمس بن عتاب بن اذینہ بن سبیع بن دہمان بن حارث بن غنم بن مالک بن کنانہ ۔ یعنی حضرت عائشہ باپ کی طرف سے تمیمیہ اور ماں کی طرف سے کنانیہ ہین۔

حضرت عائشہ کے کوئی اولاد نہ تھی، اس لیے کنیت بھی نہ تھی ۔ چونکہ عرب مین کنیت، شرافت کا نشان سمجھی جاتی ہے اسلیے آپکو اسکا زیادہ خیال تھا ۔ ایک بار آپ نے آنحضرت صلعم سے کہا "یا نبی اللہ اور عورتین کنیت سے مشہور ہین میری بھی کنیت تجویز فرما دیجیے"، آنحضرت صلعم نے فرمایا تم اپنی کنیت عبداللہ کے نام سے رکھ لو عبداللہ حضرت عائشہ کی بہن کے بیٹے تھے[1]

ولادت   تاریخ کی کتابون مین بالعموم حضرت عائشہ کا سال ولادت نظرانداز کر دیا گیا ہے لیکن چونکہ وہ ہجرت سے تین سال پہلے آنحضرت صلعم کے نکاح مین آئین جبکہ اونکی عمر ۶ سال تھی اور اسپر ارباب تحقیق کا اتفاق ہے اس لیے اون کا سال ولادت ۹ سنہ قبل ہجرت قرار پاتا ہے۔

طفولیت   حضرت عائشہ کا عالم طفولیت بھی عام بچون سے ممتاز تھا اور ان کے بچپن مین بھی وہ خصوصیات پائی جاتی تھین جن سے انکی ذکاوت و ہوشمندی کا پتہ لگا لینا چندان دشوار نہ تھا۔

عہد طفولیت کی باتین عموماً دل سے فراموش ہو جاتی ہین مگر حضرت عائشہ کو اپنے لڑکپن کی ایک ایک بات یاد تھی ۔ جب رسول اللہ نے ہجرت فرمائی تو ان کی عمر کا آٹھوان

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۳ سنہ ۵ اصابہ ص ۶۹۱

ان سال تھا لیکن ہجرت کے واقعات کا تسلسل جتنا حضرت عائشہ کے حافظہ کا ممنون ہے
ں دوسرے صحابی کا نہین۔
بخاری نے تفسیر سورہ قمر مین لکھا ہے کہ جب آیہ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ
دھی وامرّ مکہ مین نازل ہوئی تو اسوقت حضرت عائشہ کھیل رہی تھین۔ دیکھیے یہ واقعہ بھی
ام بخاری نے حضرت عائشہ ہی کی زبانی نقل کیا ہے۔
ایکمرتبہ حضرت عائشہ گڑیان کھیل رہی تھین کہ رسول اللہ صلعم پہونچ گئے گڑیون
مین ایک گھوڑا بھی تھا جس کے دائین بائین دو پر لگے ہوے تھے آپ نے استفسار
فرمایا عائشہ یہ کیا ہے؟ جواب دیا کہ گھوڑا ہے آپ نے فرمایا کہ گھوڑون کے تو پر نہین
ہوتے انھون نے برجستہ کہا کیون؟ حضرت سلیمان کے گھوڑون کے تو پر تھے۔ آپ اس
بیساختہ پن پر مسکرا دیے
حضرت عائشہ کا اپنی ہمجولیون سے کھیلنا بکثرت روایتون مین مختلف طریقون سے
آیا ہے اور بہت مشہور ہے اسلیے ہم اس موضوع پر زیادہ تفصیل غیر ضروری سمجھتے ہین
بہر حال اسکا یقین دلانے کے لیے کہ ممتاز ہستیون کا عالم طفولیت بھی ممتاز ہوتا ہے
حضرت عائشہ کا مذکورہ بالا واقعہ بہت کافی ہے۔
نکاح حضرت سودہ کے حالات مین لکھا جا چکا ہے کہ آنحضرت صلعم کو مغموم دیکھکر حضرت
عثمان بن مظعون کی بیوی خولہ نے آپ سے نکاح کی فرمائش کی تھی مگر یہ ذکر عمداً ترک
کر دیا گیا تھا کہ خولہ سے آنحضرت صلعم نے استفسار فرمایا تھا کہ کس سے کرون تو خولہ نے
عرض کیا "کنواری اور بیوہ دونون طرح کی عورتین موجود ہین۔ سودہ بنت زمعہ بیوہ ہین
اور عائشہ بنت ابی بکر کنواری جس کی نسبت فرمایئے سلسلہ جنبانی کیجائے"
غرض خولہ آنحضرت صلعم کا ایما پاکر حضرت ابو بکر کے یہان آئین اور ان سے ذکر
کیا۔ اس زمانہ مین منہ بولے بھائی کی حیثیت سگے بھائی سے کم نہ تھی اور یہ رسم زمانہ جاہلیت سے
چلی آتی تھی حضرت ابو بکرؓ نے تعجب سے کہا کیا بھائی کی بیٹی سے نکاح ہو سکتا ہے۔ خولہ
نے رسول اللہ صلعم سے پوچھا آپ نے فرمایا ابو بکر میرے دینی بھائی ہین اور ایسے
بھائیون کی اولاد سے نکاح جائز ہے[۳]۔

---

[۱] ابوداؤد کتاب الادب [۲] صحیح بخاری باب تزویج الصغار من الکبار ص ۷۶۰ –

حضرت عائشہ اس سے قبل جبیر بن مطعم کے بیٹے سے منسوب ہو چکی تھین اس لیے حضرت ابوبکر نے جبیر سے پوچھا مگر ابھی جبیر کا خاندان اسلام سے ناآشنا تھا اسلیے جبیر کی ماں نے یہ کہہ کر کہ اس لڑکی کے آنے سے ہمارا لڑکا لامذہب ہو جائیگا صاف انکار کر دیا[1]

جب تمام امور طے ہو گئے تو چھ سال کی عمر مین حضرت عائشہ نبوت کے دسویں برس ہجرت سے تین سال پہلے آنحضرت صلعم کے حبالۂ نکاح مین آگئین[2]

یہ نکاح شوال کے مہینہ مین ۵۰۰ درہم مہر پر ہوا تھا[3] جو عموماً ازواج مطہرات کا مقررہ مہر تھا[4]

حضرت عائشہ کا نکاح جس سادگی سے ہوا اسکا اندازہ خود انکی روایت سے ہو سکتا ہے آپ فرماتی ہین کہ "جب رسول اللہ صلعم نے مجھسے عقد فرمایا تو مین لڑکیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔ جب تک میری والدہ نے مجھے گھر سے باہر نکلنے سے منع نہ کر دیا اسوقت تک مجھے نکاح کا حال بھی نہ معلوم ہوا[5]

اس نکاح کی بشارت آنحضرت صلعم کو پہلے ہو چکی تھی آپ نے خواب مین دیکھا تھا کہ ایک شخص کوئی چیز ریشم مین لپیٹ کر دکھا رہا ہے اور کہتا ہے یہ تیری ہے، آپ نے کھولا تو حضرت عائشہ تھین[6]

ہجرت و رخصت جب آنحضرت صلعم مدینہ پہونچگئے تو آپ نے اہل و عیال کو لانے کے لیے زید بن حارثہ اور اپنے غلام ابورافع کو بھیجا اور ان دونوں کو دو اونٹ اور پانچسو درہم جو آپنے حضرت ابوبکر سے فراہمی ضروریات کے لیے حاصل کیے تھے دے دیے۔ حضرت ابوبکر نے بھی ان کے ساتھ عبداللہ بن اریقط کو دو یا تین اونٹ دیکر روانہ کر دیا اور اپنے بیٹے عبداللہ سے کہلا بھیجا کہ حضرت عائشہ اور انکی بہن اسماء کو اپنی ماں ام رومان کے ساتھ لے آئین۔

جب یہ سب لوگ مکہ سے چلنے لگے تو طلحہ بن عبداللہ بھی بارادۂ ہجرت ساتھ ہو لیے ابورافع اور زید بن حارثہ کے ساتھ حضرت فاطمہ، حضرت ام کلثوم، حضرت سودہ بنت زمعہ ام ایمن اور اسامہ بن زید تھے اور عبداللہ بن ابی بکر کے ہمراہ ام رومان اور عبداللہ کی

---

[1] مسند احمد جزو ۶ ص ۲۱۱ [2] طبقات جز ۸ ص ۴۰ [3] ایضاً ۴۳ [4] صحیح مسلم کتاب النکاح۔
[5] طبقات ج ۸ ص ۴۰ [6] ایضاً ص ۴۴۔

دونون بہنین (عائشہ، اسماء) تھین۔ جسوقت یہ سارا قافلہ میدان منیٰ مین پہونچا تو جس اونٹ پر حضرت عائشہ اور اونکی والدہ ام رومان بیٹھی تھین بھاگ نکلا۔ ام رومان بہت بیقرار ہوئین اور واویلا کرنے لگین، بارے اونٹ پکڑا گیا اور اللہ نے سبکو سلامت رکھا۔ پھر یہ قافلہ مدینہ پہنچا اوسوقت آنحضرت صلعم مسجد نبوی اور اوس کے آس پاس کے مکانات تعمیر کرا رہے تھے ایک مکان مین حضرت سودہ اور آپ کی اولاد ٹھہرا دی گئین[1]

اور حضرت عائشہ بنو حارث کے محلہ مین اپنے عزیزون کے ساتھ حضرت ابوبکر کے گھر مین اترین۔ چونکہ مدینہ کی آب و ہوا ناموافق تھی اسلیے ابتدا اکثر مہاجرین بیمار ہوگئے۔ حضرت ابوبکرؓ بھی اس بلا سے نہ بچ سکے، بڑی شدت سے بخار کا حملہ ہوا، حضرت عائشہ تیمار دار تھین، پھر حضرت ابوبکر کے صحتیاب ہونے کے بعد خود بیمار ہوگئین اور شدت علالت سے سر کے تمام بال گر گئے[2]

غرض ان مصیبتون سے نجات ہوئی تو حضرت ابوبکر نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ اب آپ عائشہ کو رخصت کیون نہین کرا لیتے، آپ نے فرمایا "مہر نہونے سے مجبور ہون" حضرت ابوبکر نے اپنے پاس سے مہر کے پانچسو درہم بطور قرض آپ کی خدمت مین پیش کیے وہی آپ نے حضرت عائشہ کے پاس بھیجدیے[3]

یہ تھا حضرت عائشہ کی رخصتی کا ماجرا جو شوال سلہ ھ مین ان کی ۹ سالہ عمر مین پیش آیا۔

یہ بھی ایک اتفاق کی نادر مثال ہے کہ حضرت عائشہ کا نکاح بھی شوال ہی مین ہوا اور رخصت بھی۔ اسی لیے آپ اس مہینہ مین شادی کی تقریب زیادہ پسند کرتی تھین اور فرماتی تھین "میرا نکاح اور رخصت دونون شوال مین ہوئین بااینہمہ شوہر کے نزدیک مجھسے زیادہ خوش قسمت کوئی نہین"[4]

بات یہ تھی کہ کسی زمانہ مین شوال ہی کے مہینہ مین طاعون کا دورہ ہوا تھا[5] اسلیے لوگ اس مہینہ کو منحوس سمجھتے تھے۔ آنحضرت صلعم کا اس مہینہ مین نکاح کرنا اور رخصت کرانا گویا عرب کی اوہام پرستی کا سدباب تھا۔

عام حالات حضرت عائشہ کے اسلام کے متعلق کچھ لکھنا تحصیل حاصل ہے حضرت ابوبکر صدیق

---

[1] صحیح بخاری باب الہجرۃ [2] طبقات ج ۸ ص ۴۳ [3] ایضاً ۴۱ [4] مسلم [5] ایضاً۔

دعوت اسلام پرسب سے پہلے لبیک کہنا اظہر من الشمس ہے۔ پھر ظاہر ہے کہ جب حضرت عائشہ
کی آنکھین کھلی ہونگی تو گھر مین کفر و شرک کا پتہ بھی نہین ہوگا، چنانچہ وہ خود بھی فرماتی ہین
کہ جب سے مین نے اپنے والدین کو پہچانا اونکو مسلمان پایا[1]
اب رہی تعلیم و تربیت تو وہ سب آنحضرت صلعم کی زوجیت مین آنے کے بعد تکمیل کو
پہونچی، اور اس لحاظ سے جسقدر رذہی وقعت ہے ظاہر ہے۔
حضرت عائشہ کی زندگی مین جو واقعات زیادہ اہم ہین انکے چار عنوان ہوسکتے
ہین۔ افک، ایلا، تحریم، تخیر، یہ واقعات بہت مشہور ہین اس لیے مختصراً قلمبند کیے جاتے ہین۔
افک یعنی حضرت عائشہ پر تہمت کا واقعہ غزوۂ مریسیع کے سفر مین پیش آیا، حضرت عائشہ
آنحضرت صلعم کے ساتھ تھین چلتے وقت اپنی بہن حضرت اسماء سے ایک ہار عاریۃً لے لیا
تھا وہی پہنے ہوئے تھین۔ اسوقت اونکی عمر چودہ سال کی تھی۔ اثناے راہ مین ایک جگہ
رات کو قافلہ نے قیام کیا۔ حضرت عائشہ قضاے حاجت کے لیے پڑاو سے دور نکل گئین
فارغ ہوکر واپس آئین تو گلے پر ہاتھ پڑ گیا۔ دیکھا تو ہار نہ پایا۔ ایک تو کمسنی مین یونہی زیور کا
بہت شوق ہوتا ہے دوسرے مانگے کی چیز تھی، اسلیے بہت گھبرائین، نا تجربہ کاری سے
خیال کیا کہ قافلہ کی روانگی سے پہلے وہ ہار ڈھونڈھ کر پہونچ جائین گے، ادھر قافلہ تیار
تھا، یہ بغیر کسی کو اطلاع کیے ہوئے ہار کی تلاش مین مصروف ہوگئین، تھوڑی دیر کی جستجو
مین ہار ملگیا اب جو آئین تو قافلہ روانہ ہوچکا تھا۔ مجبوراً چادر اوڑھ کر وہین پڑ رہین۔ صفوان
بن معطل ایک صحابی تھے اور انتظامی ضروریات کے لیے لشکر کے پیچھے پیچھے رہتے تھے
صبح کو وہ پڑاو پر آئے تو حضرت عائشہ کو پہچان لیا کیونکہ نزول حجاب سے پہلے وہ ان کو
دیکھ چکے تھے۔ پاس آکر افسوس کیا اور اونٹ پر بٹھا کر منزل کا رخ کیا۔ دوپہر کے وقت
قافلہ سے ملگئے۔

اس طرف منافقین دن رات اسی کوشش مین رہتے تھے کہ جس طرح ہوسکے آنحضرت
صلعم اور آپ کے اصحاب دبواحق کو بدنام کرین اور انکی یہ کوششین بڑی شد و مد سے جاری
تھین عبداللہ بن اُبی اس گروہ کا سردار تھا، اوسنے مشہور کردیا کہ معاذ اللہ اب وہ پاکدامن
نہین رہین۔ منافقون کی اس شرارت کا اثر بعض معدودے چند مسلمانون پر بھی ہوا اور د

[1] بخاری ج ۱ ص ۵۵۲۔

بھی غلط فہمی سے ایک حد تک اس سازش مین شریک پائے گئے ۔ مگر واقعہ تھا بے بنیاد
جسکی ذرا بھی اصل نہ تھی، تحقیق و اطمینان کامل کے بعد حضرت عائشہ کی بیگناہی اور منافقین
کی فتنہ پردازی ثابت ہوگئی تاہم ان باتون کا اثر حضرت عائشہ پر بہت ناگوار پڑا اور وہ
مارے صدمہ کے بیمار ہوگئین۔ جب تمام ذرائع اطمینان کمل ہوگئے حتی کہ خود آنحضرت صلعم
کے اس ارشاد کے مطابق کہ اگر عائشہ پاک ہے تو خدا خود اسکی طہارت کی گواہی دیگا
آیۂ برارت نازل ہوئی اس آیۃ مین تفصیل سے حضرت عائشہ کی بیگناہی کا صاف لفظون
مین اظہار کیا گیا۔ مثلاً

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ۔	یعنی جب تم نے یہ سنا تو مومن مردون اور مومن عورتون کی نسبت نیک گمان کیون نہین کیا اور کیون نہ کہا کہ یہ صریح تہمت ہے ۔

سورۂ نور کی دس بارہ آیتون مین یہ بیان ختم ہوا ہے جسکو تفصیل مطلوب ہو قرآن شریف
مین دیکھ لے ۔

اب حضرت عائشہ کا دل ٹھکانے ہوا، ماں نے کہا بیٹی اٹھو اور شوہر کے قدم لو
حضرت عائشہ نے بغرور نسوانی جواب دیا مین صرف اپنے خدا کی شکر گذار ہون اور
کسی کی ممنون نہین [1]"

تحریم کا واقعہ چونکہ حضرت حفصہؓ سے زیادہ نسبت رکھتا ہے اس لیے اسکا ذکر
ان کے حالات مین کیا جائیگا ۔ ایلا کی صورت یہ تھی کہ غلہ اور کھجور کی جو مقدار ازواج
مطہرات کے لیئے مقرر تھی وہ یون بھی کم تھی اور فیاضیون اور مہمان نوازیون کی بدولت
اور بھی کفایت نہ کرتی تھی، اس لیے سب بیویون نے یہ دیکھ کر کہ فتوحات سالانہ محاصل
اور اموال غنیمت کا کافی ذخیرہ موجود ہے آنحضرت صلعم سے اس ناکافی مقدار مین اضافہ
کی خواہش کی، چونکہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ آنحضرت (روحی فداہ) کی زنانہ زندگی
کے معنوی محرم تھے اس لیے دونون نے اپنی صاحبزادیون کو سمجھا کر اس مطالبہ سے باز
رکھا دیگر ازواج اپنی بات پر قائم رہین۔ اتفاقاً اسی زمانہ مین آپ گھوڑے سے گر پڑے
پہلوے مبارک مین۔ ایک درخت کی جڑ سے خراش آگئی حضرت عائشہ کے حجرہ سے متصل

[1] یہ تمام واقعہ صحیح بخاری صحیح مسلم و مسند و ابن ہشام سے ماخوذ ہے۔

ایک بالاخانہ تھا آنحضرت صلعم نے یہین قیام فرمایا اور عہد کیا کہ ایک مہینہ تک ازواج مطہرات سے نہ ملینگے، منافقین نے مشہور کردیا کہ آپ نے بیویون کو طلاق دیدی حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی تو مسجد نبوی مین آئے تمام صحابہ کو رنجیدہ اور سر بگریبان پایا۔ آنحضرت صلعم کی خدمت مین باریابی کی اجازت چاہی، تیسری مرتبہ اجازت ہوئی دیکھا تو آپ ایک کھری چارپائی پر لیٹے ہین، جسم مبارک مین بان کے نشان بن گئے ہین ادھر ادھر چند مٹی کے برتن پڑے ہوئے ہین، یہ حالت دیکھکر آبدیدہ ہوگئے اور عرض کیا یارسول اللہ کیا آپ نے بیویون کو طلاق دیدی، فرمایا نہین۔ حضرت عمر نے یہ خوشخبری عام مسلمانونکو سنائی یہ مہینہ اونتیس دن کا تھا حضرت عائشہ کہتی ہین " مین ایک ایک روز گنتی تھی ۲۹ دن ہوے تو آپ بالاخانہ سے اتر آئے"، سب سے پہلے حضرت عائشہ کے پاس تشریف لے گئے عرض کی یارسول اللہ آپ نے ایک مہینہ کا عہد فرمایا تھا ابھی تو انتیس ہی دن ہوے ہین" فرمایا" مہینہ کبھی ۲۹ کا بھی ہوتا ہے"[1]

اس واقعہ کے بعد ایک دن آپ حضرت عائشہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا عائشہ! مین تمسے ایک بات کہتا ہون لیکن تمکو جواب مین بغیر والدین سے مشورہ کیے ہوے جلدی نہ کرنا چاہیے حضرت عائشہ نے عرض کیا یا نبی اللہ وہ کیا بات ہے تو آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

یاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ؕ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا (سورہ احزاب)	اے نبی! اپنی بیویون سے کہدے کہ اگر تم کو دنیوی زندگی اور اوسکی آرائش مطلوب ہے تو آؤ مین تمکو اچھی طرح رخصت کردون، اگر خدا اور اوسکا رسول اور آخرت کا گھر پسند ہے تو تم مین سے نیک عورتون کے لیے اللہ نے بڑا ثواب رکھا ہے۔

حضرت عائشہ نے کہا یارسول اللہ " مین والدین سے کس بات مین مشورہ کرون مین تو اللہ اور اوسکے رسول اور دار الآخرۃ کو اختیار کرتی ہون۔ یہ جواب آنحضرت صلعم نے پسند فرمایا اور آپ کے روے مبارک پر مسرت کے آثار ظاہر ہوے۔ پھر فرمایا مین یہی

[1] ابوداؤد، و صحیح مسلم باب الایلاء

بات تمھاری ساتھ والیون سے کہونگا حضرت عائشہ نے کہا میرے جواب سے انکو نہ خبر فرمائیے گا آپ نے منظور فرمایا[1] اور دیگر ازواج سے بھی یہی گفتگو فرمائی انہون نے بھی یہی جوابدیا[2]

مذکورہ بالا آیۃ کو آیۃ تخییر اسلیے کہتے ہین۔ کہ بیویون کی خاطرسے دنیوی آسائش طلبی پیغمبر کی شان سے بعید تھی، اس لیے اس آیۃ سے سبکو اختیار دیا گیا کہ جو خدا و رسول کو پسند کرے وہ رہے ورنہ رخصت ہو۔

آنحضرت صلعم کو حضرت عائشہ سے بہت محبت تھی حتی کہ فضل و کمال و دیگر اوصاف کے اعتبار سے آپ کو حضرت عائشہ تمام ازواج سے زیادہ محبوب تھین۔ اسکا اندازہ آپکے ارشاد سے ہوسکتا ہے کہ "الٰہی جو چیز میرے امکان مین ہے (یعنی مساوات بین الازواج) مین امین عدل سے باز نہین آتا لیکن جو میرے امکان سے باہر ہے (یعنی عائشہ کی قدر و محبت) اوسکو معاف کرنا"[3] حضرت عمرو بن عاص نے آنحضرت صلعم سے پوچھا یا حضرت آپکو دنیا مین سب سے زیادہ کون عزیز ہے، فرمایا "عائشہ" کہا مین مردون مین پوچھتا ہون، فرمایا "عائشہ کا باپ"[4]۔

اسکے علاوہ بھی اور واقعات ہین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم حضرت عائشہ پر بہت مہربان تھے اور خصوصیت کے ساتھ انکی قدر کرتے تھے۔ مثلاً حضرت عمر نے بہ نسبت اور ازواج کے حضرت کو اپنے زمانۂ خلافت مین دو ہزار درہم زیادہ دیے کیونکہ وہ آنحضرت صلعم کی نہایت محبوب بیوی تھین[5]۔

یہی حال حضرت عائشہ کی محبت کا تھا آنحضرت صلعم کے ساتھ چنانچہ بعض اوقات ایسا اتفاق ہوتا کہ حضرت عائشہ رات کو بیدار ہوجاتین اور آپ کو پاس نہ دیکھتین تو مضطرب ہوتین ایک دفعہ یہی صورت پیش آئی اور بمقتضائے عشق است و ہزار بدگمانی خیال ہوا کہ شاید آپ کسی اور بیوی کے پاس تشریف لیگئے ہون ادھر ادھر تلاش کیا تو دیکھا آپ تسبیح و تہلیل مین مصروف ہین اپنی غلط خیالی پر نادم ہوئین اور بے اختیار زبان سے نکل گیا میرے ماں باپ قربان، مین کس خیال مین ہون اور آپ کس حال مین ہین۔[6]

محبت شوہر رسول اللہ صلعم نے جن کپڑون مین انتقال فرمایا حضرت عائشہ نے اون کو

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۱۲ صحیح مسلم باب الایلا [2] ایضاً [3] ابو داؤد باب القسم بین الزوجات [4] طبقات ج ۸ ص [5] ایضاً ص [6] نسائی باب الغیرۃ و باب الدعا فی السجود۔

محفوظ رکھا تھا۔ چنانچہ ایک دن اونھون نے ایک صحابی کو آپ کا تہ بند اور ایک کمل دکھا کر کہا کہ خدا کی قسم آپ نے انھی کپڑون مین انتقال فرمایا تھا۔[1]

حضرت عائشہ گو رسول اللہ صلعم کو نہایت محبوب تھین لیکن اس محبوبیت کا کوئی اثر رسول اللہ صلعم کی خدمت پر نہین پڑتا تھا بلکہ سب سے زیادہ اونھی کو آپ کا شرف خدمت حاصل تھا رسول اللہ صلعم کمال طہارت کی وجہ سے مسواک کو بار بار دھلوایا کرتے تھے اور اس پاک خدمت کا انصرام حضرت عائشہ کے ذمہ تھا۔[2]

ایک بار آپ ایک کمل اوڑھکر مسجد مین تشریف لائے ایک صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ اس پر دھبے نظر آتے ہین آپ نے اوسکو غلام کے ہاتھ حضرت عائشہ کے پاس بھیجدیا۔ کہ دھوکر خشک کرکے بھیجدین حضرت عائشہ نے پانی منگایا اپنے ہاتھ سے دھو کر فارغ ہوئے۔ اور کمبل خشک کرکے آپ کی خدمت مین بھیجدیا۔[3]

آپ گھر کا کام دھندا خود کرتی تھین ایک دن حضرت عائشہ کی باری تھی۔ جو پیسا اوس کی روٹی پکائی اور رسول اللہ صلعم کا انتظار شروع کیا۔ آپ کے آنے مین دیر ہوگئی تو سوگئین آپ آئے تو جگایا۔[4]

آنحضرت صلعم کی وفات کے وقت جناب عائشہ کا سن ۱۸ سال تھا رسول اللہ کی مدت علالت ۱۳ دن رہی۔ اس عرصہ مین آپ نے پانچ دن دیگر ازواج کے ہان قیام فرمایا اور باقی آٹھ دن حضرت عائشہ کے حجرہ مین مقیم رہے۔

۹- ربیع الاول ۱۱ھ کو دوشنبہ کے دن حضرت عائشہ کے سینہ پر سر رکھے ہوئے روح پاک عازم فردوس ہوئی اور جسم مبارک حجرہ کے ایک گوشہ مین سپرد خاک کیا گیا۔[5]

چونکہ احترام نبوت کے لحاظ سے باری تعالی نے ازواج مطہرات کے لیے

---

[1] ابوداؤد کتاب اللباس [2] ابوداؤد کتاب الطہارۃ۔

[3] ابوداؤد کتاب المائدۃ من النجاستہ۔

[4] ادب المفرد باب لا یوذی جارہ

[5] طبقات ج ۸ ص ۴۲۔

[6] صحیح بخاری باب وفات النبی۔

دوسری شادی ممنوع قرار دیدی تھی اس لیے حضرت عائشہ کی زندگی کے ۴۸ سال عالم بیوگی میں بسر ہوئے اور اس عرصہ میں انھوں نے چاروں خلفاء راشدین کا زمانہ دیکھا۔

جب رسول اللہ کے وفات کے بعد حضرت ابو بکر کی خلافت تسلیم کرلی گئی اور سب نے بیعت کرلی تو ازواج مطہرات نے چاہا کہ حضرت عثمان کی سفارت میں حضرت ابو بکرؓ سے وراثت کا مطالبہ کریں لیکن حضرت عائشہ نے یاد دلایا کہ آنحضرت صلعم نے اپنی زندگی میں فرمایا تھا "میرا کوئی وارث نہوگا، میرے تمام متروکات صدقہ ہونگے"[۱]

حضرت عائشہ کی بیوگی کو دو ہی سال ہوے تھے کہ حضرت ابو بکر کا دور خلافت ختم ہوگیا اور ۱۳ھ میں حضرت عائشہ کو داغ یتیمی بھی اٹھانا پڑا نزع کے وقت جب کہ آپ شفیق باپ کی خدمت میں حاضر تھیں حضرت ابو بکر نے ان کو کچھ جائداد سپرد کی جس میں دوسری اولاد کا بھی حصہ تھا اور فرمایا "بیٹی! کیا تم جائداد اپنے اور بھائی بہنوں کو دے دوگی حضرت عائشہ نے عرض کیا "بسر و چشم"۔

وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ بھی حضرت عائشہ کے حجرہ میں آنحضرت صلعم کے پہلو میں دفن ہوے۔

جناب عمرؓ کے عہد مبارک میں تمام ازواج مطہرات کے دس دس ہزار درہم سالانہ مقرر تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بارہ ہزار دیے جاتے تھے اور اس زیادتی کی وجہ حضرت عمرؓ یہ بیان فرماتے تھے کہ وہ آنحضرت صلعم کو بہت محبوب تھیں"[۲]

---

[۱] مولنا سید سلیمان ندوی سیرۃ عائشہ صفحہ ۱۲۴ میں لکھتے ہیں کہ "حضرت عائشہ اب بیوہ تھیں اور اسی عالم میں انھوں نے عمر کے چالیس مرحلے طے کیے" ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہ کا سال ولادت ۹ سنہ قبل ہجرت ہے، اور انکی رخصت ۱ھ میں (جبکہ وہ نو سال کی تھیں) عمل میں آئی باتفاق محدثین جناب سرور کائنات صلعم کی وفات کے وقت وہ ۱۸ سال کی تھیں اور اسطرح ۹ سال آنحضرت صلعم کی خدمت میں رہیں۔ اسکا اعتراف کہ حضرت عائشہ ۹ سال آپ کے پاس رہیں مولنا کے اس جملہ سے ہوتا ہے "آج ہم انکے سامنے اس خاتون کا نمونہ پیش کرتے ہیں جو نبوت عظمیٰ کی نو سالہ شارکت زندگی کی بنا پر خواتین خیر القرون کے حرم میں کم و بیش ۴۸ سال تک شمع ہدایت رہی" (دیباچہ صفحہ ۳ سیرۃ عائشہ) ۱۸ سال کے بعد اگر بقول مولنا بیوگی کے چالیس سال لیے جائیں تو انکی کل مدت حیات ۵۸ سال ہوتی ہے جو علاوہ اسکے کہ تاریخی نقطۂ نظر سے ساقط الاعتبار ہے خود مولنا کے قول کے خلاف ہے کیونکہ وفات کے ذکر میں مولنا نے بتلایا ہے کہ حضرت عائشہ نے ۵۸ھ میں ۶۷ سال کی عمر میں پائی (سیرۃ عائشہ ۱۴۸) بہرحال سال ولادت و وفات وغیرہ کو مدنظر رکھتے حضرت عائشہ کی عمر ۶۷ سال، دور زمانہ بیوگی ۴۸ سال ہوتا ہے نہ کہ ۴۰ سال۔

فتح عراق کے بعد جب مال غنیمت کی تقسیم ہوئی تو اوسمین ایک موتیون کی ڈبیہ بھی تھی موتیون کی تقسیم دشوار معلوم ہوتی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگون سے اجازت مانگی کہ اگر آپ پسند کرین تو مین اُم المومنین عائشہ کو بھیجدون کہ وہ آنحضرت صلعم کو محبوب تھین سب نے بخوشی اجازت دیدی حضرت عمر نے وہ ڈبیہ حضرت عائشہ کے پاس بھیجدی اُنہون نے کھولکر دیکھا تو فرمایا کہ "ابن خطاب نے آنحضرت صلعم کے بعد مجھ پر بڑے احسانات کیے خدا مجھے آیندہ اونکے عطیون کے لیے زندہ نہ رکھنا"[1]

جب حضرت عمرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھون نے اپنے صاحبزادے عبداللہ حضرت عائشہ کی خدمت مین بھیجا کہ آنحضرت صلعم کے پہلو مین دفن ہونے کی اجازت دیدین، فرمایا اگرچہ وہ جگہ مین نے خود اپنے لیے رکھی تھی لیکن عمر کے لیے بخوشی یہ ایثار گوارا کرتی ہون- اس اجازت کے بعد بھی حضرت عمر نے وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ آستانہ تک لیجانا اگر اجازت ہوجائے تو اندر دفن کردینا ورنہ عام مسلمانون کے قبرستان مین لیجانا- چنانچہ یہی کیا گیا حضرت عائشہ نے اجازت دے دی اور جنازہ حضرت عائشہ کے حجرہ مین دفن ہوا[2]-

اس ایثار کی جو قدر و منزلت ارباب فہم اور مذہب پرست طبقہ کی نگاہ مین ہوسکتی ہے اسکا بیان غیر ضروری ہے،

حلیہ حضرت عائشہ رض لڑکپن مین دُبلی پتلی تھین لیکن تیرہ چودہ برس کی عمر تک پہونچکر بدن مین قدرے گرانی آگئی تھی[3]- رنگ سُرخ و سپید تھا[4]، خوش رو اور صاحب جمال تھین[5]

لباس حضرت عائشہ کے لباس کے متعلق مختلف روائتین آئی ہین بعض کہتے ہین کہ گلرنگ کرتہ اور سیاہ اوڑھنی زیب تن فرماتی تھین[6]- لیکن زعفرانی رنگ کا لباس اکثر رواۃ سے منقول ہے[7]- قاسم بن محمد کی روایت ہے کہ مین نے جناب عائشہ کو بحالت احرام بھی سونیکی انگوٹھی اور زرد رنگ کا لباس پہنے دیکھا ہے[8]- ایک ریشمین چادر بھی کبھی کبھی استعمال فرماتی تھین جو بعد مین عبداللہ بن زبیر کو عنایت فرمادی[9]- قناعت پسندی کی وجہ سے ایک ہی جوڑا پاس رکھتی تھین اور اوسی کو دھو دھو کر پہنتی تھین[10]- ایک کرتہ تھا جو قیمت کے اعتبار سے

---

[1] مستدرک حاکم ج۴ صحابیات [2] صحیح بخاری کتاب الجنائز [3] صحیح بخاری واقعہ افک [4] ابوداؤد [5] مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۸ [6] ایضاً تصہ افک [7] طبقات ج ۸ ص ۴۹ [8] ایضاً [9] ایضاً ۴۸ [10] ایضاً ۴۸ [11] صحیح بخاری باب ہل تصلی المراۃ فی ثوب حاضت فیہ-

۵ درم کا تھا اور اس زمانہ مین اتنا گران تھا کہ تقریبون مین دلھن کے لیے مستعار لیا جاتا تھا۔[۱]

لباس مین شرع کا اتنا لحاظ تھا کہ ایک بار انکی بھتیجی حفصہ بنت عبدالرحمن ایک باریک اوڑھنی سر پر ڈالے ملنے آئین تو حضرت عائشہ نے وہ اوڑھنی پھاڑ ڈالی اور فرمایا "تم نہین جانتی ہو سورۂ نور مین اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے" پھر ایک دبیز کپڑے کی اوڑھنی منگوا کر انکو دی۔[۲]

ایک دفعہ ایک گھر مین مہمان اترین صاحب خانہ کی دو لڑکیون کو جو اب جوان ہو چلی تھین دیکھا کہ بے چادر اوڑھے نماز پڑھ رہی ہین۔ تاکید کی کہ آیندہ کوئی لڑکی بے چادر اوڑھے نماز نہ پڑھے (مسند جلد ۶ صفحہ ۹۶)

اخلاق وعادات دنیا دار ہو جانے کے بعد عورت کے اخلاق مین سب سے پہلے جس بات پر نظر پڑتی ہے وہ شوہر کی اطاعت اور اسکی رضاجوئی ہے، حضرت عائشہ مین یہ صفت بدرجہ اتم موجود تھی وہ رسول اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے مین روز و شب ساعی رہتی تھین اور آپ کی کبیدہ خاطری سے مضطرب ہو جاتی تھین۔[۳] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دارونکا بہت خیال رکھتی تھین اور ان کی بات نہ ٹالتی تھین۔ ایک مرتبہ عبداللہ بن زبیر نے جو انکے بھانجے تھے حضرت عائشہ کی غیر محدود فیاضیون سے گھبرا کر کہا کہ اب ان کا ہاتھ روکنا چاہیے اسپر اتنی ناراض ہوئین کہ عبداللہ سے بات نہ کرنے کی قسم کھالی۔ مگر جب آنحضرت صلعم کے ننہالی لوگون نے سفارش کی تو انکار نہ کرسکین۔[۴] آنحضرت صلعم کے دوستون کی بھی عزیزون ہی کی طرح عزت کرتی تھین اور جہانتک ہوتا ان کی بات نہ رد کرتی تھین۔[۵] حتی الامکان کسی کا ہدیہ نہ پھیرتی تھین۔

محمد بن اشعث ایک صحابی تھے انھون نے حضرت عائشہ رض کی خدمت مین ایک پوستین ہدیۃً پیش کرنے کی استدعا کی اور کہا کہ یہ گرم ہے آپ اسکو پہنا کیجیے۔ حضرت عائشہ نے قبول فرمایا اور آپ نے اکثر اس پوستین کو زیب تن فرمایا۔[۶]

پردہ کا بہت خیال تھا۔ ایک بار ابن اسحاق نابینا حضرت عائشہ سے ملنے آئے تو آپ نے پردہ کیا۔ ابن اسحاق نے کہا آپ مجھ سے چھپتی ہین مین تو آپ کو نہین دیکھتا فرمایا اگر تم

---

[۱] بخاری باب الاستعارۃ للعروس [۲] طبقات ج ۸ ص ۵۰ [۳] مسند امام احمد ج ۶ ص ۷۱ [۴] صحیح بخاری مناقب قریش [۵] صحیح بخاری باب اعتصام بالسنۃ [۶] طبقات ج ۸ ص ۴۹۔

مجھکو نہین دیکھتے تو کیا ہوا مین تو تمکو دیکھتی ہون[1]۔

عورتین بالعموم اسراف کی عادی ہوتی ہین مگر حضرت عائشہ مین قناعت کا وصف خصوصیت سے ودیعت ہوا تھا، لذائذ دنیوی اور مال و منال کی طرف رخ بھی نہ کرتی تھین ترمذی نے باب زہد مین لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد ایک دفعہ انھون نے کھانا طلب کیا پھر فرمایا مین کبھی سیر ہو کر نہین کھاتی کہ مجھے رونا نہ آتا ہو۔ ایک شخص نے پوچھا یہ کیون فرمایا مجھے وہ حالت یاد آتی ہے جسمین آنحضرت صلعم نے دنیا کو چھوڑا تھا۔ خدا کی قسم دن مین دو دفعہ بھی سیر ہو کر آپ نے روٹی اور گوشت نہین کھایا۔

پابندی نذر و قسم۔ جب آپ عبداللہ بن زبیرؓ سے ناراض ہوئین اور ان سے بات نکرنے کی قسم کھالی تو عبداللہ بن زبیرؓ نے معافی مانگی۔ اور آنحضرت صلعم کے ننہالی لوگون سے سفارش کرائی تو رو کر فرمانے لگین

انی نذرت والنذر شدید، مین نے نذر مان لی ہو اور نذر کا معاملہ سخت ہو بالآخر صحابہ کے اصرار و سفارش سے معاف تو کر دیا لیکن کفارہ قسم مین چالیس غلام آزاد کیے[2]

مہمان نوازی ایک بار رسول اللہ صلعم کی خدمت مین وفد بنو منتفق حاضر ہوا۔ سوء اتفاق سے آپ گھر مین تشریف نہ رکھتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے فوراً خزیرہ (ایک کھانیکا نام ہے) پکوانے کا حکم دیا۔ اور مہمانون کے پاس ایک طبق مین کھجورین رکھکر بھجوا دین۔ آپ تشریف لائے تو حسب معمول سب سے اول دریافت فرمایا۔ کہ کچھ ضیافت کا سامان ہوا یا نہین اون لوگون نے عرض کی۔ کہ سب انتظام ہو چکا[3]۔

مسکین نوازی ایک دن آپ روزے سے تھین۔ اور گھر مین سواے ایک روٹی کے کچھ موجود نہ تھا۔ اس حالت مین ایک مسکین عورت آئی تو آپ نے کنیز کو حکم دیا کہ وہ روٹی اسکو کھلا دے۔ اوسنے عرض کی افطار کس چیز سے کیجیے گا بولین اللہ مالک ہے شام ہوئی تو کسی نے بکری کا گوشت بھجوا دیا لونڈی کو بلا کر کہنے لگین دیکھ لے کھا یہ تیری روٹی سے بہتر ہے[4]

عبادت نماز اشراق اگرچہ رسول اللہ صلعم نے جیسا کہ حضرت ام ہانی سے مروی ہے صرف ایک بار پڑھی تھی لیکن بہت سے صحابہ نے اسکا التزام کر لیا تھا حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ

---

[1] طبقات ج ۸ ص ۴۹ [2] موطاے امام محمد کتاب الدیان والنذر [3] ابو داؤد کتاب الطہارۃ

[4] موطاے امام مالک کتاب الجامع باب الترغیب فی الصدقہ

مین نے اگرچہ رسول اللہ صلعم کو کبھی نماز اشراق پڑھتے نہین دیکھا لیکن مین خود پڑھتی ہون
کیونکہ آپ بہت سی چیزون کو پسند فرماتے تھے۔ گو محض اسوجہ سے خود ان پر عمل نہ فرماتے تھے
کہ امت پر فرض نہ ہو جاوے[1]

رسول اللہ صلعم تہجد کی نماز مین سورۃ بقرہ۔ آل عمران۔ اور نسا پوری پوری تلاوت
فرماتے تھے۔ اگر کوئی خوف کی آیت آجاتی تو خدا سے دعا کرتے اور اوس سے پناہ مانگتے
اسی طرح بشارت آمیز آیات مین دعائین اوسکی خواہش فرماتے حضرت عائشہ ساری ساری
رات نماز تہجد مین آپ کے ساتھ شریک رہتین[2]

دشمنون سے سلوک آپ اپنے دشمنون سے بغض رکھنا بھی پسند نہ فرماتی تھین حضرت عائشہ
کے بھائی محمد بن ابی بکر کو حضرت معاویہ بن خدیجؓ نے قتل کر دیا تھا۔ ایکبار وہ کسی غزوہ
مین سپہ سالار مقرر ہو گئے۔ حضرت عائشہ نے ایک شخص سے پوچھا کہ اس غزوہ مین معاویہ
کا برتاؤ فوج کے ساتھ کیسا رہا۔ اوسنے کہا ان مین کوئی عیب نہ تھا سب لوگ انسے راضی
ہین۔ کسی کا اونٹ مرجاتا تو وہ اسکی جگہ دوسرا اونٹ دیتے تھے۔ کسی کا گھوڑا ضائع ہوجاتا
تھا تو اسکو دوسرا گھوڑا عطا فرماتے تھے۔ کوئی غلام بھاگ جاتا تھا تو اسکی جگہ غلام دیدیتے
تھے۔ حضرت عائشہؓ یہ سنکر فرمانے لگین استغفراللہ اگر مین اون سے اس بنا پر ناراض رہون
یا بغض رکھون کہ وہ میرے بھائی کے قاتل ہین۔ مین نے خود رسول اللہ صلعم کو یہ دعا مانگتے
ہوے سنا ہے کہ خداوندا جو شخص میری امت کے ساتھ ملاطفت کرے تو بھی اوسکے ساتھ
ملاطفت کر اور جو انپر سختی کرے تو بھی اوس پر سختی کر[3]

بھائیون سے محبت حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کا مقام حبشی مین انتقال ہوا۔ اور لاش
مکہ مین لاکر دفن کی گئی حضرت عائشہؓ فرط محبت سے ان کی قبر پر گئین اور فرمانے لگین اگر
مین موت کے وقت موجود ہوتی تو تم وہین دفن ہوتے جہان تمنے انتقال کیا تھا اور مین
تمھاری زیارت کو نہ آتی[4]

حضرت عائشہ کے بھائی محمد بن ابی بکرؓ کے بچے یتیم ہوگئے تو حضرت عائشہ نے خود
انکی پرورش کی[5]

---

۱ صحیح مسلم کتاب الصلوۃ ۲ مسند ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۹۲ ۳ اسد الغابہ تذکرہ معاویہ بن خدیج
۴ ترمذی کتاب الجنائز ۵ موطاے امام مالک کتاب الزکوۃ۔

حفظ مراتب ایک بار دروازہ پر ایک سائل حاضر ہوا حضرت عائشہ نے ایک روٹی کا ٹکڑا دیکر رخصت کیا۔ پھر ایک خوش لباس مسافر آیا اسکو بٹھا کر کھانا کھلایا جب لوگون نے اس تفریق پر اعتراض کیا تو فرمانے لگین رسول اللہ صلعم کا ارشاد ہے

انزلوا الناس منازلهم[1] ہر شخص سے اسکے درجہ کے مطابق سلوک کرو۔

حضرت عائشہ غیبت اور بدگوئی سے بھی بہت پرہیز رکھتی تھین۔ انھون نے کبھی کسی کی برائی نہین کی کتب احادیث مین اون کی ہزارون روایتین درج ہین جن مین ایک بھی ایسی نہین جس سے کسی کی توہین یا بدگوئی ظاہر ہوتی ہو۔ وہ سوکنون کے ساتھ بھی کشادہ پیشانی سے بسر کرتی تھین، انکو شکایت کا موقع نہ دیتی تھین اور اونکے فضائل و اوصاف بیان کرتی تھین۔ جن لوگون سے اونکو صدمہ پہونچا تھا اون کو بھی حضرت عائشہ نے برائی سے نہ یاد کیا، واقعہ افک مین ایک حیثیت سے حضرت حسان ابن ثابت کی سازش ثابت تھی اور حضرت عائشہ کو ان سے بہت صدمہ پہونچا تھا۔ مگر وہ ان کی عزت کرتی تھین، اپنے پاس بٹھاتی تھین۔ ایک روایت مین ہے کہ ایک بار حضرت حسان بن ثابت نابینا ہوجانے کے بعد اجازت لیکر حضرت عائشہ کی خدمت مین آئے، انھون نے بعزت بٹھایا، جب چلے گئے تو لوگون نے عرض کیا۔ کیا یہ بھی صحابہ مین سے ہین فرمایا، کیا یہ وہ نہین ہین جنکا یہ شعر ہے۔

فانّ ابی ووالدہ وعرضی لعرض محمد منکم وقاء

صرف یہ شعر ان کے تمام گناہون کی مغفرت کے لیے کافی ہے[2]

واقعہ افک کے تصفیہ کے بعد حسان بن ثابت نے اپنے جرم کے کفارے مین حضرت عائشہ کی منقبت مین اپنے قصیدہ کے چند شعر اونکو سنائے جنمین سے ایک یہ بھی تھا۔

حصان رزان ما تزن بریبۃ وتصبح غرثی من لحوم الغوافل

ترجمہ، پاکدامن، باوقار اور غیر مشتبہ ہین، بھولی بھالی عورتون کے بدن کا گوشت نہین کھاتین (یعنی برائی نہین کرتین) حضرت عائشہ نے اس شعر پر اتنا ہی کہا "مگر تم ایسے نہین ہو"[3] حضرت عائشہ کے بعض عزیز افک مین شرکت کی وجہ سے حسان کو برا کہنا چاہتے تھے حضرت عائشہ نے انکو سختی سے منع کیا کہ ان کو برا نہ کہو یہ آنحضرت صلعم کی طرف سے شعرائے مشرکین کو جواب دیتے تھے[4]

---

[1] ابوداؤد کتاب الادب [2] استیعاب کتاب النساء ص ۷۶۶ [3] صحیح بخاری تفسیر سورہ نور [4] ایضاً مناقب

حضرت عائشہؓ کی فیاضیان ضرب المثل ہین۔ وہ بڑی فراخ دستی سے راہ خدا مین
صرف کرتی تھین۔ تھوڑے بہت کا لحاظ نہ ہوتا تھا جو کچھ پاس ہوتا سائل کو دے دیتین۔

ایک بار ابن زبیر نے حضرت عائشہ کو ایک لاکھ درہم بھیجے۔ آپ اوس دن روزہ
سے تھین سب اوسی وقت تقسیم کر دیا جب شام ہوئی تو ام ذرہ نے کہا یا ام المومنین اس
رقم سے افطار کے لیے کچھ گوشت ہی لے لینا تھا فرمایا تم نے یاد دلایا ہوتا[1]

ایک بار حضرت منکدر بن عبداللہؓ حضرت عائشہؓ کی خدمت مین حاضر ہوئے
پوچھا تمھارے کوئی اولاد ہے انھون نے کہا نہین فرمایا اگر میرے پاس دس ہزار درہم ہوتے
تو تمکو دیدیتی حسن اتفاق سے اُسی شام کو امیر معاویہؓ نے اونکے پاس کچھ رقم بھیجی۔ فرمانے لگین
کسقدر جلد میری آزمایش ہوئی فوراً آدمی بھیجکر حضرت منکدر کو بلایا۔ اور دس ہزار درہم انکو
عطا کیے۔ انھون نے اس رقم سے ایک لونڈی خریدی جس سے متعدد بچے پیدا ہوئے[2]

یہی روایت مستدرک حاکم مین لکھی ہے مگر اسمین روپیہ بھیجنے والا بجاے ابن زبیر کے
امیر معاویہ کو بتایا ہے۔

خدا سے بہت ڈرتی تھین، بڑی رقیق القلب تھین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
جب شہید ہوئے ہین یہ مکہ مین تھین طلحہ اور زبیر نے مدینہ سے پہونچکر ان کو صورت حالات کی
اطلاع دی تو وہ دعوت اصلاح کے لیے بصرہ گئین اور وہان حضرت علیؓ سے جنگ پیش
آئی۔ اس موقع پر حضرت عائشہ اونٹ پر بیٹھی تھین، اسلیے اس جنگ کو "جمل" کہتے ہین اگرچہ
یہ جنگ اتفاقیہ پیش آگئی تھی تاہم جب انکو اس کی شرکت یاد آتی تھی تو بے اختیار رقت
طاری ہوجاتی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتی تھین[3] انکو اپنی اس غلطی پر ہمیشہ افسوس رہا اکثر
فرمایا کرتین کاش آج سے بیس برس پہلے مین معدوم ہوچکی ہوتی[4]

اسی واقعہ جمل کے متعلق آنحضرت صلعم نے اشارۃً ازواج مطہرات سے فرمایا تھا
کہ تم مین سے ایک اونٹ پر بیٹھنے والی ہے جس کے آس پاس بہت سے مقتول ہونگے
اور اسکے بعد ہی اوسکی مغفرت ہوگی[5]

آن کی دلیری کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ راتون کو تنہا قبرستان چلی جاتی

---

[1] ابن سعد جز ۸ صفحہ ۴۶ [2] ابن سعد تذکرہ منکدر بن عبداللہ [3] مستدرک حاکم [4] ازالۃ الخفا بحوالہ
ابن ابی شیبہ [5] استیعاب ۷۶۴، [6] صحیح بخاری باب زیارۃ القبور۔

تھین۔ غزوہ خندق مین جب مسلمان چارون طرف سے مشرکین مین گھرے ہوئے تھے اور شہر کے اندر یہودیون کے حملہ کا خطرہ تھا تو وہ بے خطر قلعہ سے نکلکر نقشہ جنگ معائنہ فرماتی تھین[۱]۔ غزوہ احد مین جب مسلمان کشمکش اضطراب مین مبتلا تھے تو حضرت عائشہ اپنی پیٹھ پر مشک لادلادکر پانی پلانے کی خدمت انجام دے رہی تھین[۲]۔

فضائل ومناقب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بارگاہ احدیت سے نہ صرف عورتون پر شرف فضیلت عنایت ہوا تھا بلکہ وہ اپنے فضائل وکمالات کے لحاظ سے سوائے چند مخصوص صحابہ کے تمام صحابیون اور صحابیات سے افضل واشرف تھین۔ علم مین، تفقہ مین، ذکاوت مین جو امتیازی خصوصیت انکو میسر تھی کسیکو نہ تھی۔ دینی عظمت واقتدار کی حیثیت سے علاوہ اسکے کہ وہ ام المومنین تھین چند اور خصائص بھی ان مین ایسے تھے جو دوسری ازواج پر انکو مرجح رکھتے ہین۔ مثلاً آیۃ تیمم کا نزول جو ان کا ہار کھو جانے کے سلسلہ مین مسلمانون کے لیے وجہ رحمت بنگیا[۳]۔ آنحضرت صلعم کو خواب مین ان کے حرم نبوت مین داخل ہونے کی بشارت ملنا[۴] ان کے بستر پر وحی نازل ہونا[۵]۔ حضرت جبریل کا ان کو سلام کہنا[۶]۔ دوبار حضرت کو حضرت عائشہ کا دیکھنا[۷] وغیرہ وغیرہ بہت سے ایسے واقعات ہین جن سے جناب عائشہ کا مرتبہ ظاہر ہوتا ہے،

قاسم بن محمد کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ خود فرماتی ہین کہ دس اوصاف مجھ مین ایسے ہین جنکی وجہ سے، دیگر ازواج پر مجھے ترجیح حاصل ہے۔

(۱) بجز میرے آنحضرت صلعم کے نکاح مین کوئی بیوی ناکتخدا نہین آئی۔

(۲) آپ کی ازواج مین صرف مجھی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ میرے مان اور باپ دونون مہاجر ہین۔

(۳) اللہ عزوجل نے آسمان سے میری برارت کی آیت نازل فرمائی۔

(۴) جبریل میری شکل مین آنحضرت صلعم کے پاس آئے اور کہا کہ عائشہ سے شادی کر لیجیے۔

(۵) مین آپ کے سامنے ہوتی تھی اور آپ نماز مین مصروف ہوتے تھے۔

(۶) نزول وحی کے وقت صرف مین ہی آپ کے پاس ہوتی تھی۔

(۷) جب رسول اللہ کی روح مبارک نے عالم قدس کی طرف پرواز کی اوسوقت آپ کا سر میرے سینہ پر تھا۔

[۱] مسند احمد ج ۶ صفحہ ۹۹ [۲] صحیح بخاری ذکر احد [۳] کتاب التیمم صحیح بخاری [۴] ایضاً مناقب عائشہ [۵] ایضاً [۶] ایضاً [۷] ایضاً

(۸) جس شبکو میری باری تھی اوسی شب کو رسول اللہ نے انتقال فرمایا۔
(۹) مین اور آنحضرت صلعم ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے۔
(۱۰) میرے ہی حجرہ کو آنحضرت صلعم کا مدفن بننے کا شرف حاصل ہوا[۱]۔
تاریخ و حدیث کی کتابین شاہد ہین کہ ان اوصاف مین کوئی بیوی حضرت عائشہ کی شریک نہ تھین۔

عروہ کا قول ہے اگر حضرت عائشہ مین اور فضائل نہوتے تو بھی صرف قصہ افک اونکی فضیلت بلندی و عزت کے لیے کافی تھا کیونکہ اسی کے ذیل مین ان کے لیے قرآن کی آیتین نازل ہوئین جو قیامت تک پڑھی جائینگی[۲]۔

آنحضرت صلعم فرماتے تھے۔

فَضْلُ عَائشۃ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام"	عائشہ کو عورتون پر ایسی فضیلت ہے جیسے[۳] ثرید کو عام کھانون پر[۴]

اب ان کے نفسی و علمی کمالات کے متعلق اکابر فن کی رائین دیکھیے۔

مسروق تابعی سے کسی نے پوچھا کیا حضرت عائشہ "فرائض" سے واقف تھین جواب دیا

ای والذی نفسی بیدہ لقد رایتُ شیخۃَ اصحابِ محمد صلعم الا کابر یسئلونھا عن الفرائض۔	بخدا مین نے اون سے بڑے بڑے صحابہ کو فرائض کے مسئلے دریافت کرتے دیکھا ہے[۵]۔

انہین مسروق کی نسبت عفان بن مسلم کی روایت ہے کہ جب وہ حضرت عائشہ سے کوئی حدیث بیان کرتے تھے تو کہتے تھے،

حدثتنی الصِّدّیقۃُ بنتُ الصدیق المبراۃ کذا وکذا

امام زہری کا مقولہ ہے،

لو جمع علم الناسُ کلھم وعلم ازواج النبی صلعم فکانت عائشۃُ اوسعھم علماً۔	اگر تمام مردون اور امہات مومنین کا علم جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ کا علم ان مین سب سے زیادہ ہوگا[۶]۔

---

[۱] طبقات ابن سعد ج ۸ صفحہ ۴۳ [۲] اسد الغابہ صفحہ ۵۰۲ [۳] ثرید شوربے مین ملی ہوئی روٹی [۴] استیعاب ص ۷۶۶ [۵] و [۶] طبقات ج ۸ ص ۴۵ [۶] استیعاب ۷۶ ، باندک تغیر الفاظ۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں

ما اشکل علینا اصحاب محمد صلعم حدیث قط فسالنا عائشۃ الا وجدنا عندھا منہ علما۔

ہم صحابیوں کو کوئی ایسی مشکل بات پیش نہیں آئی کہ جسکو ہمنے عائشہ سے پوچھا ہوا ور ان کے پاس اسکے متعلق کچھ معلومات ہمکو نہ ملی ہوں،

عروہ ابن زبیر فرماتے ہیں۔

اعلم بفقہ ولا بطب ولا بشعر من عائشۃ۔

مین نے فقہ، طب، اور شاعری مین حضرت عائشہ سے زیادہ کسیکو عالم نہ پایا[۱]۔

یہی عروہ اپنے باپ کے حوالہ سے نقل کرتے ہین کہ اکثر حضرت عائشہ رض ساٹھ ساٹھ سو سو شعر کے قصیدہ سنا دیا کرتی تھین۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف کے صاحبزادے ابو سلمہ جو بڑے جلیل القدر تابعی تھے بیان کرتے ہین۔

ما رأیت احدًا اعلم بسنن رسول اللہ ولا افقہ فی رای ان احتیج الی رایہ ولا اعلم بآیۃ فیما نزلت ولا فریضۃ من عائشۃ[۲]

یعنی مین نے حضرت عائشہ سے زیادہ سنت نبوی کا عالم، تفقہ فی الدین کا ماہر، آیات کلام مجید کے شان نزول اور فرائض کا جاننے والا کسی اور کو نہین دیکھا۔

عطاء بن ابی الرباح کا قول ہے،

کانت عائشۃ افقہ الناس واحسن الناس واعلم الناس رایًا فی العامۃ۔

حضرت عائشہ سب سے زیادہ فقیہ، سب سے زیادہ ہتر اور لوگون مین سب سے زیادہ صائب الرائے تھین[۳]۔

ایک دن امیر معاویہ نے ایک درباری سے پوچھا کہ لوگون مین سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اس نے کہا امیر المومنین آپ ہین۔ انھون نے کہا نہین مین قسم دیتا ہون سچ سچ بتاؤ اسنے کہا اگر یہ ہے تو "عائشہ" اسکا جواب ہے۔

سیرت عائشہ پر ایک عمومی تبصرہ جس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رض کی سیرۃ مبارک پر عمومی تبصرہ کیا جاتا ہے، تو سب سے زیادہ نمایان خصوصیت جو نہ صرف صحابیات بلکہ بعض صحابۂ کرام کے مقابلہ مین بھی آپ مین بدرجۂ اتم پائی جاتی تھی، یہ تھی کہ آپ فطرت کی طرف سے فلسفیانہ دماغ لیکر آئی تھین

[۱] جامع ترمذی باب مناقب عائشہ [۲] استیعاب صفحہ ۷۶۵ [۳] طبقات جزء ۸ صفحہ ۵۰ [۴] مستدرک حاکم [۵] استیعاب ۷۶۵ [۶] مستدرک حاکم ذکر عائشہ

اور تفقہ فی الدین، قوت اجتہاد، سلیقہ تنقید، ضبط واقعات، صرف و روایت، صحت فکر و اصابت رائے میں آپ کا مرتبہ بہت بلند تھا۔

آپ جو بات فرماتی تھیں، جو توجیہ آپ کرتی تھیں وہ بالکل عقل کے مطابق ہوتی تھی الہ مشکل سے کوئی روایت آپ کی ایسی ملے گی جسے باور کرنے کے لیے عقل انسانی کو دور از کار تاویلوں سے کام لینا پڑے۔

اس میں کلام نہیں کہ رسول اللہ کی قربت کی وجہ سے آپ کو آنحضرت صلعم کے اقوال و افعال کے مطالعہ کا نہایت اچھا موقعہ حاصل تھا، لیکن جسوقت ہم یہ دیکھتے ہیں کہ علاوہ آپ کے اور بھی متعدد ہستیاں ایسی تھیں جنھیں قربت کا یہی درجہ حاصل تھا تو ہمیں حضرت عائشہ کا ذہنی تفوق نمایاں نظر آنے لگتا ہے کہ وہی ایک بات تھی جس کو رسول اللہ کی زبان مبارک سے علاوہ حضرت عائشہ کے اور بھی سُنتے تھے، لیکن جس نتیجہ پر آپ پہونچتی تھیں، اور اس کی حقیقی روح تک جس طرح آپ کے ذہن مبارک کی رسائی ہوجاتی تھی، وہ دوسروں کو نصیب نہ تھی۔

آپ کورانہ تقلید کی سخت مخالف تھیں، اور ہمیشہ رسول اللہ کے اقوال و افعال کے حقیقی مدعا تک پہونچنے کی کوشش کیا کرتی تھیں۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ "رعایتہ الاصلح فی الشرع" کا جیسا غالب رنگ آپ کی روایات سے مترشح ہوتا ہے، وہ عام طور سے دیگر راویوں میں نہیں پایا جاتا۔

رسول اللہ کے عہد مبارک میں عورتوں کو مسجد میں آکر نماز پڑھنے کی اجازت تھی اور چاہیے تھا کہ حضرت عائشہ اس کو ہمیشہ جائز قرار دیتیں، لیکن چونکہ آپ اچھی طرح واقف تھیں کہ قدرتاً یہ اجازت کس وقت تک قائم رہ سکتی ہے، اسی لیے آپ نے زمانہ مابعد میں عورتوں کی اخلاقی حالت کا تنزل محسوس کرکے فرمایا۔

لو ادرک رسول اللہ ما احدث النساء لمنعہن کما منعت نساء بنی اسرائیل۔	اگر رسول اللہ کو معلوم ہوتا کہ عورتوں کی حالت کیا ہوگئی ہے تو آپ انکو مسجد میں آنے سے اسیطرح روکدیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو روکدیا تھا۔

اسلام میں شرک فی العبادت سے لوگوں کو باز رکھنے کے لیے، جسقدر احتیاط سے کام لیا گیا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں اور خصوصیت کے ساتھ حضرت عمر، کہ آپ نے اس درخت کو جس کے نیچے بیعت الرضوان ہوئی تھی، صرف اسی لیے قطع کرا دیا کہ کہیں لوگ اسے بھی متبرک نہ سمجھنے لگیں۔

حضرت عائشہ بھی اس باب میں بہت سخت تھیں۔ چنانچہ جب شیبہ بن عثمان نے جو

آپ کے زمانہ مین کعبہ کا کلید بردار تھا، آپ سے ذکر کیا کہ کعبہ کا غلاف اتارنے کے بعد دفن
کردیا جاتا ہے تاکہ وہ انسانون کے غیر طاہر ہاتھون تک نہ پہونچے، تو آپ نے فرمایا کہ "یہ تو
کوئی معقول بات نہین ہے۔ جب غلاف اتر گیا تو پھر کیا جس کا جی چاہے استعمال کرے، ہم کیون
نہین اس کو بیچکر قیمت غربا وغیرہ کو تقسیم کردیا کرتے۔[1]

ہم ابھی بیان کر چکے ہین کہ آپ کو تفقہ فی الدین اور صرف درایت کے ساتھ کلام الٰہی کا
بھی علم پورا حاصل تھا اور جب کبھی ایسے مباحث پیش آتے تھے تو آپ کی رائے ایسی مجتہدانہ
رنگ مین ڈوبی ہوتی تھی کہ اس سے آپ کا علوئے مرتبت پوری طرح ثابت ہوتا تھا، مثلاً،
حضرت عمرؓ سے ایک روایت سماع موتے کے متعلق یہ پائی جاتی ہے کہ رسول اللہ نے آپ کے
دریافت کرنے پر فرمایا۔

ما انتم باسمع منہم ولکن لا یجیبون، — یعنی وہ تم سے زیادہ سُنتے ہین، لیکن جواب نہین دیسکتے

جب حضرت عائشہ نے اس روایت کو سُنا تو فرمایا کہ رسول اللہ کا ارشاد یہ نہین تھا
کیونکہ کلام مجید مین اس کے خلاف نص قطعی موجود ہے کہ۔

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ۔[2] — اے رسول تو نہ مردون کو اپنی بات سُنا سکتا ہے اور نہ قبر مین مدفون ہونے والون کو۔

اسی طرح جب شب معراج کے واقعہ مین رویت باری تعالیٰ اور مردے پر اہل عیال
کے رونے سے عذاب ہونے کے مسائل پیش ہوئے تو آپ نے رویت کے متعلق کلام مجید کی آیت
لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ۔ سورۂ انعام رکوع ۱۳ - اور دوسرے مسئلہ کی نسبت، دوسری
آیت لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۲ پیش کر کے نہ صرف کلام الٰہی پر کامل عبور رکھنے کا
ثبوت دیا، بلکہ حقیقتاً یہ بھی بتادیا کہ مسائل شرع مین درایت سے کام لینا ضروری ہے اور
نیز یہ کہ وہ درایت کس نوع کی ہونی چاہیے،

آپ کی زندگی کے بعض واقعات ایسے ہین، جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ
آپ نے اسلام کی حقیقی روح کو کسقدر تکمیل کے ساتھ سمجھا تھا۔ رسول اللہ کی تمام تعلیمات اور آپ کے
ہر طرز عمل سے یہ بات مترشح ہوتی تھی کہ اسلام مین حد درجہ سہولت مرکوز ہے اور اسی لیے اسے
فطری مذہب کہتے ہین حضرت عائشہ نے اس نکتہ کو جسقدر خوبی کے ساتھ سمجھا وہ آپ ہی کا حصہ تھا

[1] عین الاصابہ [2] بخاری غزوۂ بدر،

آپ کے زمانہ مین ابن ابی السائب تابعی وعظ کے بڑے شایق تھے اور ہر نماز کے بعد دیر تک مسجع عبارت مین دعا مانگا کرتے تھے حضرت عائشہ کو معلوم ہوا تو ان سے مخاطب ہو کر بولین کہ ہفتہ مین ایک دن اور حد تین دن سے زیادہ وعظ نہ کہا کرو اور دعائین مختصر مانگا کرو، مسجع ومقفی عبارت کی ضرورت نہین ہے۔ رسول اللہ اور ان کے صحابہ کا یہ وتیرہ نہین تھا کہ وہ وعظ وتلقین اور دعا کی طوالت سے لوگون کو گھبرا دین[1]،،

حضرت عائشہ اگر چاہتین تو صرف یہ کہہ سکتی تھین کہ وعظ و دعا مین اختصار کرو، لیکن آپ نے دعاؤن کی طوالت کے اصل راز کو معلوم کرکے مسجع عبارت کے بنانے سے منع کیا، کیونکہ آپ سمجھتی تھین کہ طوالت کی وجہ یہی ہے،

اسکے بعد ہم آپ کے وسعت معلومات، صحت فکر، اصابت رائے اور تفقہ فی الدین کی چند مثالین پیش کرتے ہین[2]

(۱) فجر کی نماز مین باوجود اس کے کہ وقت کافی ہوتا ہے صرف دو رکعت فرض کی اور دو سنت کی رکھی گئین جسکی وجہ بظاہر سمجھ مین نہ آتی تھی۔ حضرت عائشہ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ "نماز فجر مین اس لیے زیادہ رکعتین نہین رکھی گئین کہ اسوقت قرأت طویل کی جاتی ہے،،

(۲) حضرت عمرؓ سے روایت کی گئی ہے کہ عصر اور فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہ پڑھنی چاہیئے۔ بظاہر اس ممانعت کا کوئی سبب معلوم نہ ہوتا تھا، لیکن حضرت عائشہ نے اس کی وجہ یہ بیان کی کہ اگر کوئی شخص ٹھیک طلوع وغروب کے وقت نماز پڑھیگا تو آفتاب پرست لوگون کے ساتھ مشابہت ہو جائے گی۔

(۳) آج کل عام طور سے لوگ نفل کی نماز بیٹھ کر ادا کرتے ہین، کیونکہ بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نفل بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ ایک شخص نے حضرت عائشہ سے اس کے بابت سوال کیا تو آپ نے جواب دیا کہ "یہ اس وقت کی بات ہے جب رسول اللہ کمزور ہو گئے تھے

(۴) ایک بار رسول اللہ نے حکم دیا کہ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ نہ رکھا جائے۔ بعض صحابہ نے خیال کیا کہ یہ حکم ہمیشہ کے لیے ہے اور بعض نے صرف اسوقت و زمانہ کے لیے مخصوص سمجھا۔ حضرت عائشہ نے بھی اس حکم کو وقتی حکم سمجھا جس کی وہ نہایت معقول وجہ یہ بیان

---

[1] مسند احمد ص ۲۱۷ [2] اسوۂ صحابہ جلد ۲۔

کرتی ہین کہ "اس زمانہ مین کم لوگ قربانی کر سکتے تھے اس لیے اللہ نے یہ حکم دیا تاکہ جن لوگون نے قربانی نہین کی ہے انھین بھی مل جائے"۔

(۵) مکہ معظمہ کے قریب ایک وادی ہے جس کا نام محصب ہے۔ چونکہ رسول اللہ نے ایام حج مین یہان قیام فرمایا تھا، اس لیے بعد کو صحابہ بھی یہان قیام کرتے تھے یہانتک کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے تو یہان کے قیام کو سنن حج مین شامل کر لیا۔

حضرت عائشہ اس کے خلاف تھین، وہ فرماتی تھین کہ "یہان کے قیام کو سنن حج مین داخل کرنا اس لیے صحیح نہین ہے کہ رسول اللہ کا قیام یہان صرف اس لیے ہوتا تھا کہ یہان سے حج کے لیے کوچ کرنے مین آسانی ہوتی تھی نہ اس نیت سے کہ یہان کا قیام مذہبی نقطۂ نظر سے اولیٰ و احسن ہے"۔

(۶) جس آیت مین چار بیویون سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے اسکے الفاظ یہ ہین:

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ سورۃ النساء

اگر تمھین اندیشہ ہے کہ یتیمون کے باب مین تم سے انصاف نہ ہو سکے گا تو عورتون مین سے اپنے حسب خواہش دو دو، تین تین، چار چار نکاح کر سکتے ہو۔

بظاہر اس آیت کے معنے بہت مبہم ہین۔ یتیمون کے ساتھ انصاف اور پھر چار نکاحون تک کی اجازت کا جوڑ سمجھ مین نہین آتا۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عروہ نے جناب عائشہ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے بتایا کہ بعض اوقات یتیم لڑکیان جائداد مین ولی کی شریک ہوتی ہین اور وہ ان سے نکاح کر کے مہر کم دیتا ہے، ایسی حالت مین ان سے نکاح کی ممانعت کی گئی کیونکہ یہ انصاف کے خلاف تھا۔

(۷) کلام مجید کی ایک آیت ہے:

حَتّٰی اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا جَآءَھُمْ نَصْرُنَا۔ سورۃ یوسف

حتی کہ جب پیغمبر مایوس ہو گئے اور ان کو خیال ہوا کہ جھوٹ بولا گیا تو ہماری مدد آ گئی۔

حضرت عروہ نے جناب عائشہؓ سے پوچھا کہ اس آیت مین کُذِبُوا (ان سے جھوٹ بولا گیا) ہے یا کُذِّبُوا (جھٹلائے گئے) آپ نے جواب دیا کہ کُذِّبُوا (جھٹلائے گئے) ہے حضرت عروہ نے کہا کہ جھٹلائے جانے کا تو یقین تھا پھر اس کے ساتھ ظَنُّوا (گمان کیا) کی کیا ضرورت تھی اس میرے خیال مین کُذِبُوا (جھوٹ بولا گیا) ہے حضرت عائشہ نے فرمایا کہ کیا پیغمبر خدا کے نسبت

یہ گمان کرسکتا ہے کہ خدا نے اس سے جھوٹ وعدہ کیا۔ اس کے بعد عروہ نے دریافت کیا کہ پھر اس کا کیا مطلب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ "یہ پیغمبرون کے متقدین کے متعلق ہے کہ جب وہ ایمان لائے اور اُن کی قوم نے انھین ستایا اور نصرت الٰہی مین تاخیر نظر آئی تو پیغمبرون کو گمان ہوا کہ کہین اس تاخیر کی وجہ سے ایمان لانے والے بھی نہ ہمین جھٹلا دین کہ اسی حالت مین خدا کی مدد ان کو پہونچ گئی۔

(۸) متعہ کے باب مین اس وقت بھی بعض لوگون مین اختلاف تھا اور متعدد احادیث اس باب مین پیش کی جاتی تھین، لیکن جب حضرت عائشہ سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ خدا کی کتاب سے کیون مدد نہین لیتے۔ اور یہ آیت پڑھی۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ سورۃ المؤمنون

جو لوگ اپنی شرمگاہون کی حفاظت کرتے ہین بجز اپنی بیویون یا لونڈیون کے انپر کوئی ملامت نہین (یعنی جو لوگ سوا اپنی بیویون اور لونڈیون کے کسی اور سے تعلق پیدا نہین کرتے انپر کوئی ملامت نہین)

ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کس دل و دماغ کی خاتون تھین اور آپ کی نگاہ نکتہ رس معاملات کی حقیقت تک کیونکر پہونچ جاتی تھی۔ عام طور سے دیکھا جاتا ہے (اور یہی فطرت انسانی کا اقتضا ہے) کہ جو لوگ فلسفیانہ دماغ رکھتے ہین وہ مذہبی احکام کی طرف سے ذرا بے پروا ہوجاتے ہین ہر بات کو عقل کی روشنی مین دیکھنے کی وجہ سے وہ بہت سی باتون کی تاویل کرلیتے ہین اور آخرکار تقویٰ کے حدود تک نہین پہونچتے، لیکن حضرت عائشہ باوجود اس کے بڑی انتہا تقویٰ کا لحاظ رکھتی تھین۔

جب فتح عجم کے بعد جدید جدید شرابون کے جدید نامون کا رواج عرب مین ہوا تو لوگون کو ان کی حلت و حرمت کے نسبت دریافت کرنے کی ضرورت ہوئی۔ کیونکہ عربی مین خمر صرف انگوری شراب کو کہتے ہین اور اب بہت سی جدید شرابین آگئین تھین۔ چنانچہ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ "شراب کے برتنون مین چھوارے تک نہ بھگوئے جائین" پھر عورتون سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "اگر تمھارے مٹکون کے پانی سے نشہ پیدا ہونے لگے تو وہ بھی حرام ہے۔ رسول اللہ نے عام طور سے ہر مسکر چیز کو حرام قرار دیا ہے"[۱]

[۱] سنن نسائی کتاب الخمر

عرب مین جہان اور بہت سی مذموم رسمین رائج تھین، وہین ٹوٹکے کا بھی بہت رواج تھا، علی الخصوص عورتون مین جنکا کوئی کام بغیر شگون کے پورا ہی نہین ہوتا۔ لیکن حضرت عائشہ باوجود عورت ہونے کے ٹوٹکون کو بہت برا سمجھتی تھین۔ آپ نے ایک مرتبہ کسی بچہ کے سرہانے استرا رکھا ہوا دیکھا[1] تو منع فرمایا اور کہا کہ رسول اللہ ٹوٹکون کے سخت مخالف تھے[2]

آپ مین ان تمام صفات کے ساتھ وہ جوہر بھی تھا جس کے لیے سرزمین عرب کے مرد عورت مشہور ہین، یعنے وہ خطرہ کے وقت بے انتہا جری تھین اور میدان جنگ مین پیٹھ پر مشک لاد کر زخمیون کو پانی پلاتی تھین[3]

دنیا کی عام تہذیب مین بھی آپ کا وہ عالم تھا جسپر آج بھی فخر کیا جاسکتا ہے۔ طلحہ کی صاحبزادی نے جنکا نام بھی عائشہ تھا حضرت عائشہ کی آغوش تربیت مین پرورش پائی تھی اور لوگ دور دور سے انکے پاس آتے اخطوط روانہ کرتے اور تحایف بھیجتے۔ جب یہ حضرت عائشہ سے ذکر کرتین تو آپ فرماتین کہ "خطون کا جواب لکھدوا ور ہدیہ کا معاوضہ دیدو"[4]

حضرت عائشہ کا مرتبہ طبقہ رواۃ مین بھی بہت بلند ہے اور سوائے حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عباس کے کسی اور صحابی سے اتنی روایتین بیان نہین کی گئین جتنی حضرت عائشہ سے منقول ہین،

حضرت ابوہریرہ کی روایتین سب سے زیادہ (۵۳۷۴) ہین اس کے بعد عبداللہ بن عباس کا درجہ ہے جنھون نے ۲۶۶۰ حدیثون کی روایت کی اور پھر حضرت عائشہ ہین جنسے ۲۲۱۰ احادیث روایت کی گئی ہین۔

واقعات وفات۔ حضرت عائشہ کی ولادت ہجرت سے نوسال پہلے اور وفات ۵۸ھ ہجری مین متفق علیہ ہے اس اعتبار سے اونکی عمر وفات کے وقت ۶۳ تریسٹھ سال ہوگی چونکہ حضرت عایشہ رض خود پسندی سے بہت نفور تھین اسلیے تعریف کرنے والون سے ملنے مین انہین تامل ہوتا تھا۔

مرض وفات مین حضرت عبداللہ بن عباس نے ام المومنین کی خدمت مین حاضر ہونے کی اجازت چاہی وہ جانتی تھین کہ تعریف کرینگے اس لیے متامل ہوئین مگر بھانجون نے اصرار کیا کہ آپ ام المومنین ہین اور ابن عباس، سلام کرتے اور آپ کو رخصت کرنے کے لیے آئے ہین تو فرمایا اگر تم چاہو تو بلالو، حضرت ابن عباس بلائے گئے اور جیسا حضرت عائشہ کا خیال تھا

[1] استرا اسلیے رکھدیا جاتا تھا کہ بچہ آسیب سے محفوظ رہے [2] اسوۂ صحابہ جلد دوم [3] مسلم کتاب الجہاد [4] اسوۂ صحابہ جلد دوم۔

بیٹھتے ہی انھون نے کہا آپ کو بشارت ہو کہ محمد صلعم سے آپ کو ملنے مین اتنا ہی وقفہ ہے جتنا روح کے بدن سے جدا ہونے مین، آپ رسول اللہ صلعم کی محبوب ترین بیوی تھین، جس رات کو آپکا ہار گر گیا آنحضرت صلعم نے اسکی تلاش کی اور لوگون کو منزل پر پانی نہ ملا تو آپ ہی کے سبب سے اللہ تعالی نے آیۂ تیمم نازل فرمائی، آپ کی برارت جبریل امین آسمان سے لیکر آئے جو قیامت تک ہر مسجد مین پڑھی جائیگی،، فرمایا ابن عباس مجھے معاف رکھو، قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے، مجھے پسند تھا کہ مین معدوم محض ہوتی[1]

انتقال سے پہلے وصیت فرمائی تھی کہ "مجھے بقیع مین دفن کرنا جہان اور ازواج دفن ہین[2] بیماری مین فرمایا کرتین" اے کاش مین پیدا نہوتی کاش مین پتھر ہوتی، کاش مین ڈھیلا ہوتی[3] لوگ خیریت پوچھنے آتے تو فرماتین "الحمد للہ اچھی ہون[4]"،

آپ نے سہ شنبہ کی رات کو بتاریخ ۱۷ رمضان ۵۸ھ وفات پائی[5] یہ امیر معاویہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔

جس رات کو آپ نے وفات پائی، مشعلین روشن کرلی گئی تھین اور عورتون کی اسقدر کثرت تھی کہ عید کا دھوکا ہوتا تھا[6]

ان کے انتقال سے لوگونکو بہت صدمہ تھا، مسروق کہتے تھے اگر بعض مصالح مانع نہوتے تو مین ام المومنین کے لیے مجلس ماتم برپا کرتا[7]۔ عبید بن عمیر نے ایک شخص سے پوچھا حضرت عائشہ کی وفات سے کس کس کو صدمہ ہوا اوسنے جواب دیا۔ جس جس کی وہ مان تھین اسکو انکا غم تھا[8]،

آپ نے وصیت کی تھی کہ رات ہی کو دفن کر دینا، چنانچہ اوسی رات کو بعد نماز وتر بقیع مین دفن ہوئین۔ اس شب کو بقیع مین اس کثرت سے لوگون کا ہجوم تھا کہ ایسا پہلے کبھی نہ دیکھا گیا تھا[9]۔

حضرت ابوہریرہ نے نماز جنازہ پڑھائی، عبد اللہ بن زبیر، قاسم بن محمد، عبد اللہ بن محمد بن عبد الرحمن اور عبد اللہ بن عبد الرحمن نے قبر مین اتارا[10]۔

---

[1] طبقات جز ۸ صفحہ ۵۲ [2] ایضاً ۵۱ [3] ایضاً [4] ایضاً [5] ایضاً ۵۴ [6] ایضاً ۵۳ [7] ایضاً ۵۴۔
[8] ایضاً ۵۳ [9] ایضاً، [10] ایضاً

ام المومنین حضرت حفصہؓ

نام ونسب جناب حفصہ، سیدنا عمر ابن الخطاب فاروق اعظم خلیفۂ دوم کی صاحبزادی ہین[1]
آپ کے دادا نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن عدی بن کعب تھے[2] اور
والدہ زینب بنت مظعونؓ۔

ولادت نبوت سے پانچ سال پہلے جبکہ قریش تعمیر کعبہ مین مصروف تھے، پیدا ہوئین[3]
اسلام آپ کے اسلام کا ذکر صراحتاً مذکور نہین لیکن یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ
جب دائرہ اسلام مین داخل ہوے تو آپ کا قبیلہ بھی ساتھ ہی مسلمان ہوا، اور انہین مین
یہ بھی تھین۔
نکاح خُنیسؓ بن حذافہ بن قیس بن عدی سے پہلا نکاح ہوا[4]۔
ہجرت خنیس اسلام مین آپ کے دوش بدوش تھے، جب مدینہ کی طرف ہجرت کی اسوقت بھی
زن وشوہر کا ساتھ تھا۔
عام حالات حضرت خنیسؓ جنگ بدر مین شریک ہوئے چونکہ اس موقع پر مہلک زخم کھائے
تھے، مدینہ پہونچکر وفات پائی یہ واقعہ ہجرت کے بعد کا ہے جبکہ آنحضرتؐ جنگ بدر سے تشریف
لے آئے تھے[5]

حضرت حفصہؓ بیوہ ہوگئین تو حضرت عمرؓ نے جناب ابو بکرؓ سے نکاح کردینے کا خیال
ظاہر کیا، وہ خاموش ہورہے اور کچھ جواب نہ دیا۔ یہ بات حضرت عمرؓ کو ناگوار ہوئی۔ اسوقت
حضرت عثمان غنیؓ کی بیوی، رقیہ بنت رسول اللہ صلعم کا انتقال ہوچکا تھا، اسلیے حضرت عثمان
سے کہا، انھون نے جواب دیا کہ ابھی مین نکاح کرنا نہین چاہتا، حضرت عمر آنحضرت صلعم کی
خدمت مین آئے اور آپ سے صورت واقعہ بیان کی۔ حضرت عمرؓ اور جناب رسالت مآب

[1] استیعاب ج ۲ ص ۷۳۴ [2] ایضاً ۳۲۸ [3] طبقات ج ۸ ص ۵۶ [4] ایضاً [5] اسد الغابہ صفحہ ۴۲۵ [6] طبقات ج ۸ ص ۵۶۔

صلعم کے تعلقات خصوصی ایسے نہ تھے کہ قرابت تک نوبت نہ آتی، ادھر حضرت ابو بکرؓ صدیق کی صاحبزادی عائشہ آپ کے نکاح مین آچکی تھین، حفصہ کو بھی یہ شرف عطا ہونا مقتضائے مشیت تھا اس لیے آپ نے فرمایا "حفصہ کا نکاح ایسے شخص سے نہ ہو جائے جو عثمان سے بہتر ہے" اور عثمان کو ایسی بیوی نہ بجائے جو حفصہ سے بہتر ہے" پھر آپ نے حضرت عمرؓ کو حفصہ کا پیام دیکر اپنا نکاح کر لیا۔

بعد مین حضرت ابو بکرؓ عمرؓ سے ملے اور کہا کہ آپ مجھ سے خفا نہون رسول اللہ صلعم نے حفصہ کا ذکر کیا تھا مین یہ بات ظاہر کرنا نہ چاہتا تھا اس لیے خاموش ہو رہا اگر آنحضرت صلعم کا یہ خیال نہوتا تو مین ہی نکاح کر لیتا[1]۔

حضرت حفصہ کا یہ نکاح ۳ھ مین ہوا[2]۔

تحریم ابو اسامہ حماد بروایت حضرت عائشہ بیان کرتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حلوا اور شہد بہت مرغوب تھا۔ آپ عصر کی نماز کے بعد ازواج کے پاس تشریف لیجایا کرتے تھے ایکدن حضرت حفصہ کے پاس معمول سے زیادہ دیر ہوگئی، بمقتضائے فطرت حضرت عائشہ کو رشک ہوا اور انھون نے حالات دریافت کیے تو معلوم ہوا کہ کسی عورت نے حفصہ کے پاس ہدیۃً شہد بھیجا تھا اور آنحضرت صلعم نے اسے کھایا ہے، حضرت عائشہ نے اسکا ذکر سودہؓ سے کیا اور ان کو سکھا دیا کہ جب آنحضرت صلعم تمھارے پاس آئین تو کہنا یا رسول اللہ آپ نے مغافیر کھایا ہے (مغافیر ایک قسم کا پھول ہوتا ہے جسکو شہد کی مکھی چوستی ہے اسین کسیقدر بو ہوتی ہے اور یہ آنحضرت صلعم کو سخت ناپسند تھی) آپ فرمائینگے مجھے حفصہ نے شہد پلایا ہے، تم کہنا شاید یہ شہد عرفط کی مکھی کا ہے۔ یہی بات حضرت صفیہ کو بھی سکھا دی۔ آپ سودہ کے پاس تشریف لائے تو انھون نے حسب قرار داد یہی کہا۔ حضرت عائشہ اور حضرت صفیہ نے بھی یہی گفتگو کی اسکے بعد آپ ایک دن حفصہ کے پاس آئے تو انھون نے حسب معمول شہد کے متعلق استمزاج کیا آپ نے فرمایا مجھے اس کی حاجت نہین اور عہد کر لیا کہ آیندہ شہد نہ کھائین گے۔

یہ روایت ابن سعد نے لکھی ہے مگر صحیح بخاری مین شہد پلانیوالا حضرت زینب کو بتلایا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت عائشہ کے مشورہ مین صرف حفصہ بنت عمر شریک تھین اسکے بعد قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔

---

[1] طبقات ج ۸ ص ۵۹ [2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۲۹۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ	اے نبی تم بیویون کی خوشنودی کے لیے جو چیز
تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ ۔ سورۃ التحریم	خدا نے حلال کی ہے اوسکو اپنے اوپر کیون حرام کرتے ہو

ابن سعد نے اس روایت مین غلطی کی ہے کیونکہ اور کتابون مین کہین اس واقعہ کی نسبت حضرت حفصہ کے ساتھ دیکھی نہین گئی۔ پھر بخاری کی روایت کو صحیح ماننے مین کوئی تامل کی گنجائش بھی نہین جبکہ روایتًا و درایتًا کسی قسم کا ضعف پایا نہین جاتا۔

واقعہ تحریم کے کچھ دن بعد آنحضرت صلعم نے کوئی بات راز کی حضرت حفصہ سے کہی اور تاکید فرمادی کہ کسی سے نہ کہین۔ مگر وہ حضرت عائشہ سے چھپا نہ سکین۔ اسپر یہ آیت اتری۔

وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا	اور جب پیغمبر نے اپنی بعض بیویون سے راز کی بات
فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ	کہی اور انھون نے فاش کر دی اور خدا نے پیغمبر کو اسکی
بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا	خبر کر دی تو پیغمبر نے اسکا کچھ حصہ ان سے کہا اور کچھ چھوڑ دیا
بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هَٰذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ	پھر جب اون سے کہا تو انھون نے کہا کسنے آپکو خبر دی پیغمبر نے
الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ (سورہ تحریم)	کہا مجھکو خدا اے علیم و خبیر نے خبر دی[1]

چونکہ یہ صورت رسول اللہ کے برہمی کی تھی اس لیے حضرت حفصہ و حضرت عائشہ نے متفق ہوکر معاملہ کو سلجھانا چاہا تو دونون کی شان مین اس آیت کا نزول ہوا[2]

إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا	اگر تم دونون خدا کی طرف رجوع کرو تو تمھارے
وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ	دل مائل ہو چکے ہین اور اگر رسول اللہ صلعم کے
وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ	بین مظاہرہ کرو تو خدا، جبریل اور نیا تمام
بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ (تحریم)	سب کے بعد فرشتے رسول اللہ کے مددگار ہین،

اس آیۃ مین منافقین کی طرف اشارہ ہے اور اونکو تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر حفصہ اور عائشہ دونون مظاہرہ کرین اور منافقین سازش کرکے اس سے فائدہ اٹھانا چاہین تو بھی خدا پیغمبر کی مدد کریگا۔ اور خدا کے ساتھ جبریل، ملائکہ اور تمام دنیا ہے

فضائل و کمالات حضرت حفصہ بہت سمجھدار تھین انکو تعلیم و تفہیم کا بڑا شوق تھا، عبداللہ بن عمر، حمزہ بن عبداللہ، حارثہ بن وہب، عبدالرحمان بن حارث، وغیرہ مردون مین اور صفیہ بنت ابی عبید، ام مبشر انصاریہ عورتون مین ان کے دائرہ تلامذہ مین داخل ہین حضرت

---

[1] و [2] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۲۹

حفصہ رضہ سے ۶۰ حدیثین منقول ہین جو انھون نے خود آنحضرت صلعم اور جناب عمرؓ سے سُنی تھین[1]
مسند ابن حنبل مین حضرت حفصہ کے متعلق ایک واقعہ لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تفقہ فی الدین مین ان کو کیا شغف تھا" ایک بار آنحضرت صلعم نے فرمایا مجھے امید ہے کہ اصحاب بدر و حدیبیہ جہنم مین داخل نہونگے، حضرت حفصہ نے اعتراض کیا کہ اللہ تو فرماتا ہے

وان منکم الا واردھا۔ — تم مین سے ہر ایک وارد جہنم ہوگا

آپ نے فرمایا، ہان مگر یہ بھی تو ہے،

ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا ونذر الظالمین فیھا جثیا۔ — پھر ہم پرہیزگارون کو نجات دینگے اور ظالمونکو اسمین زانوؤن کے بل گراہوا چھوڑ دینگے[2]

اخلاق وعادات حضرت حفصہ بڑی عبادت گذار اور مذہب کی پابند تھین۔ قائم اللیل اور صائم النہار تھین، آخروقت تک روزہ نہ چھوڑا[3]

حضرت عائشہ اور ان مین بہناپا تھا، اکثر معاملات مین ایک دوسرے کی شریک تھین کبھی کبھی رقابت کا بھی اظہار ہوجاتا تھا جیسا کہ حضرت عائشہ کے ذکر مین لکھا گیا۔

حضرت عائشہ ان کی نسبت فرماتی تھین" حفصہ اپنے باپ کی بیٹی ہین" جیسے راسخ الارادہ ہر بات مین وہ ہین ویسے ہی یہ بھی ہین[4]

کسیقدر مزاج مین تیزی تھی، بعض اوقات آنحضرت صلعم کو برابر سے جواب دیتی تھین، صحیح بخاری مین حضرت عمرؓ کی روایت ہے" جاہلیت مین عورتون کی بہت کم وقعت ہوتی تھی، ایک دن مین کسی معاملہ مین شامل تھا میری بیوی نے مجھے مشورہ دیا مین نے انکو جھڑک دیا کہ تمکو ان امور سے کیا واسطہ بولین" تمکو میری بات اچھی نہین لگتی حالانکہ تمھاری بیٹی رسول اللہ صلعم کو برابر جواب دیتی ہے" مین یہ سُنکر حفصہ کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا واقعہ ہے انھون نے کہا بیشک مین ایسا کرتی ہون مین نے کہا خبردار ایسا نہ کیا کرو، مین تمکو عذاب الٰہی سے ڈراتا ہون[5]

وفات ان کے سال وفات مین اختلاف ہے۔ ابن اثیر کا رجحان اس طرف ہے کہ جو زمانہ حضرت حسن بن علیؓ کے امیر معاویہ سے بیعت کرنے کا ہے، وہی زمانہ حضرت حفصہ کی وفات کا ہے یعنی سنہ ۴۱ھ[6]

[1] زرقانی ص ۲۷۱ ج ۳ [2] مسند ج ۶ ص ۲۸۵ [3] طبقات ج ۸ ص ۵۹ [4] سنن ابی داؤد ذکر حفصہ [5] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۸۰ [6] اسد الغابہ ۴۲۱

ابن سعد لکھتے ہین کہ حضرت حفصہ نے شعبان ۴۵ھ مین وفات پائی اور یہی صحیح ہے کیونکہ اکثر ارباب سیر اس پر متفق ہین۔

مروان عامل مدینہ نے نماز جنازہ پڑھائی، حضرت ابوہریرہ ان کا جنازہ مغیرہ کے گھر سے مدفن تک لے گئے۔ عبداللہ بن عمر، عاصم بن عمر اور عبداللہ بن عمر کے بیٹے سالم، عبداللہ اور حمزہ قبر مین اُترے اور بقیع مین آپ دفن کی گئین [1]۔

[1] ابن سعد ج ۸ ص ۶۰۔

ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ

نام ونسب۔ زینب نام، ام المساکین لقب، نسب یہ ہے زینب بنت خزیمہ بن حارث بن عبداللہ ابن عمرو بن عبد مناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ[1]۔

نکاح۔ پہلے عبداللہ ابن جحش کی زوجیت مین تھین جو جنگ احد ۳ھ مین شہید ہوے، عبداللہ کے بعد اسی سال آنحضرت صلعم نے ان سے نکاح کر لیا۔ لیکن دو ہی تین مہینہ کے بعد سفر آخرت پیش آیا[2]۔ یہ پہلی بیوی ہین جو آپ کی زندگی مین خدیجہ کے بعد راہگرا ے فردوس ہوئین۔ وفات کے وقت ان کی عمر کم وبیش تیس سال تھی[3]۔ زمانہ انتقال آخر ماہ ربیع الاول ہے، رسول اللہ صلعم نے نماز جنازہ پڑہائی اور بقیع مین دفن فرمایا[4]۔

ان کے پہلے نکاح مین اختلاف ہے، ابن سعد کا خیال ہے کہ پہلے وہ طفیل بن حارث ابن عبدالمطلب کے نکاح مین تھین، اوسنے طلاق دے دی تو عبیدہ بن حارث سے نکاح ہوا جو جنگ بدر مین شہید ہوئے[5] مگر ہمارے نزدیک آنحضرت صلعم سے قبل آپ کا نکاح عبداللہ ابن جحش سے ہوا تھا۔ اور یہی خیال ہے علامہ ابن عبدالبر اور مورخ ابن اثیر کا (ملاحظہ ہو استیعاب ص ۷۵۴ و اسد الغابہ ص ۴۶۶)

آنحضرت صلعم سے ان کا نکاح اوائل رمضان ۳ھ[6] مین ہوا اور بارہ اوقیہ زرمہر قرار پایا

بعض لوگ حدیث "اولکنّ لحوقابی اطولکن یدًا" زینب بنت خزیمہ کے حق مین بتاتے ہین کیونکہ وہ بہت صدقہ دیا کرتی تھین اور مساکین پر بہت مہربان تھین، لیکن یہ غلط ہے اصل مین یہ حدیث زینب، بنت جحش سے متعلق ہے جنکا انتقال آنحضرت صلعم کے بعد تمام ازواج سے پہلے ہوا۔ زینب بنت خزیمہ تو باتفاق محدثین آنحضرت صلعم کی زندگی مین وفات پا چکی تھین[7]۔

[1] استیعاب ص ۷۵۲، [2] ایضاً، [3] ایضاً، [4] طبقات ج ۸ ص ۸۲، [5] ایضاً، [6] ایضاً، [7] اصابہ ص ۶۰۵۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضؓ

نام ونسب   آپ کا تعلق قریش کے قبیلہ بنی مخزوم سے تھا۔ اصل نام ہند ہے لیکن چونکہ کنیت زیادہ متعارف ہے اس لیے ام سلمہ کے نام سے مشہور ہین۔ باپ ابوامیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم تھے اور ماں عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ بن مالک کنانیہ بعض لوگ حضرت ام سلمہ کا نام رملہ بھی بتاتے ہین مگر اسکی کوئی اصل نہین۔ محدثین اس روایت کو لیس بشیٔ سے تعبیر کرتے ہین [1]

ابوامیہ کا نام حذیفہ تھا اور زاد الراکب کے لقب سے مشہور تھے، کیونکہ مکہ کے فیاضون مین ان کا خاص اعتبار تھا اور جب کبھی سفر کرتے تھے تو تمام قافلہ کے خود کفیل ہوتے تھے یہی فیاضانہ کفالت تھی جس کی دلپذیری نے زبان عرب سے ابوامیہ کو یہ لقب دلایا۔[2]

نکاح   پہلے جناب ام سلمہ کا نکاح ابوسلمہ بن عبدالاسد سے ہوا جو ان کے چچیرے بھائی تھے[3]

اسلام   یہ اور ان کے شوہر دونون ان لوگون مین سے ہین جنکو قدیم الاسلام کہا جاتا ہے[4] یعنی آغاز نبوت مین جبکہ لوگ "ترک واختیار" کی کشمکش مین مبتلا تھے اور مذہب کی نسبت حق بجانب فیصلہ کرنا صرف خوش نصیبون کا حصہ تھا، یہ میان بیوی اسلام کی غیر فانی دولت سے مالا مال ہوئے،

ہجرت   جسطرح اسلام مین دونون دوش بدوش تھے اسی طرح ہجرت مین بھی ایکدوسرے کے ساتھ رہے۔ پہلے حبشہ کا رخ کیا وہان سے کچھ دنون کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت کی مدینہ کی ہجرت مین حضرت ام سلمہ کو جو المناک واقعات پیش آئے انہین کی زبان سے ابن اثیر نے اپنی کتاب مین بیان کیے ہین فرماتی ہین "جب ابوسلمہ نے مدینہ جانے کا فیصلہ کرلیا تو ان کے پاس ایک ہی اونٹ تھا اسی پر مجھکو اور میرے بیٹے سلمہ کو سوار کردیا اور اونٹ کی نکیل ہاتھ مین لیے چلدیے۔ بنو مغیرہ نے جو میرے میکے کے لوگ تھے ہم لوگون

١ و ٢ اصابہ ق ١ ص ٨٠٥ ٣ ایضاً ٤ ایضاً ٨٠٦۔

دیکھ لیا اور ابو سلمہ سے مزاحمت کی کہ ہم اپنی لڑکی کو ایسی خراب حالت مین نہ جانے دین گے
ابو سلمہ کے ہاتھ سے نکیل چھین لی اور مجھے اپنے ساتھ لے چلے۔ اتنے مین بنو عبدالاسد ابو سلمہ کے
خاندان کے لوگ آپہونچے اور انھون نے میرے بچے سلمہ پر قبضہ کر لیا اور بنو مغیرہ سے کہا اگر تم
اپنی لڑکی کو شوہر کے ساتھ نہین جانے دیتے تو ہم اپنے بچے کو تمھاری لڑکی کے پاس ہرگز نچھوڑینگے
اب مین، میرا شوہر، میرا بچہ تینون ایک دوسرے سے جدا تھے، مارے صدمہ کے میری حالت
خراب تھی چونکہ ہجرت کا حکم ہو چکا تھا اسلیے ابو سلمہ تو مدینہ پہونچ گئے مین تنہا رہگئی۔ روزانہ صبحکو
گھر سے نکلتی اور ایک ٹیلے پر بیٹھکر شام تک رویا کرتی، اسی حال مین مجکو کم وبیش ایک سال
ہوگیا۔ ایک دن بنو مغیرہ کے ایک شخص نے جو میرا عزیز تھا، میری یہ پریشانی دیکھ کر ترس کھایا
اور بنو مغیرہ کو جمع کرکے سب کی طرف مخاطب ہوکر کہا " آپ لوگ اس مسکین کو کیون نہین چھوڑدیتے
جسکو آپ نے اوس کے بچہ اور شوہر سے جدا کر دیا ہے " یہ مفہوم کچھ ایسے موثر الفاظ مین ادا
کیا گیا تھا کہ میرے میکے والون کو رحم آگیا اور انھون نے اجازت دے دی کہ اگر تم چاہو تو
اپنے شوہر کے پاس جا سکتی ہو، یہ سنکر بنو عبدالاسد نے بھی میرے بچے کو میرے پاس بھیجدیا
اب مین نے اونٹ پر کجاوہ کسا اور سلمہ کو گود مین لیکر سوار ہوگئی۔ مین بالکل تنہا تھی اور
اسی عالم مین تنعیم پہونچی وہان عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ ملے۔ انھون نے میرا ارادہ معلوم
کرکے مجھ سے پوچھا کیا کوئی تمھارے ساتھ ہے مین نے کہا، نہین صرف مین ہون اور یہ میرا
بچہ، انھون نے میرے اونٹ کی نکیل پکڑلی اور ہاتھ سے کھینچتے ہوئے آگے آگے چلنے لگے خدا
جانتا ہے مجھے طلحہ سے زیادہ شریف آدمی عرب مین نہین ملا، جب منزل آتی اور ہمکو ٹھہرنا
پڑتا تو وہ کسی درخت کی آڑ مین ہو جاتے، چلنے کا وقت ہوتا تو اونٹ کو تیار کرلاتے اور
جب مین اطمینان سے بیٹھ جاتی تو اونٹ کی مہار لیکر آگے آگے چلنے لگتے۔ اثنار سفر مین یہی
معمول رہا، مدینہ پہونچکر بنی عمرو بن عوف کی آبادی (موضع قبا) سے گذر ہوا تو عثمان ابن
طلحہ نے مجھ سے کہا تمھارا شوہر اس گانْون مین ہے ابو سلمہ یہان ٹھہرے ہوے تھے مین
اللہ کے بھروسہ پر اس محلہ مین داخل ہوئی اور خدا خدا کرکے اون سے ملاقات ہوئی، عثمان
ابن طلحہ مجھے ابو سلمہ کا پتہ بتا کر مکہ واپس ہوگئے،،[1]

حضرت ام سلمہ پر اس ہمدردی کا ہمیشہ اثر رہا اور وہ اکثر فرمایا کرتی تھین۔

---

[1] اسد الغابہ ۵۸۸ و ۵۸۹۔

مَا رَاَیْتُ صَاحِبًا قَطُّ اَکْرَمَ مِنْ عُثْمَانَ بْنِ طَلْحَۃَ - مین نے عثمان بن طلحہ سے زیادہ ساتھ دینے والا شریف آدمی کوئی نہین دیکھا،

اس دور ابتلا مین جبکہ مسلمان ہر طرف سے آماجگاہ حوادث بنے ہوئے تھے اور اور اون کی پریشانیون کا کوئی ٹھکانا نہ تھا ہجرت کے موقع پر جو مصیبتین حضرت ام سلمہ کو اٹھانی پڑین انہین کا حصہ تھین چنانچہ اون کا دل خود بھی اس احساس سے خالی نہ تھا اور وہ جب ہجرت کا ذکر کرتین تو فخریہ کہتی تھین "مین نہین جانتی کہ اہل بیت مین سے کسی نے وہ مصیبتین اٹھائی ہون، جو اسلام کی خاطر خاندان ابوسلمہ کو جھیلنا پڑین ہین[1]

جہان اور اوصاف مین حضرت ام سلمہ دیگر ازواج سے ممتاز تھین ہجرت مین بھی انکو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ وہ پہلی پردہ نشین بیوی تھین جنکو ابتدائً مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کا اتفاق ہوا[2]

حضرت ام سلمہؓ بڑی باوقعت بیوی تھین، ان کے باپ ابوامیہ جنکا ذکر اجمالاً کیا جا چکا ہے، قریش کے نہایت معزز و معروف شخص تھے، ہجرت کے زمانہ مین جب یہ قبا مین داخل ہوئین تو لوگ ان کا حال پوچھتے اور باپ کا نام سنکر یقین نہ کرتے تھے۔ کیونکہ شریف عورتین اُس زمانہ مین بھی اسطرح تنہا نکلنے سے پرہیز کرتی تھین۔ حضرت ام سلمہ کو اسلام کا درد تھا اور خدا کے حکم کی پابندی فرض سمجھتی تھین اسلیے ان کو کچھ خیال نہ ہوتا اور مجبوراً چپ ہو رہتین جب کچھ لوگ حج کے لیے مکہ روانہ ہوئے اور انھون نے اپنے گھر رقعہ بھیجا اسوقت سبکو ان کی شرافت و خاندانی بزرگی کا یقین آیا[3]

ابھی ہجرت کے مصائب تازہ تھے اور شوہر کے پاس زیادہ رہنے کا موقع نہ ملا تھا کہ حضرت ابوسلمہ کو بتقریب جہاد غزوۂ احد مین شریک ہونا پڑا، میدان جنگ مین انہین کے ہمنام ابوسلمہ جشمی کے تیر سے ان کا بازو زخمی ہوا۔ ایک ماہ تک علاج ہونے کے بعد صحت ہوئی۔ اس کے دو سال گیارہ ماہ بعد پھر آنحضرت صلعم کے حکم سے قطن کی طرف بھیجدیے گئے وہان انکو ۲۹ شبانہ روز صرف ہوگئے[4]۔

سنہ ۴ھ مین صفر کی آٹھوین نوین کو پھر مدینہ آئے مگر اب زخم شق ہوگیا تھا اس سے جانبر نہو سکے اور اسی سال جمادی الاخری کی نوین تاریخ کو وفات پائی[5][6]

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۸۹ [2] ایضاً [3] ایضاً [4] ماخوذ از اصابہ ج ۲ ص ۸۸۸ [5] د [6] طبقات ج ۸ ص ۶۰، ۶۱

حضرت ام سلمہ آنحضرت صلعم کو خبر وفات سنانے آئین آپ خود انکے گھر تشریف لائے مکان محشر غم بنا ہوا تھا حضرت ام سلمہ بار بار کہتین "ہائے غربت مین کیسی موت ہوئی" آپ نے صبر کی تلقین کی اور فرمایا اُن کی مغفرت کی دعا مانگو اور کہو اَللّٰھُمَّ اخْلُفْنِی خَیْرًا مِّنْھَا اے اللہ مجھے ان سے بہتر ان کا جانشین دے،، پھر رسول اللہ ابو سلمہ کی لاش پر تشریف لائے بڑے اہتمام سے جنازہ کی نماز پڑھائی گئی جس مین آپ نے ۹ تکبیرین کہین لوگون نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کو سہو تو نہین ہوا؟ فرمایا یہ ہزار تکبیرون کے مستحق تھے چونکہ وفات کے وقت ابو سلمہ کی آنکھین کھلی رہ گئی تھین اس لیے رسول اللہ نے خود دست مبارک سے انکی آنکھین بند کین اور مغفرت کی دعا مانگی[1]

نکاح ثانی جب حضرت ابو سلمہ کا انتقال ہوا تو حضرت ام سلمہ حاملہ تھین[2]۔ بعد انقضاے عدت حضرت ابو بکر رضنے انکی غربت و کس مپرسی کے خیال سے اپنے نکاح کا پیغام دیا، انھون نے انکار کر دیا[3]۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت عمر نے بھی اپنے نکاح کا پیام دیا تھا مگر صاحب اصابہ کا خیال ہے کہ حضرت عمر کے واسطہ سے آنحضرت صلعم نے اپنے نکاح کا پیام بھیجا تھا، ابو سلمہ کی جان نثاریون اور ام سلمہ کی بے ماگی و غربت کا احساس ایسا نہ تھا کہ جناب رسالتمآب صلعم کو متاثر نہ کرتا آپ نے بحکم الٰہی حضرت ابو بکر کے بعد حضرت عمر کے ذریعہ سے اپنے نکاح کا پیام بھیجا اب حضرت ام سلمہ کو یہ جراءت نہ تھی کہ تعمیل ارشاد سے انحراف کرتین پہلے چند عذر کئے مگر آنحضرت صلعم نے سب شرطین منظور فرمائین تو راضی ہو گئین[4]۔ اور اپنے بیٹے عمر سے کہا "اٹھو اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے میرا نکاح کر دو[5]" شوال ۴ھ کی اخیر تاریخون مین رسم ازدواج ادا ہوئی اور اس طرح نہ صرف حضرت ام سلمہ کے اوس جانگسل صدمہ کی تلافی ہو گئی جو انکو ابو سلمہ کی حسرت خیز وفات سے پیدا ہوا تھا بلکہ اونکی عارضی مدت حیات ابدی مسرت مین تبدیل ہو گئی۔

احمد بن اسحق حضرمی زیاد بن مریم کے حوالہ سے کہتے ہین کہ "ایک بار ام سلمہ نے اپنے شوہر ابو سلمہ سے کہا "مجھے معلوم ہوا ہے اگر کسی عورت کا شوہر جنت نصیب ہوا اور عورت اوسکے بعد دوسرا نکاح نہ کرے تو اللہ اوس عورت کو بھی شوہر کے ساتھ جنت مین جگہ دیتا ہے

[1] زرقانی ج ۳ ص ۲۷۵ و مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۲۹۷ [3] [2] سنن نسائی ص ۵۱۱ [4] [5] طبقات ج ۸ ص ۶۲ [5] ایضاً۔

یہی صورت مرد کے لیے ہے تو آؤ ہم تم معاہدہ کرلیں نہ تم ہمارے بعد نکاح کرو نہ ہم تمہارے بعد
ابو سلمہ نے جواب دیا کیا تم میری اطاعت کروگی؟ ام سلمہ نے کہا سوا اسے تمہاری اطاعت کے
مجھے کس بات میں خوشی ہوسکتی ہے ابو سلمہ نے کہا تو جب میں مرجاؤں تو میرے بعد نکاح کرلینا
پھر ابو سلمہ نے دعا مانگی "یا اللہ میرے بعد ام سلمہ کو مجھ سے بہتر جانشین عطا فرما"، حضرت
ام سلمہ فرماتی ہیں جب ابو سلمہ مرگئے تو میں اپنے دل میں کہتی تھی ابو سلمہ سے بہتر کون ہوگا
اسکے کچھ دنوں کے بعد آنحضرت صلعم سے میرا نکاح ہوگیا[1]

مذکورہ بالا بیان سے زوجین کے خوشگوار تعلقات کا پتہ چلنے کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا ہے
کہ اوس زمانہ میں اسلام کی سچی اور بے لوث تعلیم کا کتنا گہرا اثر تھا۔ کیا یہ اس دور حقانیت کی
متبرک مثال نہ تھی کہ ایک شوہر اپنے جذبات کو دباتے ہوئے بیوی کو صفائی سے نکاح ثانی
کی ہدایت کر رہا ہے؟

آنحضرت صلعم نے ام سلمہ کو دو چکیاں، دو مشکیزے ایک تکیہ چمڑے کا جسمیں خرمے کی
چھال بھری ہوئی تھی عنایت فرمایا، یہی سامان دوسری ازواج رض کو عطا ہوا تھا[2]

رشک مقتضائے فطرت ہے اور یہ مذموم بھی نہیں اگر حسد تک نوبت نہ آئے جب حضرت
ام سلمہ آنحضرت صلعم کے نکاح میں آئیں تو حضرت عائشہ رض کو ان کے حسن و جمال کا حال سنکر
رشک ہوا اور وہ دیکھنے آئیں چونکہ انکی خوبروئی کا خیال ذہن میں راسخ ہوچکا تھا باوجود
غور کرنے کے یہی سمجھ میں آیا کہ ام سلمہ جتنا کہا جاتا ہے اوس سے کہیں زیادہ حسین ہیں" اسکا
ذکر حضرت حفصہ رض سے کیا انھوں نے سمجھا یا کہ لوگ مبالغہ کرتے ہیں غیرت کی وجہ سے یہ صورت
پیش آئی۔ پھر حضرت حفصہ نے بھی دیکھا اور یہی کہا اب جو حضرت عائشہ نے غور سے دیکھا تو
قائل ہوگئیں کہ واقعی حفصہ سچ کہتی ہیں۔ بہرحال اس روایت سے حضرت ام سلمہ کی خوبروئی
ثابت ہوتی ہے اور حضرت عائشہ رض پر کوئی اخلاقی الزام نہیں آتا۔[3]

ان کی حیا و شدت غیرت کا حال ان کے نکاح ثانی میں بیان کیا جا چکا ہے ابتدا
نکاح کے بعد بھی یہ صورت رہی کہ جب آنحضرت صلعم تشریف لاتے تو اپنی شیر خوار لڑکی کو دودھ
پلانے لگتیں آپ یہ دیکھ کر واپس ہوجاتے حضرت عمار بن یاسر ان کے رضائی بھائی تھے بڑا
ناراض ہوئے اور لڑکی کو اپنے گھر لے گئے[4]

---

[1] طبقات ج ۸ ص ۶۱ [2] ایضاً ص ۶۳ [3] طبقات ج ۸ ص ۶۴ [4] ایضاً

رفتہ رفتہ یہ بات کم ہوتی گئی اور جیسے دوسری بیویان رہتی تھین رہنے لگین بلکہ بعد مین تعلقات موانست اتنے بڑھ گئے کہ حضرت عائشہ کے بعد انہین کا درجہ قرار دیا جاتا ہے،

عام حالات حضرت ام سلمہ کے واقعات نکاح مین یہ واقعہ خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ جسدن یہ بیاہ کر لائی گئین اوسی دن اپنے ہاتھ سے کھانا پکایا۔ زینب بنت خزیمہ رض کا انتقال ہوچکا تھا رخصتی کے بعد حضرت ام سلمہ انہین کے گھر لائی گئین، اسباب خانہ داری پہلے ہی سے باقاعدہ تھا، سب چیزین مہیا تھین، حضرت ام سلمہ نے ایک گھڑے سے جو نکالے اور کچھ چربی نکالکر دیگچی مین چڑھا دی، جو پیسکر اوسی دیگچی مین چربی ملاکر کھانا تیار کیا یہ تھا وہ کھانا جو جناب رسالت آب اور انکی شریک زندگی نے شب عروسی مین تناول فرمایا[1]

صلح حدیبیہ کے سلسلہ مین رسول اللہ کو انکا صائب مشورہ دینا بہت مشہور واقعہ ہے صحیح بخاری مین لکھاہے کہ صلح کے بعد رسول اللہ نے فرمایا کہ لوگ حدیبیہ مین قربانی کرین اور چونکہ شرائط صلح بظاہر مسلمانون کے خلاف تھین اس لیے عام طور پر شکستہ دلی پھیلی ہوئی تھی، آپ کے تین بار حکم دینے پر بھی کوئی شخص تعمیل ارشاد پر آمادہ نہ ہوا آپ گھر آئے اور حضرت ام سلمہ سے واقعہ بیان کیا انھون نے کہا "آپ کسی سے کچھ نہ فرمائیے باہر نکلکر خود قربانی کیجیے اور احرام اتارنے کے لیے بال منڈوائیے" آپ نے ایسا ہی کیا جب لوگون نے دیکھا کہ آپ کا فرمان ناطق ہے اور آپ خود اسپر عمل پیرا ہین تو سب نے قربانیان کین اور احرام اتارا[2]

حضرت ام سلمہ کی یہ وہ راے تھی جس کی موزونیت کو سب نے تسلیم کیا ہے۔

حجۃ الوداع کے موقعہ پر حضرت ام سلمہ رض ہر چند بیمار تھین مگر آپ کو گوارا نہ ہوا کہ دینی فرض سے پہلو تہی کرین اس لیے باوجود عذر صحیح ہونے کے آنحضرت صلعم کے ساتھ آئین طواف کے متعلق رسول اللہ نے فرمایا " ام سلمہ! جب نماز فجر ہونے لگے تم اونٹ پر سوار ہوکر طواف کر لینا"[3]

جب آنحضرت صلعم کی علالت نے طول کھینچا اور آپ حضرت عائشہ کے مکان مین منتقل ہوگئے تو حضرت ام سلمہ آپ کو دیکھنے اکثر آیا کرتین۔ ایک دن طبیعت زیادہ مضمحل ہوئی تو ضبط نہ کرسکین بے ساختہ چیخ نکل گئی آپ نے منع فرمایا کہ یہ مسلمانون کا شیوہ نہین ہے[4]

---

[1] طبقات ج ۸ ص [2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸۰ [3] ایضا ج ۱ ص ۲۱۹ [4] طبقات ج ۲ ص ۱۳ ق ۲

۵ھ مین جبکہ بنو قریظہ کے محاصرہ مین یہود سے گفتگو کرنے کے لیے بارگاہ نبوت سے حضرت ابو لبابہ بھیجے گئے تو حضرت ابو لبابہ نے ازنار مشورہ مین ہاتھ کے اشارہ سے یہودیون کو بتلایا کہ تم قتل کیے جاؤ گے مگر اس کو افشاء راز سمجھ کر بعد مین اتنے نادم ہوئے کہ مسجد کے ستون سے اپنے تئین باندھ دیا اور دونون تک اپنے آپ کو اسی حال مین رکھا۔

ایک دن صبح کو جناب رسالتمآب حضرت ام سلمہ کے مکان مین مسکراتے ہوئے اٹھے تو آپ بولین "اللہ آپ کو ہمیشہ ہنسائے اسوقت ہنسی کا کیا سبب ہے فرمایا ابو لبابہ کی توبہ قبول ہوگئی" حضرت ام سلمہ نے اجازت چاہی کہ انکو یہ مژدہ سنا دین فرمایا "ہان اگر چاہو"۔ ان کا مکان مسجد نبوی سے اتنا قریب تھا کہ اگر گھر سے آواز دین تو مسجد مین سُنی جاسکے، اجازت پاکر اپنے حجرہ کے دروازہ پر کھڑی ہوئین اور پکار کر کہا "ابو لبابہ مبارک ہو تمھاری توبہ مقبول ہوئی" پھر کیا تھا یہ آواز کانون مین پہونچتے ہی تمام مدینہ اکٹھا ہوگیا[1]

واقعہ ایلا مین جب حضرت ابو بکر و عمرؓ نے اپنی اپنی صاحبزادیون کو سمجھایا اور حضرت عمرؓ حضرت ام سلمہ کے پاس بھی آئے اور گفتگو کی تو حضرت ام سلمہ نے ذرا سخت لہجہ مین کہا۔

عجبًا لك يا ابن الخطاب دخلت فی كل شيءٍ حتی تبتغی ان تدخل بين رسول الله وازواجه۔	ابن خطاب! تعجب ہے کہ تم ہر بات مین دخل دیتے ہو یہانتک کہ اب تم رسول اللہ صلعم اور انکی ازواج کے درمیان بھی دخل دینے لگے[2]

جناب حسینؓ کی شہادت کے متعلق رسول اللہ حضرت ام سلمہؓ سے پہلے ہی پیشین گوئی فرما چکے تھے۔ چنانچہ جسوقت حضرت حسینؓ شامی افواج کے نرغہ مین گھیرا نہ استقامت و پامردی سے اپنی زندگی کے آخری لمحے پورے کر رہے تھے عین اسی وقت حضرت ام سلمہؓ نے خواب مین دیکھا، کہ رسول اللہ تشریف لائے ہین اور نہایت پریشان ہین، سر اور ریش مبارک غبار آلود ہے، پوچھا یا رسول اللہ کیا حال ہے؟ فرمایا حسین کے مقتل سے واپس آرہا ہون" آنکھ کھُلی تو آنسو جاری ہوگئے اسی عالم مین زبان سے نکلا" اہل عراق نے حسین کو قتل کیا خدا انکو قتل کرے حسین کو ذلیل کیا خدا ان لوگون پر لعنت کرے"[3]

اولاد حضرت ام سلمہ کی تمام اولاد دین پہلے شوہر سے ہےقین آنحضرت صلعم کے صلب مبارک سے ان کے کوئی اولاد نہین ہوئی۔ ان کے ذکر مین اصابہ، اسد الغابہ و طبقات مین سلمہ، عمر

[1] زرقانی ج ۳ ص ۱۵۳ و ابن سعد ج ۲ ص ۵۴ [2] صحیح مسلم باب الایلا، [3] مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۲۹۸،

دو لڑکون اور زینب ایک لڑکی کا بیان آیا ہے۔ صحیح بخاری مین دُرّہ کا بھی ذکر ان کی لڑکیونکی ذیل مین کیا گیا ہے بتفصیل مذکورہ حضرت ام سلمہ کے چار اولا دین ہوئین جنکا مختصر تذکرہ یہ ہے

سلمہ کا مولد حبشہ ہے جسوقت حضرت ام سلمہ نے ہجرت کی ہے یہ انکی گود مین تھے۔ آنحضرت صلعم نے حضرت حمزہ کی لڑکی امامہ کا نکاح انہین سے کیا تھا۔

عمر آنحضرت صلعم کا نکاح حضرت ام سلمہ سے ان کے زیر اہتمام ہوا اور یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت مین فارس اور بحرین کے حاکم تھے،

دُرّہ - حضرت ابو امیہ جناب رسالتمآب کے رضاعی بھائی تھے۔ ایک بار حضرت ام حبیبہ نے آنحضرت صلعم سے کہا "مین نے سُنا ہے آپ درہ سے نکاح کرنا چاہتے ہین،، فرمایا "یہ کیسے ہوسکتا ہے اگر وہ میری ربیبہ نہ ہوتی توبھی میرے لیے کسی طرح حلال نہ تھی کیونکہ وہ میرے رضاعی بھائی کی لڑکی ہے[۱]

زینب زرقانی مین لکھا ہے کہ پہلے ان کا نام برّہ تھا پھر آنحضرت صلعم نے زینب رکھا۔

اخلاق وعادات حضرت ام سلمہؓ کی زندگی سرتاپا زہد تھی زخارف دنیوی کی طرف بہت کم توجہ کرتی تھین ایک دفعہ ایک ہار پہن لیا جسمین کچھ سونا بھی شامل تھا آنحضرت صلعم نے اعراض فرمایا تو اتار ڈالا[۲] ہر مہینہ مین دوشنبہ، جمعرات،، اور جمعہ تین دن روزہ رکھتی تھین[۳] پہلے شوہر کی اولاد ساتھ تھی جن کی پرورش نہایت احتیاط ودلسوزی سے کرتی تھین، آنحضرت صلعم سے ایک بار آپ نے پوچھا کہ "مجھے کچھ اسکا ثواب ملے گا فرمایا "ہان[۴]"۔ اوامر ونواہی کا بھی بہت خیال رکھتی تھین۔ نماز کے اوقات مین بعض لوگون نے مستحب وقت ترک کردیا تو حضرت ام سلمہ نے انکو تنبیہ کی اور فرمایا کہ آنحضرت صلعم ظہر جلد پڑھا کرتے تھے اور تم عصر جلد پڑھتے ہو[۵]

خود بھی بڑی سخی تھین اور دوسرون کو بھی سخاوت کی ترغیب دیتی تھین۔ ایک بار چند فقیر ان کے گھر آئے اور بڑی لجاجت سے سوال کرنے لگے، ام الحسین ان کے پاس بیٹھی تھین انھون نے ڈانٹا مگر حضرت ام سلمہ نے انکو روکا اور کہا کہ ہمکو اس کا حکم نہین ہے، پھر لونڈی کو حکم دیا کہ ان کو کچھ دیکر رخصت کرو کچھ نہو تو ایک چھوہارا ان کے ہاتھ پر رکھدو[۶]

ایکمرتبہ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے ان سے کہا "امان! میرے پاس مال اسقدر

---

[۱] صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۶۴، [۲] مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۳۱۵- [۳] ایضاً [۴] صحیح بخاری ج ص ۱۹۸-
[۵] مسند ابن حنبل ص ۲۸۹ ج ۶، [۶] استیعاب ج ۲ ص ۸۰۳،

جمع ہو گیا ہے کہ اب تباہی کا خطرہ ہے، بولین بیٹا! خرچ کرو آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ بہت سے صحابہ ایسے ہین جو مجکو میری موت کے بعد پھر کبھی نہ دیکھینگے[1]

آپ کو دوسرون کی راحت رسانی کا بھی بڑا لحاظ رہتا تھا، جہانتک ہوتا کا ذخیرہ مین دریغ نکرتین بمقتضاے محبت آنحضرت صلعم کے موے مبارک تبرکاً اپنے پاس محفوظ رکھے تھے صحیح بخاری مین ہے کہ ان کے پاس ایک چاندی کا جلجلہ تھا اسمین موئے شریف رکھے ہوئے تھے صحابہ مین کسیکو تکلیف یا رنج پہونچتا تو ایک پیالہ مین بھر کر ان کے پاس لاتے آپ موی شریف نکالکر اس پانی مین حرکت دے دیتین اور اس کی برکت سے تکلیف دور ہو جاتی۔

آنحضرت صلعم کے آرام کا اتنا خیال رکھتی تھین کہ حضرت سفینہ کہ جو آنحضرت صلعم کے مشہور خادم اور دراصل ان کے غلام تھے حضرت ام سلمہ نے اسی شرط پر آزاد کیا تھا کہ جب تک آنحضرت صلعم زندہ رہین ان کی خدمت مین حاضر رہین[2]

آپ مین متانت اسقدر تھی کہ حضرت عائشہ جیسی کامل الاوصاف بیوی سے جو باتین وفات سے قبل آنحضرت صلعم نے حضرت فاطمہ کے کان مین کہی تھین، بیتابانہ حضرت فاطمہ سے اسی وقت دریافت کین اور جواب نہ پا کر شرمندگی اٹھانا پڑی مگر حضرت ام سلمہ نے توقف کیا اور بعد وفات رسول اللہ دریافت کین[3]

آیہ اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذۡھِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَھۡلَ الۡبَیۡتِ۔ انہین کے گھر نازل ہوئی یعنے آنحضرت صلعم ان کے مکان ہی مین تھے جب آیۃ تطہیر کا نزول ہوا جسوقت یہ آیت اتری تو آنحضرت صلعم نے حضرت فاطمہ، حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلا بھیجا اور فرمایا ھولاء اھل بیتی یہ میرے اہل بیت ہین، حضرت ام سلمہ نے پوچھا یا رسول اللہ کیا مین بھی اہل بیت سے ہون؟ فرمایا بلٰی اِنۡشَاءَ اللّٰہ ہان اگر خدا نے چاہا[4]

جامع ترمذی مین کیسقدر تغیر سے لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم نے ان لوگون کو بلا کر کمل اڑھایا اور کہا، الٰہی یہ میرے اہل بیت ہین۔ انسے ناپاکی کو دور کر اور انکو پاک کر حضرت ام سلمہ نے یہ دعا سنی تو بولین یا رسول اللہ مین بھی ان مین شریک ہون فرمایا تم اپنی جگہ پر ہو اور اچھی ہو[5]

---

[1] مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۲۹۰ [2] ایضاً ج ۶ صفحہ ۳۱۹ [3] طبقات ج ۲ ق ۲ ص ۴۰ - [4] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۵۸۹ [5] ترمذی صفحہ ۵۲۱ -

یہ دو روایتین اس عنوان کے تحت مین اسلیے لکھی گئین کہ ان واقعات سے حضرت ام سلمہ کے اچھے کامون پر حریص ہونے کا اندازہ ہوسکے۔

نصائل وکمالات ازواج مطہرات مین فضل وکمال کے اعتبار سے حضرت عائشہ کے بعد انہین کا درجہ تھا مصنف اصابہ نے ان کا ذکر ذیل کے الفاظ مین کیا ہے۔

کانت ام سلمۃ موصوفۃ بالجمال البارع والعقل البالغ والرای الصائب [1] — ام سلمہ خوبروئی، کمال عقل اور اصابت رائے سے متصف تھین،

حضرت ام سلمہ نے ابوسلمہ، حضرت فاطمہ زہرا اور خود جناب رسالت آب صلعم سے احادیث روایت کی ہین۔ جن لوگون نے حضرت ام سلمہ کے حوالہ سے حدیث بیان کی ہے ان کے نام یہ ہین عمر، زینب (ان کی اولاد) عامر (ان کے بھائی) مصعب بن عبداللہ (ان کے بھائی کے بیٹے) نبہان (انکے مکاتب غلام) عبداللہ بن رافع، نافع، سفینہ، ابن سفینہ ابوکثیر، خیرہ والدہ حسن (ان کے آزاد کردہ غلام) صفیہ بنت شیبہ، ہند بنت حارث فراسیہ قبیصہ بنت ذریب، عبدالرحمن بن حارث بن ہشام (صحابہ مین سے) ابوعثمان عہدی، ابووائل، سعید بن المسیب، ابوسلمہ وحمید (عبدالرحمن بن عوف کے بیٹے) عروہ، ابوبکر بن عبدالرحمن، سلیمان بن یسار (تابعین سے) وغیرہ [1]۔ ان کی مرویہ حدیثین کتب متداولہ مین ۳۷۸ پائی جاتی ہین

آپ کو حدیث سننے کا بہت شوق تھا ایک دن بال گندھوانے مین مصروف تھین کہ اتنے مین آنحضرت صلعم خطبہ دینے کے لیے ممبر پر رونق افروز ہوئے، زبان سے "ایہا الناس" کا لفظ نکلا تھا کہ مشاطہ سے بولین "بال باندھ دو" اسنے کہا جلدی کیا ہے، ابھی تو زبان سے "ایہا الناس" ہی نکلا ہے حضرت ام سلمہ نے کہا کیا خوب، "ہم آدمیون" مین داخل نہین ہین؟ اسکے بعد خود بال باندھ کر اٹھ کھڑی ہوئین اور کھڑے ہوکر پورا خطبہ سنا [2]

اس واقعہ سے علاوہ ذوق علمی کے ان کی حاضر طبعی کا بھی اندازہ ہوسکتا ہے۔

ذیل کے واقعات سے حضرت ام سلمہ کے تفقہ پر کافی روشنی پڑتی ہے،

(۱) حضرت ابوہریرہ رضہ رمضان مین جنابت کو ناقض صوم خیال کرتے تھے۔ ایک شخص نے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ سے اس خیال کی تصدیق چاہی دونون نے تردید کی اور کہا

---

[1] اصابہ ص ۴۸۹ [2] الدرۃ البیضا مرلنا شاہ علی انور ص ۱۵۲ [3] مسند ابن حنبل ج ۲ ص ۲۹۷،

کہ آنحضرت صلعم خود بحالت جنابت روزہ سے پائے گئے۔ حضرت ابوہریرہ رض کو معلوم ہوا تو سخت نادم ہوے اور کہا مین کیا کرون فضل بن عباس نے مجھسے یہی کہا تھا، لیکن ظاہر ہے کہ ام سلمہ اور عائشہ کو زیادہ علم ہے[۱]

حضرت عبداللہ بن زبیر رض عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے مروان نے پوچھا آپ یہ نماز کیون پڑھتے ہین؟ کہا آنحضرت صلعم بھی پڑھا کرتے تھے چونکہ حضرت عبداللہ نے یہ حدیث حضرت عائشہ کے سلسلہ سے سنی تھی اسلیے مروان نے ان کے پاس تصدیق کے لیے آدمی بھیجا، انھون نے کہا مجکو ام سلمہ سے پہونچی ہے حضرت ام سلمہ کے پاس آدمی گیا اور یہ قول نقل کیا تو بولین

یغفر اللہ لعائشۃ لقد وضعت امری	اللہ عائشہ کو بخشے انھون نے میری بات بیجا طریق پر
علی غیر موضعہ اولم اخبرھا ان	سمجھی، مین نے ان سے یہ نہین کہا کہ آنحضرت صلعم نے
رسول اللہ صلعم قد نھی عنھا،	انکے پڑھنے کی ممانعت فرمائی ہے؟[۲]

ایک مرتبہ ایک شخص کو کوئی مسئلہ بتایا اسکو تسکین نہین ہوئی وہ ان کے پاس سے دوسری ازواج کے پاس گیا سب نے ایک ہی جواب دیا، واپس آکر حضرت ام سلمہ کو یہ خبر سنائی تو بولین نعم و اشفیك! ٹھہرو! مین تمھاری تشفی کرنا چاہتی ہون مین نے اسکے متعلق آنحضرت صلعم سے حدیث سنی ہے[۳]

اب ہم چند اکابر ملت کی رائین ان کے فضل و کمال کے متعلق لکھکر وفات کا حال لکھین گے۔

محمود بن لبید کہتے ہین "

کان ازواج النبی صلعم یحفظن من	یعنی یون تو ازواج مطہرات مین سبکو کثرت سے
حدیث النبی صلعم کثیرًا ولا مثلًا	احادیث حفظ تھین مگر حضرت عائشہ اور ام سلمہ کا
لعائشۃ وام سلمۃ	کوئی حریف نہ تھا۔[۴]

علامہ ابن قیم کا قول ہے " اگر ان کے فتاوے جمع کیے جائین تو ایک چھوٹا سا رسالہ تیار ہوسکتا ہے[۵]

---

[۱] صحیح بخاری ج ۲ ص ۳۰۶ و ۳۰۸ [۲] مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۲۹۹ و ۳۰۳ [۳] ایضاً ص ۲۹۷ [۴] طبقات ج ۲ قسم ۲ ص ۱۲۶ [۵] اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۳۔

امام الحرمین فرماتے ہین "حضرت ام سلمہ سے زیادہ صائب الرائے عورتون مین مجھے کوئی نظر نہین آتا"[۱]

وفات ان کے سنہ وفات مین اختلاف ہے واقدی کا خیال ہے کہ شوال ۵۹ھ مین وفات پائی اور حضرت ابوہریرہ نے نماز جنازہ پڑہائی، ابن حبان کہتے ہین آخر سنہ ۶۱ھ مین بعد شہادت حضرت حسین بن علی آپنے انتقال کیا اور ابوخثیمہ اسکے قائل ہین کہ ان کا زمانہ وفات یزید بن معاویہ کا عہد خلافت ہے (یعنی آخر سنہ ۶۰ھ) مگر حق یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ کا سال وفات سنہ ۶۳ھ ہے۔ اسی سال واقعہ حیرہ پیش آیا تھا یعنی حضرت عبداللہ ابن زبیر کے محاصرہ کے لیے ساقی افواج مکہ پر چڑہ آئین تھین[۲]

وفات کے وقت حضرت ام سلمہ کی عمر ۸۴ سال کی تھی۔ حضرت ابوہریرہ نے اسکے جنازہ کی نماز پڑہائی قاعدہ تھا کہ حاکم وقت جنازہ کی نماز پڑہاتا تھا اس زمانہ مین ولید بن عتبہ مدینہ کا والی تھا مگر حضرت ام سلمہ کی وصیت کی وجہ سے وہ نہ آنے پایا بجاے اسکے حضرت ابوہریرہ نے یہ فرض ادا کیا کیونکہ صحابہ مین فضل وکمال، قدر ومنزلت کے اعتبار سے اس وقت سب سے زیادہ جلیل القدر یہی تھے[۳]

[۱] زرقانی ج ۳ ص ۲۷۲ [۲] اصابہ قسم ا ج ۲ ص ۸۹ [۳] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۳ [۴] طبری کبیر ج ۱۳ ص ۲۴۴۳
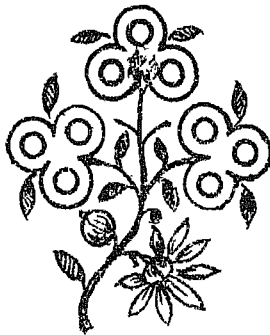
ام المومنین حضرت زینب بنت جحش

نام ونسب نام زینب، کنیت ام حکم، آپ کا تعلق خاندان اسد یہ سے تھا جو اسد بن خزیمہ سے منسوب ہے[1]۔ آپ کا نسب یہ ہے۔ زینب بنت جحش بن رباب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کثیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ ماں کا نام امیمہ تھا جو آنحضرت صلعم کے دادا عبدالمطلب کی بیٹی تھیں اور حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی سگی بہن اس رشتہ سے حضرت زینب جناب رسالتمآب کی حقیقی پھوپھیری بہن ہوئیں[2]۔

ہجرت و اسلام اسلام کے لحاظ سے آپ "سابقون الاولون" میں سے ہیں یعنی پہلے دور میں اسلام لائیں ابن اثیر لکھتے ہیں۔ کانت قدیمۃ الاسلام،

رسول اللہ صلعم کے ساتھ جن عورتوں نے ہجرت میں ہمرکابی کا شرف حاصل کیا انہی میں یہ بھی ہیں[3]۔

نکاح حضرت زید بن حارثہ آنحضرت صلعم کے آزاد کردہ غلام تھے اور آپ کے متبنٰی بھی تھے، بایں ہمہ نبوت پناہ حضرت زینب انہی کے ساتھ بیاہ دی گئیں، بظاہر تو یہ نکاح ایک معمولی حیثیت رکھتا ہے لیکن حقیقت میں مساوات اسلام کی سب سے پہلی تعلیم کا عملی سنگ بنیاد ہے،

"غلامی" کی نسبت ایک ایسی نسبت تھی جسکو اس زمانہ کی تاریک خیالی پر نظر کرتے ہوئے قریش اور خاصکر خاندان ہاشم کا دامن شرافت اپنے لیے کبھی گوارا کرسکتا تھا لیکن چونکہ اسلام اس قسم کا لایعنی امتیاز اٹھا دینے کے لیے آیا تھا اور حضرت زید بن حارثہ کی دینی خدمات ایسی نہ تھیں کہ انکا رتبہ کسی طرح احرار سے کم سمجھا جاتا اس لیے آنحضرت صلعم نے حضرت زینب کو انکی زوجیت میں دے دیا، دوسرے یہ بھی مد نظر تھا کہ حضرت زید حضرت زینب کو کتاب وسنت کی تعلیم دیں[4]۔

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۶۳ [2] طبقات ج ۸ ص ۷۱ [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۶۳ [4] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۶۳

نکاح ہونیکو تو ہوگیا لیکن حضرت زینب کو یہ رشتہ پسند نہ تھا۔ انھون نے نکاح سے پہلے بھی رسول اللہ صلعم سے عرض کیا تھا لا ارضاہ لنفسی[۱] (مین انکو اپنے لیے پسند نہین کرتی) صرف رسول اللہ صلعم کی تعمیل ارشاد منظور تھی، اسلیے تقریبًا ایک سال تک نباہا مگر اسکے بعد ناگواریان بڑھتی گئین اور حضرت زید نے آنحضرت صلعم سے شکایت کی کہ

ان زینب اشتد علیّ لسانھا وانا کہ زینب مجھسے زبان درازی کرتی ہین میرا ارادہ
ارید ان اطلقھا۔ ہے کہ انکو طلاق دے دون[۲]

آنحضرت صلعم انکو سمجھاتے رہے کہ طلاق نہ دین۔ قرآن مجید مین اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ و اور جبکہ تم اس شخص سے جسپر اللہ نے اور تم نے
انعمت علیہ امسک علیک زوجک احسان کیا کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو نکاح مین رکھو اور
واتق اللہ۔ خدا سے خوف کرو

مگر نباہ نہ ہوسکا۔ حضرت زید بن حارثہ نے حضرت زینب کو طلاق دے ہی دی[۳]۔

جب حضرت زینب طلاق کی عدت پوری کرچکین تو اس خیال سے کہ وہ آپ کی پھوپھی زاد بہن ہونیکے علاوہ آپ ہی کے زیر تربیت سن شعور کو پہونچی تھین اور آپ ہی کے حکم سے زید کے نکاح مین آئین آپ نے اس مین انکی دلجوئی دیکھکر خود نکاح کرنا چاہا، اسوقت تک رسوم جاہلیت کا اثر باقی تھا اور متبنّی کی وہی حیثیت سمجھی جاتی تھی جو اصلی بیٹے کی ہوتی ہے۔ حضرت زید، تبنیت کے رشتہ سے زید بن محمد مشہور تھے، اس لیے منافقونکے اعتراض کا خیال وجہ تامل ہوا اسپر یہ آیت نازل ہوئی۔

وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ تم اپنے دلمین وہ بات چھپاتے ہو جسکو خدا ظاہر کردینے
وتخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ والا ہے اور لوگون سے ڈرتے ہو حالانکہ خدا ہی سے ڈرنا زیبا ہے

اللہ تعالی نے ایک تو دل سے یہ خطرہ نکالدیا دوسرے کھلے لفظون مین منافقونکو یہ مسکت جواب دیا۔

ما کان محمد ابا احد من رجالکم محمد تم مین سے کسی مرد کے باپ نہونگے،
اور ادعوھم لآبائھم لوگون کو ان کے باپ کے نام سے پکارو[۴]،

---

[۱] طبقات ج ۸ ص ۱۷۔ [۲] فتح الباری تفسیر سورۂ احزاب وطبقات ج ۸ ص ۷۳۔ [۳] استیعاب ج ۲ ص ۷۵۴۔ [۴] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۶۴ [۵] ایضًا۔

اب کوئی امر مانع نہ تھا آپ نے حضرت زید سے فرمایا کہ تم جاؤ اور زینب کو میرے نکاح کا پیام دو حضرت زید حضرت زینب کے گھر آئے اور کہا کہ رسول اللہ صلعم تم سے نکاح کرنا چاہتے ہین، حضرت زینب بولین، جب تک خدا کا حکم نہو ابھی مین کچھ نہین کہہ سکتی۔ یہ جواب دیکر مسجد کا رخ کیا ادہر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

فلمّا قضیٰ زیدٌ منها وطراً زوجناکها

چونکہ حکم الٰہی ہو چکا تھا اب کوئی امر ایسا نہ تھا کہ استحکام ازدواج مین حائل ہوتا اسلیے نکاح کی تکمیل ہوگئی اور آنحضرت صلعم بغیر انتظار اجازت حضرت زینب کے پاس آنے جانے لگے

ولیمہ مین گوشت۔ روٹی کا انتظام کیا گیا تھا جو مسلمانون نے شکم سیر ہو کر کھایا، ولیمہ کے بعد ہی آیت حجاب نازل ہوئی جسکی صورت یہ ہوئی کہ کھانے کے بعد لوگ باتون مین مشغول ہوگئے آپ حضرت زینب کے گھر مین تشریف رکھتے تھے ان لوگون کے سبب سے بار بار آتے اور پھر چلے جاتے اخلاقاً کچھ نہ فرماتے اسپر یہ آیت اتری۔

یٰاَیها الّذین آمنوا لا تدخلوا
بیوت النبی الّا ان یوذن لکم الی
طعامٍ غیر ناظرین اناهُ ولٰکن
اذا دعیتم فادخلوا فاذا طعمتم
فانتشروا ولا مستانسین لحدیثٍ
ان ذالکم کان یوذی النبی فیستحیی
منکم واللّٰه لا یستحیی من الحق واذا
سالتموهن متاعاً فسئلوهن من
وراءِ حجابٍ۔

اے ایمان والو نبی کے گھر نہ آو مگر اس صورت مین کہ
تمکو کھانے کا اذن دیا جائے اس کے برتنون پر نظر
ڈالے بغیر (آسکتے ہو) لیکن جب تمکو دعوت دیجائے
تو آجاؤ اور جب کھا چکو تو چلے جاؤ اور باتون مین
نہ لگ جاؤ کیونکہ تمھارا یہ فعل نبی کو تکلیف دیتا ہے
اور وہ تم سے بسبب شرم کے کچھ نہین کہتا مگر اللہ کو
حق بات کہنے سے کوئی شرم نہین اور جب تم ان سے
(نبی کی بیبیون سے) کچھ مانگو تو ان سے پردہ
کی آڑ سے مانگو۔[۲]

آپ نے دروازہ پر پردہ لٹکا دیا اور لوگون کو گھر کے اندر جانے کی ممانعت کر دی یہ واقعہ ذی قعدہ ۵ھ کا ہے۔

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ حضرت زینب دیگر ازواج کے مقابلہ مین اپنے نکاح پر فخر کرتی تھین اور کہا کرتی تھین میرا عقد اللہ تعالیٰ نے آسمان پر کیا ہے اور میرے نکاح

---

[۱] اسد الغابہ جز ۵ ص ۴۶۴ [۲] طبقات ابن سعد جز ۸ ص ۷۴ و ۷۵۔

آنحضرت صلعم نے گوشت روٹی سے ولیمہ کیا۔[۱]

ابن سعد اس ولیمہ کی خصوصیت ان الفاظ مین بیان کرتے ہین۔

ما اولم رسول اللہ صلعم علی شیئ من نسائہ ما اولم علی زینب اولم بشاة۔	رسول اللہ صلعم نے اپنی کسی بیوی کا ولیمہ اس شان سے نہین کیا جس شان سے حضرت زینب کا ولیمہ کیا ان کا ولیمہ بکری کے گوشت سے کیا۔

محمد ابن عمر کی روایت ہے کہ ایک دن حضرت زینب نے جناب رسالت مآب صلعم سے کہا یا رسول اللہ مین آپ کی کسی بیوی کی طرح نہین ہون، ان مین سے کوئی عورت ایسی نہین جسکا نکاح باپ یا بھائی یا خاندان کی ولایت مین نہ ہوا ہو سوا میرے کہ مجھے اللہ نے آسمان سے آپ کی زوجیت مین دیا۔[۲]

مذکورہ روایتین گویا حضرت زینب کی خصوصیات نکاح کا مظہر ہین جن مین ان کا کوئی شریک نہین۔ حضرت عائشہ اسی خیال سے حضرت زینب کے متعلق فرماتی تھین۔

ھی التی کانت تساومنی من ازواج النبی،	ازواج مطہرات مین یہی ایک تھین جنکو مجھ سے مساوات کا دعویٰ تھا۔[۳]

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ انکو اس دعویٰ کا حق تھا کیونکہ ان کے اس نکاح سے بعض رسوم جاہلیت کی بیخکنی ہوگئی مثلاً پہلے عام خیال تھا کہ متبنےٰ صلبی اولاد کا حکم رکھتا ہے اللہ تعالی نے اپنی آخری نبی کے ذریعہ سے اس کی عملی اصلاح کی، آزاد و غلام کا امتیاز اٹھ گیا اور حضرت زید کو خاندان ہاشم مین مساوات کی تکمیل کا مظہر بنایا گیا۔ بے پردگی کی مکروہ رسم موقوف ہوئی اور پردہ کا عام حکم مسلمانون کو پہونچایا گیا۔

اخلاق وعادات حضرت زینب مین جو اخلاقی خصوصیات پائی جاتی ہین کم عورتین ایسی ہونگی جو اس مین انکی شریک ہون۔ باوصف اسکے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اکثر انکا حریفانہ مقابلہ رہتا تھا اور بمقتضاے طبیعت بشری ایک حد تک رشک و رقابت کا بھی تعلق تھا لیکن واقعۂ افک مین جب حضرت عائشہ کے متعلق ان سے راے طلب کی گئی تو انہون نے نہایت صفائی سے کہا کہ مین ان مین بھلائی کے سوا کچھ نہین جانتی۔ غور کیا جاے تو عورت جیسی کمزور فطرت کے لیے یہ بڑا نازک وقت تھا علاوہ مذکورہ تعلقات کے ایک بات

[۱] طبقات ج ۸ ص ۷۶ [۲] ایضاً ج ۸ ص ۷۲ [۳] اصابہ قسم ۱ ج ۲ ص ۶۰۰

یہ بھی تھی کہ حضرت زینب کی بہن حمنہ اس سازش مین شریک تھین مگر اللہ کو منظور تھا کہ حضرت عائشہ رض کی براءت کے ساتھ ہی حضرت زینب کی بے لوث حقگوئی کا بھی اعلان کر دے حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب مین لکھا ہے

وَقَدْ وَصَفَتْ عَائِشَةُ زَینَبَ بالوصف الجمیل فی قصۃ الافک[1]
یعنی حضرت عائشہ نے افک کے معاملہ مین حضرت زینب کی بہت تعریف کی ہے[1]

آپ نہایت فیاض، فراخ دست، متوکل اور قانع تھین، یتامیٰ و مساکین کی سرپرست اور فقرا کی پشت و پناہ تھین، ابن سعد ایک روایت مین لکھتے ہین

ما ترکت زَینَبُ بنت جحش درهما ولا دینارا کانت تصدق بکل ما قدرت علیه وکانت ماوی المساکین،
زینب بنت جحش نے درہم و دینار کچھ نہ چھوڑا وہ جو کچھ پاتی تھین صدقہ کر دیتی تھین، وہ مساکین کی ملجا و ماوی تھین[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی اکثر تعریف کی ہے فرماتی ہین،

لم یکن احد من نساء النبی صلعم تسامینی فی حسن المنزلۃ عندہ الا زینب بنت جحش،
آنحضرت صلعم کی ازواج مین سوائے زینب بنت جحش کے آپ کے نزدیک حسن منزلت مین کوئی میرا مد مقابل نہ تھا[3]

ہاتھ کی صناع تھین، چمڑا پکاتی تھین اور اسکی آمدنی راہ خدا مین صدقہ کر دیتی تھین سخاوت کا یہ حال تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب کے بارہ ہزار درہم مقرر فرما دیے تھے انھون نے کبھی نہ لیے صرف ایک سال قبول فرمائے اور کہا

اللھم لا یدرکنی ھذا المال قابل فانہ فتنۃ،
اے اللہ آیندہ یہ مال مجکو نہ پائے کیونکہ یہ فتنہ ہے،

پھر اسکو اپنے قرابت دارون اور حاجتمندون مین تقسیم کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو بولے

ھذہ امرأۃ یُرَادُ بھا خیرٌ
یہ بیوی بڑی صاحب خیر ہین،

اور ان کے دروازہ پر دیر تک ٹھہرے رہے سلام کہلا بھیجا اور کہا آپ نے جو کچھ کیا مجھے اسکی خبر ہو گئی اسکے بعد ہزار درہم انکے خرچ کے لیے ادا کیے انھون نے وہ بھی اسی طرح

[1] اصابہ ج ۸ ق ۴ ص ۹۳ [2] طبقات ج ۸ ص ۱۰۸ [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۶۴ [4] اصابہ ج ۲ ص [illegible]

صرف کردیے[1]

آپ نہایت خاشع وخاضع اور عبادت گذار بیوی تھین، ایک موقع پر مہاجرین کے گروہ مین آنحضرت صلعم مال غنیمت تقسیم فرمارہے تھے، یہ بیچ مین بول اٹھین تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جھڑک دیا کہ دخل درمعقولات نہ کرین آپ نے فرمایا عمر انسے کچھ نہ کہو یہ اوّاہ (یعنی بڑی عابدو زاہد) ہین[2]

فضائل ومناقب حضرت زینب کے فضائل کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ حضرت عائشہ جیسی سلیم الفہم اور عظیم المرتبت بیوی ان کے اوصاف مین رطب اللسان ہین۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے حالات زندگی کا جس غائر نظر سے مطالعہ کیا تھا، کتب احادیث اسکی شاہد ہین ہم یہان بعض اقوال حضرت عائشہ کے اپنے بیان کی تائید مین پیش کرتے ہین۔

موسی بن طارق اپنی روایت مین لکھتے ہین کہ حضرت عائشہ نے حضرت زینب کا ذکر کیا تو بولین

لم تکن امرأۃ خیرا منھا فی الدین	ان سے بہتر عورت معاملات دین، تقوی، صداقت
واتقی للہ تعالی واصدق حدیثا	صلہ رحم، سخاوت اور ایثار نفس مین کوئی
واوصل للرحم واعظم صدقۃ	نہ تھی[3]
واشد ابتذالا لنفسھا فی العمل	
الذی تتصدق بہ وتقرب بہ	

ایک اور موقعہ پر علامہ ابن عبدالبر نے حضرت عائشہ کے یہ الفاظ نقل کیے ہین،

ما رأیت امرءۃ قط خیرا فی الدین	مین نے مذہبی نقطۂ نظر سے حضرت زینب سے بہتر
من زینب	کبھی کوئی عورت نہین دیکھی[4]

محمد بن عمر نے موسی بن محمد کے سلسلہ سے حضرت عائشہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

یرحم اللہ زینب بنت جحش لقد	اللہ زینب بنت جحش پر رحم کرے، واقعی انکو دنیا مین
نالت فی ھذہ الدنیا الشرف لا یبلغہ	بے نظیر مرتبہ حاصل ہوا، اللہ نے اپنے نبی سے انکا
شرف ان اللہ زوجھا نبیہ فی الدنیا	بیاہ دیا اور ان کے سبب سے قرآن کی بعض
ونطق بہ القرآن	آیتین اتریں[5]

[1] اصابہ ج ۲ ص ۲۰۲، [2] ایضاً [3] استیعاب ج ۲ ص ۷۵۴، [4] ایضاً [5] طبقات ج ۸ ص ۷۶،

حضرت ام سلمہ کا ارشاد ہے،

کانت صالحۃً صوّامۃً قوّامۃً[1]

وفات یہ عہد خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۲۰ھ مین دنیا کو خیرباد کہا اسی سال مصر فتح ہوا تھا۔[2] وفات کے وقت آپ کی عمر ترپن سال کی تھی یہ روایت حافظ ابن حجر نے لکھی ہے اور اسی طرف عام مورخین کا رجحان ہے مگر واقدی کی راے ہے کہ حضرت زینب کی کل مدت حیات ۵۰ سال ہے جو اکثریت کے خلاف ہے۔[3]

حضرت زینب کی فیاضانہ روش آخر تک قائم رہی جب انتقال ہوا ہے تو آپ کے پاس کچھ نہ تھا، سب کچھ صدقہ کر چکی تھین، صرف ایک مکان انکی یادگار تھا جو ولید بن عبدالملک نے پچاس ہزار درہم مین ان کے اعزہ سے خرید کر مسجد نبوی مین ملا دیا۔[4]

آپ نے مرنے سے قبل تاکید کر دی تھی کہ مین نے اپنا کفن تیار کر لیا ہے شاید عمر میرے لیے کفن بھیجین اگر ایسا ہو تو ایک کفن صدقہ مین دیدینا، (طبقات ج۸ص ۷۷)

آپ نے یہ بھی وصیت کی تھی کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابوت پر مجھکو اٹھایا جاے" اس سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق کو اس تابوت پر قبر تک پہونچایا جا چکا تھا یہ پہلی خاتون تھین جو حضرت ابوبکر کے بعد تابوت نبوی پر اٹھائی گئین۔[5]

حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، جنت البقیع مین دفن ہوئین، عقیل اور ابن حنفیہ کی قبرون کے درمیان انکا مزار تیار ہوا، اس دن گرمی بہت شدت کی تھی، حضرت عمرؓ نے جہان قبر کھد رہی تھی خیمہ لگوا دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ پہلا خیمہ تھا جو بقیع مین قبر پر نصب ہوا[6]

دفن کے وقت حضرت عمر نے ازواج مطہرات سے دریافت کرایا کہ جناب زینب کی قبر مین کون اترے، جواب آیا کہ جو ان کی زندگی مین ان کے پاس آتا جاتا رہا ہو،[7] چنانچہ حضرت عمر کے حکم سے محمد بن عبداللہ بن جحش، اسامہ ابن زید، عبداللہ بن ابی احمد بن جحش، اور محمد بن طلحہ نے قبر مین اتارا، یہ سب حضرت زینب کے رشتہ دار تھے[8]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کی وفات کا زیادہ صدمہ تھا جب حضرت زینب کا انتقال ہوا تو کہنے لگین۔

---

[1] اصابہ ج ۲ ص ۶۰۱ [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۵ [3] اصابہ ج ۲ ص ۶۰۳ [4] طبقات ج ۸ ص ۸۱ [5] ایضاً

[6] ایضاً ج ۸ ص ۸۰ و ۷۷ [7] ایضاً ص ۷۷ [8] ایضاً ۸۱

ذَهبتْ حمیدۃ فقید مفزع الیتامی ۔ وہ نیکبخت بے مثل بیوی چلی گئین اور یتامی وبیوگان
والارامل ۔ کو بیچین کر گئین[۱]

حدیث اسرعکن لحوقًا بی اطولکن یدًا

حضرت زینب کے متعلق بہت مشہور ہے اور انکی خصوصیات سے ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ رسول اللہ صلعم نے وفات سے قبل ازواج کو مخاطب کرکے فرمایا تھا کہ تم مین سے جسکا ہاتھ سب سے بڑا ہوگا وہی سب سے پہلے مجھ سے ملیگا، دراصل ہاتھ کی بڑائی سے فیاضی مقصود تھی، ازواج نے حقیقی معنی ملحوظ رکھے۔ جب سب یکجا ہوتین۔ ایکدوسرے کے ہاتھ ناپا کرتین، جب تک حضرت زینب کی وفات نہ ہوئی تھی اسوقت تک یہی ہوا کرتا تھا۔ پھر غور کیا تو اصل مدعا رسول اللہ کا سمجھ مین آیا۔ چنانچہ حضرت عائشہ نے اس حدیث کی تشریح مین فرمایا۔

کانتْ اطولنا یدا زینب لانہا ۔ ہم مین سب سے زیادہ لمبے ہاتھ والی حضرت زینب
کانت تعمل بید وتتصدق، ۔ تھین کیونکہ وہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے صدقہ کرتی تھین[۲]

[۱] طبقات ج۸ ص ۷۸ [۲] اصابہ ج۲ ص ۶۰۱

اُمّ المومنین حضرت جویریہ بنت حارث

نام ونسب جویریہ نام تھا اور بنی خزاعہ کے خاندان مصطلق سے تعلق رکھتی تھیں آپ کا نسب یہ ہے جویریہ بنت حارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن جذیمہ ابن مصطلق [1]

پہلا نکاح پہلا نکاح مسافع بن صفوان مصطلقی سے ہوا تھا [2] - جو ان کا ابن عم تھا اور ابن ذی الشفر کے نام سے زیادہ مشہور تھا [3] -

نکاح ثانی ودیگر حالات غزوہ مریسیع جو بنی مصطلق کی جنگ کا دوسرا نام ہے ۵ھ میں اور بقول بعض ۶ھ میں ہوا تھا، حضرت جویریہ اسی جنگ کی غنیمت میں ہاتھ آئیں تھیں جب اموال غنیمت کی تقسیم ہوئی تو آپ ثابت بن قیس کے حصہ میں آئیں، چونکہ نازک مزاج خوبرو اور سردار قبیلہ کی بیٹی تھیں لونڈی بنکر رہنا گوارا نہ ہوا، ثابت سے مکاتبت کی درخواست کی وہ راضی ہوئے تو آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ میں مبتلائے مصیبت ہوں، اپنے تئیں آزاد کرانا چاہتی ہوں، آپ میری امداد فرمایئے، ارشاد ہوا کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ میں تمھارا زرکتابت ادا کردوں اور تم سے نکاح کرلوں، جویریہ نے کہا بہتر ہے آنحضرت صلعم نے روپیہ دیکر نکاح کرلیا، جب یہ حال مسلمانوں کو معلوم ہوا تو انھوں نے بنو مصطلق کے سارے قیدی آزاد کردیے کیونکہ اب قرابت نبوی کا پاس مانع تھا، ابن اثیر نے لکھا ہے کہ اس تقریب سے بنو مصطلق کے سو خاندان آزادی کی دولت سے بہرہ مند ہوئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت جویریہ کو اس خصوصیت پر مستحق تحسین قرار دیتی ہیں اور فرماتی ہیں۔

مَا رَأَيْتُ امْرَأَةً اَعْظَمَ بَرَكَةً مِنْهَا عَلٰی قَوْمِهَا — میں نے کسی عورت کو جویریہ سے زیادہ اپنی قوم کے لیے وجہ برکت نہیں دیکھا [4]

عام حالات رسول اللہ کے نکاح میں آنے کے کچھ دن بعد، حارث بن ابی ضرار [illegible]

---

[1] طبقات ج ۸ ص ۸۳ [2] استیعاب ج ۲ ص ۷۳۱ [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۲۰ [4] ایضاً

کے کہ انکی بیٹی حرم نبوی مین داخل ہوگئی ہے، اموال و اسباب اونٹون پر بار کر کے حضرت جویریہ کی رہائی کے لیے مدینہ روانہ ہوئے راستہ مین مقام عقیق پر اپنے اونٹ چرنے کے لیے چھوڑ دیے، ان مین سے دو اونٹ انکو بہت پسند تھے اسلیے انکو کسی گھاٹی مین چھپا دیا۔ مدینہ پہونچکر جناب رسالت مآب کی خدمت مین حاضر ہوے اور عرض کیا "تم میری بیٹی کو قید کر لائے ہو اسکا فدیہ مجھسے لو اور اسکو میرے ساتھ کر دو" پھر جو مال اور اونٹ وغیرہ فدیہ دینے کے لیے لائے تھے پیش کرنے لگے آپ نے دریافت فرمایا "وہ دو اونٹ کہان ہین جنکو تم عقیق کی گھاٹیون مین چھپا آئے ہو"[1]

حارث پر اس اطلاع کا بڑا اثر ہوا اور وہ فوراً مسلمان ہوگیا اب اسکو معلوم ہوا کہ جس بیٹی کو چھڑانے کے لیے اس نے اتنی زحمت اٹھائی ہے، وہ حرم نبوی کی رونق بنی ہوئی ہے، بہت خوش ہوا اور بڑی مسرت کے ساتھ اپنی بیٹی سے ملکر ہنسی خوشی معہ اپنی قوم کے گھر روانہ ہوا[1]

پہلے حضرت جویریہ کا نام برہ تھا، آپ نے بدلکر جویریہ رکھا کیونکہ پہلے نام مین ایک طرح کی بدشگونی پائی جاتی تھی اور خودستائی کا پہلو نکلتا تھا، ابن عباس کی روایت مین ہے

کرہ ان یقال خرج من عند برۃ،	یعنے آپ کو یہ کہلانا ناپسند تھا کہ برہ کے پاس سے چلے آئے،

مگر ہماری راے مین اس توجیہ کے مقابلہ مین آیہ لَا تُزَکُّوا اَنفُسَکُم کی تاویل زیادہ مناسب ہے[2]

ابن سعد نے حضرت جویریہ کا مہر یہ بتلایا ہے۔

وجعل صداقہا عتق کل مملوک من بنی المصطلق،	بنو مصطلق کے تمام قیدیون کی آزادی انکا مہر قرار پائی تھی[3]

حضرت جویریہ جس وقت آنحضرت صلعم کے نکاح مین آئین جوان تھین صورت اچھی پائی تھی حضرت عائشہ رض نے ان کا حلیہ اسطرح بیان کیا ہے،

کانت جویریۃ علیہا حلاوۃ وملاحۃ لا یکاد یراہا احد الا وقعت فی نفسہ	جویریہ مین حلاوت و ملاحت دونون وصف تھے جو شخص انکو دیکھتا اپنے دل مین جگہ دیتا[4]

---

[1] اسد الغابہ [2] طبقات ج ۸ ص ۴۸ [3] ایضاً [4] استیعاب ج ۲ ص ۷۳۱

اخلاق وعادات آپ بہت خود داریقین، عزت نفس کا بے انتہا خیال رکھتی تھین چنانچہ اپنی آزادی کے لیے جدوجہد اسکا کافی ثبوت ہے، زہد وعبادت سے بہت شغف تھا اکثر روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم تشریف لائے اور انکو تسبیح وتہلیل مین مصروف پایا[1]

صاحب اسد الغابہ نے لکھا ہے کہ "نبی صلعم جویریہ کے پاس آئے وہ مسجد مین تھین دوپہر کے قریب دوبارہ پھر تشریف لائے اور ان سے فرمایا تم ہمیشہ اسی حالت مین رہتی ہو کہا "ہان" فرمایا مین تمکو ایسے کلمے نہ سکھلا دون جن کا کہہ لینا تمھاری نفل عبادت سے زیادہ ترجیح رکھتا ہے، پھر آپ نے یہ کلمات تعلیم فرمائے،

سبحان الله سبحان الله عدد خلقه سبحان الله عدد خلقه سبحان الله رضى نفسه سبحان الله رضى نفسه سبحان الله زنة عرشه سبحان الله زنة عرشه سبحان الله مداد كلماته سبحان الله مداد كلماته[2]

ابن سعد کی روایت ہے کہ جمعہ کے دن آنحضرت صلعم حضرت جویریہ کے پاس آئے اس دن وہ روزہ سے تھین - آپ چونکہ ایک روزہ رکھنا مکروہ خیال فرماتے تھے اس لیے دریافت کیا "تم نے کل روزہ رکھا تھا بولین "نہین" پھر فرمایا، کل ارادہ ہے کہا "نہین" ارشاد ہوا تو تم افطار کر لو"[3]

آنحضرت صلعم ان سے بہت محبت فرماتے تھے ایک مرتبہ تشریف لائے تو پوچھا "کچھ کھانا ہے" جواب دیا "میری کنیز نے صدقہ کا گوشت دیا تھا وہی رکھا ہے اسکے سوا اور کچھ نہیں" فرمایا لے آؤ کیونکہ صدقہ جسکو دیا گیا تھا اسکو پہونچ چکا[4]

وفات حضرت جویریہ نے بعمر ۶۵ سال ۵۰ھ مین وفات پائی، بروایت محمد بن عمران کا سال وفات ۵۶ھ ہے جو امیر معاویہ کا عہد خلافت ہے، ماہ ربیع الاول مین انتقال ہوا، مروان بن حکم نے جو اس زمانہ مین مدینہ کا والی تھا نماز جنازہ پڑھائی، بقیع مین دفن کی گئین

آپ بڑی فضل وکمال والی بیوی تھین چند احادیث بھی آنحضرت سے روایت کی ہین، حسب ذیل بزرگون نے ان سے حدیث بیان کی ہے،

ابن عباس، جابر، ابن عمر، عبید بن السباق طفیل، ابوایوب مراغی، مجاہد، کریب، کلثوم بن مصطلق، عبداللہ بن شداد بن الہاد۔

[1] اصابہ ج ۲ ص ۱۰۵۱ [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۲۱ [3] طبقات ج ۸ ص ۵۳ [4] صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۹۵ [5] طبقات ج ۸

ام المومنین حضرت ام حبیبہ

نام ونسب رملہ نام ہے اور یہی مشہور ہے، بعض کے نزدیک ہند ہے مگر بہ نسبت نام کے آپ کی کنیت، ام حبیبہ زیادہ معروف ہے۔ ان کی والدہ صفیہ بنت ابی العاص تھین جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سگی پھوپھی تھین، اور باپ کا نام ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس تھا[۱]

ولادت بعثت نبوی سے سترہ سال قبل پیدا ہوئین[۲]

نکاح آپ کا پہلا نکاح عبید اللہ بن جحش بن رباب سے ہوا جو بنی اسد بن خزیمہ کے خاندان سے تھے اور حرب بن امیہ کے حلیف تھے۔

ہجرت و اسلام اپنے شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئین اور ساتھ ہی ہجرت کرکے حبشہ چلی گئین، یہان پہونچکر عبید اللہ کے صلب سے ان کی لڑکی حبیبہ پیدا ہوئی، جسکے نام سے آپ ام حبیبہ مشہور ہوئین[۳]

کچھ دنون کے بعد عبید اللہ نے ترک اسلام کرکے عیسائی مذہب اختیار کیا، عبید اللہ کے ارتداد سے پہلے حضرت ام حبیبہ نے شوہر کو نہایت بدنما صورت مین دیکھا بہت گھبرائین اور دلمین کہنے لگین کہ یقیناً اس کی حالت خراب نظر آتی ہے، صبح ہوئی تو عبید اللہ نے ان سے کہا "ام حبیبہ! مین نے مذہب کے معاملہ مین غور کیا تو مجھے نصرانیت سے بہتر کوئی مذہب نہ معلوم ہوا گو مین پہلے مسلمان ہوچکا ہون لیکن اب پھر عیسائی ہوتا ہون، حضرت ام حبیبہ نے بہت ملامت کی اور اپنا خواب بھی بیان کیا مگر اسپر کوئی اثر نہ ہوا، وہ آخر تک عیسائی رہا، چونکہ رندانہ زندگی بسر کرتا تھا، شراب خواری کے عالم مین مرگیا[۴]

نکاح ثانی اب حضرت ام حبیبہ تنہا تھین اور حبشہ مین بیوگی کے دن کاٹ رہی تھین، عدت پوری ہوگئی تو جناب رسالتمآب صلعم نے نکاح کا پیغام دینے کے لیے عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی

[۱] اصابہ ج ۸ ص ۸۴ [۲] ۵ [۳] ایضاً [۴] طبقات ج ۸ ص ۶۸

شاہ حبش کے پاس بھیجا، ان کے پہونچتے ہی نجاشی نے ابرہہ اپنی لونڈی کے ذریعہ سے حضرت ام حبیبہ کے پاس رسول اللہ صلعم کا پیام پہونچایا اور کہلا دیا کہ آنحضرت نے مجھکو تمھارے نکاح کے لیے لکھا ہے، تم اپنا کوئی وکیل مقرر کردو کہ یہ تقریب انجام پاسے۔ حضرت ام حبیبہ نے اس کے صلہ مین ابرہہ کو دو چاندی کے کنگن، دو پا نون کے چھلے اور نقرئی انگوٹھیان عنایت کین، خالد بن سعید کو اسکی اطلاع کردی اور انہین کو اپنا وکیل بنایا، جب شام ہوئی تو نجاشی نے وہان کے مسلمانون اور جعفر بن ابی طالب کو بلا کر خود نکاح پڑھایا اور چارسو دینار مہر کے آنحضرت صلعم کی طرف سے خالد بن سعید کو ادا کیے۔ جب مراسم نکاح سے فراغت ہوگئی اور لوگ اٹھکر جانے لگے تو خالد بن سعید نے ٹھہرایا کہ انبیار کی سنت یہ ہے کہ نکاح کرتے ہین تو کھانا بھی کھلاتے ہین، پھر سبکو کھانا کھلا کر رخصت کیا[۱]

یہ نکاح سنہ ۶ھ یا سنہ ۷ھ مین ہوا اسوقت حضرت ام حبیبہ ۳۶ یا ۳۷ سال کی ہوگی نکاح کے بعد جہاز مین بیٹھکر روانہ ہوئین۔ اور مدینہ کی بندرگاہ مین اترین اسوقت آنحضرت صلعم خیبر مین تشریف فرما تھے[۲]

نکاح کی روایت طبقات اور مسند وغیرہ صحیح کتب سیر سے ماخوذ ہے اور اسکی صحت مین کوئی کلام نہین لیکن مہر کی تعداد مہور روایت پر مبنی معلوم ہوتی ہے، علامہ ابن عبدالبر، امام احمد بن حنبل وغیرہ محققون نے قابل وثوق ذرائع سے لکھا ہے کہ ازواج مطہرات اور صاحبزادیوں کا مہر چار چار سو درہم تھا اور اس مین بہت کم اختلاف ہے، اس بنا پر مہر کی تعداد قابل اعتبار نہین۔

اخلاق حضرت ام حبیبہ بڑے مستحکم ایمان کی خاتون تھین اور اس خصوص مین وہ اپنے کسی عزیز و قریب کی رعایت نہ کرتی تھین ان کے باپ ابوسفیان کفر کے زمانہ مین آنحضرت صلعم کے پاس مدینہ آئے کہ میعاد صلح کی توسیع کے متعلق سلسلہ جنبانی کرین۔ بیٹی کو بھی دیکھنے گئے اور رسول اللہ صلعم کے بستر مبارک پر بیٹھنے لگے، حضرت ام حبیبہ نے بچھونا الٹ دیا اسپر باپ کا ناگوارا نہ کیا۔ ابوسفیان سخت ناراض ہوے بولے بیٹی! اتجھکو بچھونا اتنا عزیز ہے کہ مجھسے روگردانی کرتی ہے جواب دیا، یہ رسول اللہ صلعم کا بستر ہے اور آپ چونکہ مشرک ہین اسلیے ناپاک ہین، ابوسفیان نے کہا

---

[۱] مسند ابن حنبل ج ۶ ص ۴۲۷ و طبقات ج ۸ ص ۶۹ [۲] مسند ج ۶ ص ۴۲۷

لقد اصابک بعدی شرا — تو میرے بعد بہت ہی خرابیون مین مبتلا ہو گئی ہے[۱]

عمل بالحدیث کی بہت پابند تھین دوسرون کو بھی اس کی تاکید کرتی تھین ایک بار ان کے بھانجے ابوسفیان ابن سعید آئے اور انھون نے ستو کھا کر کلی کی تو بولین تمکو وضو کرنا چاہیے کیونکہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جس چیز کو آگ پکائے اس کے استعمال سے وضو لازم آتا ہے[۲]

آنحضرت صلعم سے سنا تھا کہ جو شخص ۱۲ رکعت نفل روزانہ پڑھے گا اسکے لیے جنت مین گھر بنایا جائیگا،، اس کی اتنی پابند تھین کہ خود فرماتی ہین، فما برحت اصلیھن بعد یعنے یہ سُننے کے بعد مین ان رکعتون کو ہمیشہ پڑھتی ہون[۳]

ان کے باپ ابوسفیان کا انتقال ہوا تو خوشبو منگا کر رخسارون اور بازوون پر ملی اور کہا۔

انی کنت عن ھذہ الغنیۃ لولا انی	مجھے اسکی خبر بھی نہ ہوتی اگر مین نے رسول اللہ
سمعت رسول اللہ صلعم یقول لا یحل	صلعم کو یہ فرماتے نہ سن لیا ہوتا کہ ایماندار عورت
لامرأۃ تومن باللہ والیوم الآخر	کے لیے تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ جائز نہین
ان تحد علے میت فوق ثلاث	بجز شوہر کے کہ اس کے سوگ کی مدت چار مہینہ
الا علے زوج فانھا تحد علیہ اربعۃ	دس دن ہے[۴]
اشھر وعشرا	

وفات سنہ ۴۴ھ مین جبکہ امیر معاویہ کا عہد خلافت تھا ۷۳ برس کی عمر مین وفات پائی اور مدینہ مین دفن ہوئین۔ انتقال سے قبل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور کہا مجھ مین اور آپ مین سوکنون کے تعلقات تھے اگر کوئی لغزش ہوئی تو معاف کر دیجئے اور میرے لیے دعاے مغفرت کیجیے۔ حضرت عائشہ نے دعا کی تو بولین۔

سررتنی سرک اللہ — آپ نے مجھے خوش کیا اللہ آپکو خوش کرے[۵]

عمومی تبصرہ آپ بڑی فاضل و کامل الاوصاف بیوی تھین، فن حدیث مین آپ کے کئی شاگرد تھے، اور آپ کی مرویہ احادیث کی تعداد ۶۵ بتلائی جاتی ہے جو آپ نے

---

[۱] اصابہ ج ۲ ص ۵۸۶ [۲] مسند ج ۶ ص ۳۲۶ [۳] صحیح بخاری ج ۲ ص ۳۲۷ [۴] طبقات ج ۸ ص ۷۰ و صحیح بخاری [۵] اصابہ ج ۲ ص ۵۸۷

آنحضرت صلعم اور ام المومنین حضرت زینب بنت جحش سے روایت کین، جن لوگون نے حضرت ام حبیبہ سے روایت کی ہے انہین سے بعض کے نام یہ ہین۔ حبیبہ بنت عبید اللہ، معاویہ بن ابی سفیان و عقیلہ بنت ابی سفیان، عبد اللہ بن عتبہ بن ابی سفیان، ابو سفیان بن سعید بن المغیرہ، سالم بن سوار، ابن الجراح، صفیہ بنت شیبہ، زینب بنت ام سلمہ، عروہ بن زبیر، ابو صالح سمان وغیرہ[1]

ان کی قبر کے متعلق ایک عجیب روایت ہے صاحب استیعاب نے لکھا ہے کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اپنے مکان کا ایک گوشہ کھدوایا تو ایک کتبہ برآمد ہوا جس مین لکھا تھا

هذا قبر رملة بنت صخر　　یہ رملہ بنت صخر کی قبر ہے،

انھون نے یہ دیکھ کر اس کتبہ کو پھر وہین رکھدیا[2]، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی قبر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے گھر مین تھی۔ اس سے زیادہ حالات حضرت ام حبیبہ کے مدفن کے متعلق نہین معلوم ہوسکے،

[1] اصابہ ج ۲ ص ۵۸۷ [2] استیعاب ج ۲ ص ۷۵۵
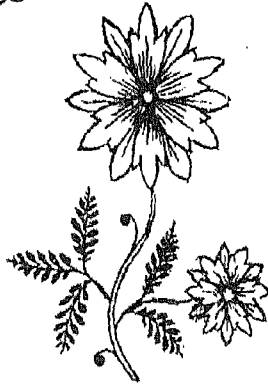
ام المومنین حضرت صفیہ بنت حُیَیٌّ رض

نام ونسب، آپ کا نام صفیہ تھا، حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام کی اولاد سے تھیں اسی لیے ان کو صفیہ بنت حُیَیّ اسرائیلیہ کہتے ہیں نسب یہ ہے۔ صفیہ بنت حُیَیّ بن اخطب بن سعید بن عامر بن عبید بن کعب بن الخزرج بن ابی حبیب بن النضیر، بن نحّام، بن ینحوم ماں برّہ بنت سموال تھیں جنکا سلسلہ نسب یہودیوں کے مشہور خاندان قریظہ سے ملتا تھا اس حساب سے حضرت صفیہ کا دادھیال بنی نضیر اور ننھیال بنی قریظہ یہود کے دو کھیدی خاندان قرار پاتے ہیں۔[1]

حضرت صفیہ کے باپ اور نانا دونوں اپنی قوم کے معزز وباوقار سردار تھے، اور اسی لیے بنی اسرائیل کے تمام عربی قبائل میں ممتاز سمجھے جاتے تھے، حُیی بن اخطب ان کے والد کی، حد سے زیادہ قدرومنزلت کی جاتی تھی، تمام افراد قوم ان کی سرداری وجاہت کے آگے سر جھکاتے تھے، ان کے والدہ برہ سموال کی بیٹی تھیں جو سارے جزیرہ عرب میں اپنی شجاعت ودلیری کے لحاظ سے بہت مشہور تھے، الغرض حضرت صفیہ کا حسب ونسب ایک خاص امتیاز رکھتا تھا،

نکاح پہلے سلام بن مشکم القرظی سے نکاح ہوا جو ایک مشہور شاعر اور سردار تھا اس سے طلاق ہو جانے کے بعد کنانہ بن ابی الحقیق نے عقد کیا یہ بھی سلام سے کچھ کم رتبہ نہ رکھتا تھا بلکہ خیبر کے نامی قلعہ القموص کا سردار تھا اور یہیں اپنے اہل وعیال کے ساتھ بود وباش رکھتا تھا، جب جنگ خیبر میں مسلمانوں کو جو معرکۃ آرا فتح حاصل ہوئی، اور القموص جیسا مضبوط قلعہ مسلمانوں کے ہاتھ آیا تو کنانہ ابن ابی الحقیق قلعہ ہی میں مارا گیا اور اسکے تمام اہل وعیال جنہیں حضرت صفیہ بھی تھیں قید ہو گیے۔

یہ لڑائی یہودیوں کے لیے ایسی تباہ کن تھی کہ ان کی سب امیدوں پر پانی پھر گیا اور

---

[1] طبقات ج ۸ ص ۸۶

آیندہ وہ سر اٹھانے کے قابل نہ رہے، اس جنگ مین انکے نامی گرامی سردار جن جن کے کام آے جن مین حضرت صفیہ کے باپ اور بھائی بھی تھے، اس لیے اسیران جنگ مین حضرت صفیہ کی حالت بہت زیادہ قابل رحم تھی۔

جب اموال غنیمت کی تقسیم ہونے لگی اور تمام قیدی اس مقصد سے جمع ہو لیے تو دحیہ کلبی نے آنحضرت صلعم سے درخواست کی کہ مجھے ایک لونڈی کی ضرورت ہے، آپ نے انتخاب کی اجازت دی، دحیہ نے حضرت صفیہ کو پسند کیا۔ چونکہ یہ عزت و وقار کی حیثیت سے اس سے زیادہ ذی وقعت تھین کہ حضرت دحیہ کے حصہ مین آتین یا ان کے ساتھ عام عورتون کا سا برتاؤ کیا جاتا اس خیال سے بعض صحابہ نے گذارش کیا کہ "صفیہ بنی نضیر و بنی قریظہ کی رئیسہ ہے وہ تو آپ ہی کے لیے مناسب ہے"۔ آنحضرت صلعم نے یہ مشورہ قبول فرمایا اور دحیہ کو دوسری لونڈی عنایت فرما کر صفیہ کو آزاد کیا اور ان سے نکاح کر لیا[1]

یہ واقعہ سنہ ۷ھ کا ہے نکاح کے بعد جب خیبر سے روانگی ہوئی تو مقام صہبا مین رسم عروسی ادا کی گئی اور وہین دعوت ولیمہ بھی ہوئی۔ صہبا سے چلنے لگے تو آپ نے انکو اپنے اونٹ پر سوار کیا اور خود اپنی عبا سے انپر پردہ کیا تا کہ لوگون کو معلوم ہو جائے کہ صفیہ ازواج مطہرات مین داخل ہو گئین[2]

اب آپ مدینہ پہونچے، صفیہ کو حارث بن نعمان کے مکان مین اتارا، حضرت حارث بن نعمان آنحضرت صلعم کے نہایت جان نثار و فداکار صحابی تھے پھر خدا نے دولت بھی عطا کی تھی ایسے موقعون پر خود سبقت کرتے تھے اور آنحضرت صلعم کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے چنانچہ اسوقت بھی انہین کا ایثار کام آیا۔ اس مکان مین حضرت زینب بنت جحش، حضرت حفصہ حضرت عائشہ اور حضرت جویریہ برقعہ پہنے انصار کی عورتون کے ساتھ حضرت صفیہ کو دیکھنے آئین، یہ روایت ام سنان سلمیہ کی ہے، عطا بن یسار کی روایت ہے کہ حضرت صفیہ کے حسن و جمال کا حال سنکر انصار کی عورتین انکو دیکھنے آئین حضرت عائشہ بھی نقاب ڈالے ان لوگون مین شامل تھین، جب دیکھ کر جانے لگین تو آنحضرت صلعم پیچھے پیچھے آئے اور حضرت عائشہ سے فرمایا

کیف رایتہا یا عائشۃ؟ عائشہ! تم نے اسکو کیسا پایا؟

۱۔ زرقانی جلد ۳ ص ۲۹۸ و صحیح مسلم ۵ جلد ۱ ص ۵۲
۲۔ ایضاً و طبقات جلد ۸ ذکر صفیہ

بولین "یہود یہ ہے" فرمایا یہ نہ کہو وہ تو مسلمان ہو گئی ہے اور اسکا اسلام بہتر ہے۔

اخلاق وعادات آپ مزاج کی بہت حلیم اور بے انتہا ضابط تھین۔ جسوقت قلعۂ القموص فتح ہوا اور خیبر پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا تو حضرت صفیہ اور انکی چچا زاد بہن کو حضرت بلال رض اپنے ساتھ آنحضرت صلعم کی خدمت مین لے چلے راستہ مین ان کا گذر یہودیون کی لاشون پر ہوا ایسے موقع بہت نازک ہوتے ہین، مضبوط سے مضبوط دل ہلجاتے ہین چنانچہ اسکے ساتھ والی عورت یہ ہولناک سمان دیکھکر چیخ اٹھی اور سر پر خاک ڈالنے لگی مگر حضرت صفیہ رض کی متانت دیکھیے کہ محبوب شوہر کی نعش سے گذرین اور جبین پر شکن تک نہ آئی[1]

ان کی ایک لونڈی نے، حضرت عمر رض سے ان کی شکایت کی اور کہا کہ ان مین اب تک یہودیت کی بو پائی جاتی ہے، کیونکہ وہ اب بھی "ہفتہ" کو دوست رکھتی ہین اور یہودیون سے ان کے تعلقات قائم ہین، حضرت عمر رض نے تصدیق کے لیے حضرت صفیہ سے دریافت کرایا، انھون نے جواب دیا کہ "جب سے مجھے اللہ نے ہفتہ کے بدلے جمعہ عنایت فرمایا، ہفتہ کو دوست رکھنے کی کوئی ضرورت نہ رہی رہے یہودیون سے تعلقات تو ان سے میری قرابت ہے مجھے صلۂ رحم کا خیال رکھنا پڑتا ہے" اسکے بعد اس لونڈی کو بلا کر پوچھا کہ تجھے اس بات پر کس نے آمادہ کیا تھا، لونڈی نے کہا شیطان نے۔ یہ سُنکر حضرت صفیہ خاموش ہو گئین اور اسکو آزاد کر دیا[2]

آپ رسول اللہ صلعم کو نہایت محبوب رکھتی تھین، جب آپ علیل ہوے اور تمام ازواج عیادت کے لیے آئین تو حضرت صفیہ بحسرت کہنے لگین یا نبی اللہ کاش آپ کی تمام تکلیفین مجھے ملجاتین" یہ سنکر اور بیویان ایک دوسرے کو دیکھنے لگین، آنحضرت صلعم نے فرمایا" واللہ وہ سچی ہے"[3]

یہی حال قریب قریب آنحضرت صلعم کی محبت کا تھا، حضرت صفیہ کے ساتھ آپ کو ان کی خاطر بہت عزیز تھی، اور ان کی دلجوئی کا بہت خیال رکھتے تھے، ایک بار سفر مین تھے ازواج مطہرات ساتھ تھین، اتفاق سے حضرت صفیہ کا اونٹ بیمار ہو گیا، یہ بہت گھبرائین اور بے اختیار رونے لگین آپ کو معلوم ہوا تو خود تشریف لائے اور دست مبارک سے

---

[1] طبقات ج ۸ ص ۹۰ [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۹۰ [3] استیعاب ج ۲ ص ۷۶۳، ۷۴۳ اصابہ ج ۲ ص ۷۶۹

انکے آنسو پونچھنے لگے مگر اس طرح انکی گریہ وزاری مین اور اضافہ ہوگیا، آخر آپ سب کے ساتھ اتر پڑے جب شام ہوئی تو زینب بنت جحشؓ سے فرمایا "زینب! تم صفیہ کو ایک اونٹ دیدو حضرت زینب بولین" کیا مین اس یہودیہ کو اپنا اونٹ دے دون،، یہ کلمہ آنحضرت صلعم کو بہت ناگوار ہوا اور آپ اسقدر ناراض ہوے کہ دو یا تین مہینہ تک حضرت زینب سے بات نہ کی پھر حضرت عائشہؓ نے بمشکل معاف کرایا[1]

اسلام کا تقدس حاصل ہو جانے کے بعد یہودیت کا طعن آپ کے لیے سخت دلخراش ہوتا تھا، بعض اوقات جب انپر اس قسم کا طنز کیا جاتا تو بہت رنجیدہ ہوتین ایک بار آپ تشریف لائے تو حضرت صفیہ رو رہی تھین سبب دریافت فرمایا تو کہا "عائشہ اور زینب کہتی ہین کہ وہ تمام ازواج مین افضل ہین کیونکہ وہ بیوی ہونے کے علاوہ آپ کی چچا زاد بہن بھی ہین،، آنحضرت صلعم نے دلجوئی کے لیے فرمایا" تم نے کیون نہ کہدیا کہ میرے باپ ہارون میرے چچا موسیٰ اور میرے شوہر محمدؐ ہین اسلیے تم لوگ مجھ سے کیونکر افضل ہوسکتی ہو"

درایتًا تو اس حدیث مین کوئی کلام نہین ممکن ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہو تمام اہل سیر ابن سعد، حافظ ابن حجر وغیرہ اپنی تصانیف مین اسے نقل کرتے ہین، روایتًا البتہ اسکے متعلق امام ترمذی کی راے ہے کہ

هذا حديث غريب لا نعرفه	یہ حدیث غریب ہے ہاشم کوفی کے سوا
الا من حديث هاشم الكوفي	اور کسی سے نہین سنی گئی اور اسکی سند کچھ
وليس اسناده بذالك	ایسی نہین ہے،

یہ ہاشم کوفی وہی ہین جن کی نسبت محدثین کی رائین اچھی نہین ہین

آپ بے انتہا سیر چشم اور فیاض تھین، ابن سعد نے لکھا ہے کہ آپ کا صرف ایک ذاتی مکان تھا اور وہ بھی اپنی زندگی مین صدقہ مین دے ڈالا[2] زرقانی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ ام المومنین کی حیثیت سے مدینہ آئین تو انھون نے جناب فاطمہ زہرا اور ازواج مطہرات مین اپنی سونے کی بجلیان تقسیم کردین[3]

آپ مین دوسرون کے ساتھ ہمدردی کرنے کا فطری جذبہ پایا جاتا تھا چنانچہ جب ۳۵ھ مین حضرت عثمان غنیؓ محصور ہوگئے اور ان کے مکان پر پہرہ بٹھا دیا گیا تو حضرت

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۹۲ [2] استیعاب ج ۲ ص ۷۶۳، [3] طبقات ج ۸ ص ۹۲ [4] زرقانی ج ۳ ص ۲۹۶

صفیہ ایک غلام کو ساتھ لے کر اپنے خچر پر سوار ہوئین اور ان کے مکان کی طرف چلین اشتر نخعی نے دیکھا تو خچر کو مارنے لگا۔ چونکہ آپ اشتر نخعی کے مقابلہ مین کامیاب نہ ہو سکتی تھین، اس لیے مصلحتًا واپس چلی گئین اور اپنی جگہ حضرت حسنؓ کو اس خدمت پر مامور کیا[1]

تمام ارباب سیر ان کے محاسن اخلاق کے ستایشگر ہین۔ علامہ ابن عبداللہ لکھتے ہین،

کانت صفیة حلیمة عاقلة فاضلة — صفیہ عاقل، فاضل اور حلیم تھین[2]

ابن اثیر کی راے ہے۔

کانت عاقلة من عقلاء النساء — وہ نہایت عقلمند عورت تھین[3]

فضل وکمال — حضرت صفیہ دیگر ازداج کی طرح علمی خصوصیات کا بھی مخزن تھین، اکثر لوگ ان سے مسائل پوچھتے اور اطمینان حاصل کرتے تھے۔ صہیرہ بنت جیفر جب حج سے فارغ ہو کر حضرت صفیہ سے ملنے مدینہ آئین، تو دیکھا کہ کوفہ کی بہت سی عورتین مسائل دریافت کرنے کے لیے ان کے پاس بیٹھی ہوئی تھین اور آپ سب کے سوالات کا جواب نہایت حسن کے ساتھ دے رہی تھین[4]

حضرت صفیہ سے چند احادیث کی بھی روایت کی گئی ہے جنکو امام زین العابدینؓ اسحاق بن عبداللہ بن حارث، مسلم بن صفوان، کنانہ اور یزید بن معتب وغیرہ نے بیان کیا ہے[5]

وفات — سنہ ۵۰ھ مین جب کہ آپ کی عمر ۶۰ سال کی تھی وفات پائی جنت البقیع مین دفن ہوئین وفات سے قبل وصیت کی تھی کہ میری متروکہ املاک کا ثلث میرے بھانجے کو دیا جائے۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ آپ نے ایک لاکھ درہم چھوڑے تھے مخالفت مذہبی کی وجہ سے لوگون نے وصیت پوری کرنے مین تامل کیا کیونکہ حضرت صفیہ کا بھانجا یہودی تھا لیکن جب حضرت عائشہ رضؓ نے کہلا بھیجا کہ لوگو اللہ سے ڈرو اور صفیہ کی وصیت پوری کرو تب اس کی تعمیل ہوئی[6]

---

[1] اصابہ ج ۸ ص ۱۲۷ [2] استیعاب ج ۲ ص ۷۶۳ [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۹۰ [4] مسند ج ۳ ص ۳۳۷ [5] اصابہ ج ۴ ص ۶۶۹ [6] طبقات ج ۸ ص ۹۲

حضرت ریحانہ بنت شمعون

نام ونسب آپکا تعلق یہودیوں کے مشہور قبیلہ بنی نضیر سے تھا، آپ کا نسب یہ ہے:۔
ریحانہ بنت شمعون بن زید اور بقول بعض ریحانہ بنت زید بن عمرو بن خنافہ بن شمعون بن زید
نکاح پہلے بنی قریظہ کے ایک شخص حکم سے آپ کا نکاح ہوا۔ جب مسلمان قریظہ پر غالب
آئے اور انکے اموال واملاک پر قبضہ ہوگیا تو مال غنیمت کے ساتھ بزمرہ اسیران جنگ
حضرت ریحانہ بھی آئیں۔ چند روز تک ام المنذر بنت قیس کے گھر ٹھہرائی گئیں اور مال
غنیمت کی تقسیم اور قیدیوں کا فیصلہ ہو جانے کے بعد رسول اللہ صلعم تشریف لائے اور
ریحانہ سے فرمایا "تم اگر اللہ اور اسکے رسول کو اختیار کرو تو ہین تمکو اپنے لئے مناسب سمجھتا
ہوں"، ریحانہ نے منظور کیا۔ پھر آنحضرت صلعم نے انکو آزاد کرکے بارہ اوقیہ ایک نش
مہر دیکر نکاح کر لیا جو اور ازواج کا مہر تھا، اور ام المنذر کے گھر رخصت کرالائے[۱]
آنحضرت صلعم کو حضرت ریحانہ سے بڑی محبت تھی اور آپ ان کا بہت خیال
رکھتے تھے۔ ابن سعد کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ ریحانہ آنحضرت صلعم کے حصہ میں آگئیں
تو آپ نے انکو اختیار دیا کہ خواہ مسلمان ہو جائیں خواہ اپنے مذہب پر قائم رہیں۔ ریحانہ
نے کہا کہ میں اپنے مذہب پر قائم رہونگی۔ اسپر رسول اللہ کو قلق ہوا اور دوبارہ فرمایا
اگر تو مسلمان ہوگئی تو میں تجکو اپنے پاس رکھونگا مگر وہ اب بھی راضی نہ ہوئیں۔ یہ بات
آپ کو زیادہ گران گذری ایک دن سر مجلس آپ تشریف رکھتے تھے۔ یکایک کسی کے
پاؤں کی چاپ سنائی دی تو فرمایا یہ ثعلبہ بن شعبہ ہے مجھے ریحانہ کے اسلام کی بشارت
دینے آتا ہے چنانچہ یہی ہوا اور رسول اللہ صلعم نے ریحانہ کو بطور ملک اپنے پاس رکھا
نکاح نہیں کیا۔

[۱] اصابہ ج ۲ ص ۵۹۱ [۲] طبقات ج ۸ ص ۹۳ [۳] ایضاً ص ۹۴؛

اور واقعہ بھی یہی ہے کہ اس نکاح مین اختلاف ہے صرف ابن سعد نے متعدد طریقوں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے ریحانہ کو آزاد کرکے حبالۂ نکاح مین لیا انپر پردہ عائد کیا، اور بیویون کی طرح رکھا۔ حافظ ابن حجر کا رجحان بھی اسی طرف ہے، سوا ان دو مورخون کے دیگار ارباب سیر بالاتفاق حضرت ریحانہ کا وہی رتبہ سمجھتے ہین، جو ماریہ قبطیہ کا ہے یعنی یہ کہ وہ آنحضرت صلعم کی خادمہ تھین بیوی نہ تھین۔

ریحانہ بروایت ابن سعد محرم سنہ ۶ھ مین آنحضرت صلعم کے نکاح مین آئین[1] اور بروایت ابن اسحاق آپ کی وفات سے دس سال پہلے انتقال کیا[2]

[1] طبقات ج ۸ ص ۹۳ [2] اصابہ ج ۲ ص ۵۹۲،

ام المومنین حضرت میمونہ بنت حارث رض

نام و نسب آپ کا پہلا نام بَرَّہ ہے، آنحضرت صلعم کے نکاح مین آنے کے بعد میمونہ نام رکھا گیا۔ آپ ام الفضل لبابۃ الصغریٰ کی بہن تھین۔ ان کا نسب یہ ہے :-
میمونہ بنت حارث بن حزن بن بجیر بن ہزم بن رویبہ بن عبد اللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ۔ ماں کا نام ہند تھا جنکا سلسلۂ نسب یہ ہے :- ہند بنت عوف بن زہیر بن حارث بن حماطہ بن جرش[1]

نکاح پہلا نکاح مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی سے ہوا، یہ روایت طبقات و زرقانی و دیگر کتب سیر مین پائی جاتی ہے، لیکن صاحب اصابہ نے اسکا ذکر نہین کیا کہ ان کے پہلے شوہر کون تھے، اجمالاً یہ لکھدیا ہے کہ نبی صلعم سے قبل ابو رہم بن عبد العزیٰ کی زوجیت مین تھین، بہرحال مسعود بن عمر سے طلاق ہو جانے کے بعد ابو رہم بن عبد العزیٰ سے نکاح ہوا، جب سنہ ۷ھ مین ابو رہم نے وفات پائی تو رسول اللہ صلعم کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا، یہ آنحضرت صلعم کی آخری بیوی تھین یعنے ان کے بعد پھر کسی سے رسول اللہ صلعم نے نکاح نہین کیا[2]

یہ نکاح حضرت عباس بن عبد المطلب کی ولایت مین ہوا، آنحضرت صلعم جب ذیقعدہ کے مہینہ مین عمرہ کی غرض سے مکہ روانہ ہوے تو جعفر بن ابی طالب کو حضرت میمونہ کے پاس نکاح کا پیام دیکر بھیجا، انھون نے حضرت عباس بن عبد المطلب کو وکیل بنایا بعض کا یہ خیال ہے کہ خود حضرت عباس نے آنحضرت صلعم کو ان سے نکاح کرنے پر آمادہ کیا[3] غرض اُسی احرام کی حالت مین جو عمرہ کی نیت سے آپ باندھے ہوے تھے شوال سنہ ۷ھ مین بعوض ۵۰۰ درہم حضرت میمونہ سے نکاح ہوا[4] جب آپ عمرہ سے فارغ

---

[1] طبقات ج ۸ ص ۹۴ [2] ایضاً [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۵۰ [4] طبقات ج ۸ ص ۹۸،

ہو کر مدینہ تشریف لانے لگے تو مقام سرف مین جو مدینہ کی راہ مین مکہ سے دس میل کے فاصلہ پر واقع ہے قیام فرمایا[1]۔ رسم عروسی ادا ہوئی، ابو رافع آنحضرت صلعم کے خادم حضرت میمونہ کو یہین لے آئے تھے[2]

اخلاق وعادات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے

انھا کانت من اتقانا للہ واوصلنا للرحم، میمونہ ہم مین سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والی اور صلہ رحم کا خیال رکھنے والی تھین[3]

آپ نہایت صحیح العقیدہ اور راسخ الخیال بیوی تھین، ایک عورت نے بیماری کی حالت مین منت مانی تھی کہ شفا ہوگئی تو بیت المقدس جا کر نماز پڑھونگی، اللہ نے اسکو شفا دی اور وہ منت پوری کرنے کے لیے حضرت میمونہ سے رخصت ہونے آئی کہ ان سے ملکر روانہ ہو حضرت میمونہ نے اسکو سمجھایا کہ مسجد نبوی مین نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مسجدون مین نماز پڑھنے کے ثواب سے ہزار گنا زیادہ ہے، تم یہین رہو اور مسجد نبوی مین نماز پڑھ لو[4]

کبھی کبھی قرض لے لیتی تھین ایک مرتبہ زیادہ لے لیا توکسی نے پوچھا اسکی ادائی کی کیا صورت ہوگی؟ فرمایا آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے خدا اسکا قرض خود ادا کر دیتا ہے[5]

اوامر و نواہی کا بہت خیال رکھتی تھین اور اس بارہ مین بہت سخت تھین۔ ایکدفعہ ان کا ایک رشتہ دار ان کے پاس آیا اس کے مُنھ سے شراب کی بو آرہی تھی انھون نے اسکو بہت سختی سے جھڑک دیا اور کہدیا کہ آیندہ کبھی میرے ہان نہ آنا[6]

انکی ایک کنیز حضرت ابن عباس کے گھر گئی تو میان بیوی کے بچھونے دور دور بچھے ہوئے دیکھے سمجھی کہ کچھ رنجش ہوگئی ہے مگر پوچھا معلوم ہوا کہ ابن عباس نسوانی امراض کی حالت مین بستر الگ کر لیتے ہین، جب حضرت میمونہ کو یہ خبر پہونچی تو بولین انسے جا کر کہو کہ رسول اللہ صلعم کے طریقہ سے اسقدر کیون اعراض ہے، آپ تو برابر ہم لوگون کے بچھونو نپر آرام فرماتے تھے[7]

فضائل وکمالات ان کی مرویہ حدیثین ۴۶ ہین اور بقول بعض ۷۶، ان مین سے ۷ متفق علیہ

---

[1] طبقات ج ۸ ص ۹۴ [2] ایضاً ج ۸ ص ۹۸ [3] ایضاً ج ۸ ص ۹۹ [4] اصابہ ج ۸ ص ۳۲۳ [5] ایضاً ج ۸ ص ۳۲۲ [6] طبقات ج ۸ ص ۹۹ [7] اصابہ ج ۸ ص ۲۳۲۔

ایک فرد بخاری ۵ فرد مسلم، باقی اور کتابوں میں ہیں۔ بعض احادیث سے ان کے تفقہ کا پتہ چلتا ہے مثلاً ایک روایت پر اکتفا کی جاتی ہے،

ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رض پراگندہ مو آئے تو بولیں بیٹا اسکا کیا سبب ہے جواب دیا ام عمار (ان کی بیوی) نسوانی امراض میں مبتلا ہے وہی میرے کنگھا کرتی تھی، بولیں کیا خوب! آنحضرت صلعم ہماری گود میں سر رکھ کر لیٹتے اور قرآن پڑھتے تھے اور ہم اسی حالت میں چٹائی اٹھا کر مسجد میں رکھ آتے تھے بیٹا! کہیں ہاتھ میں بھی مرض ہوتا ہے[1]

جن حضرات نے حضرت میمونہ رض سے حدیث کی روایت کی ہے انکے نام یہ ہیں:-

حضرت ابن عباس، عبداللہ بن شداد بن الہاد، عبدالرحمٰن بن السائب، یزید بن اصم (یہ سب ان کے بھانجے تھے) عبیداللہ الخولانی (ربیب) ندبہ (کنیز) عطا بن یسار، سلمان بن یسار (غلام) ابراہیم بن عبداللہ بن سعید بن عباس کریب (ابن عباس کے غلام) عبیدہ بن سباق، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، عالیہ بنت سبیع

وفات ان کے سوانح زندگی میں یہ واقعہ بھی یادگار ہے۔ کہ جس مقام پر رسم عروسی ادا ہوئی وہیں آپ کی وفات بھی ہوئی، یعنی سرف جو ایک وقت ان کی شادی کا منظر تھا آخر میں وہی مدفن قرار پایا ۵۱ھ سال وفات ہے حضرت ابن عباس نے نماز جنازہ پڑھائی، جسوقت نعش اٹھائی جانے لگی تو حضرت ابن عباس نے کہا "یہ رسول اللہ صلعم کی بیوی ہیں، جنازہ کو زیادہ حرکت نہ دو باادب آہستہ سے چلو"[2]

جسطرح سب سے آخر میں ان کا نکاح ہوا تھا، اسی طرح آنحضرت صلعم کی ازواج میں انکی وفات بھی سب کے بعد ہوئی۔

حضرت زینب بنت رسول اللہ صلعم

نام زینب نام ہے، جناب سرور کائنات خاتم المرسلین امام المتقین کی سب سے بڑی صاحبزادی ہین، جو راہ الٰہی مین شہید ہوئین آپ کی نسبت حضرت عائشہ صدیقہؓ آنحضرت صلعم کا ارشاد نقل کرتی ہین کہ آپ نے فرمایا، وہ میری سب سے اچھی لڑکی تھی جو میری محبت مین ستائی گئی[1]

آپ کی والدہ محترمہ حضرت خدیجہؓ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی ہین، جنھون نے تصدیق رسالت مین سب سے پہلے پیشقدمی کی اور جن کے فضائل و مناقب اسقدر ہین کہ اس اُمت مین آپ کا وہی مرتبہ ہے جو اُمتِ ماضیہ مین حضرت مریم کا تھا۔

ابو عمرو کا قول ہے کہ یہ سب صاحبزادیون مین بڑی صاحبزادی ہین۔ اس مین کوئی اختلاف نہین ہے اور جو لوگ اختلاف کرتے ہین غلطی پر ہین اور ان کا دعویٰ نا قابل التفات ہے اگر اختلاف ہے تو اس امر مین کہ اولاد رسول اللہ صلعم مین اولاً حضرت زینبؓ پیدا ہوئین یا حضرت قاسمؓ علمائے نسب کے ایک گروہ کا قول ہے کہ اول حضرت قاسمؓ پیدا ہوئے اُنکے بعد حضرت زینبؓ۔

ابن کلبی کہتے ہین کہ پہلے حضرت زینبؓ پیدا ہوئین پھر حضرت قاسمؓ بہرحال حضرت زینبؓ صاحبزادیون مین سب سے بڑی صاحبزادی تھین[2]،

ولادت بعثت سے دس سال قبل پیدا ہوئین اس وقت آنحضرت صلعم کی عمر تیس سال کی تھی، حضرت زینبؓ کے حالات عہد طفولیت کے پردۂ خفا مین ہین، کتب تاریخ سے کہین پتہ نہین چلتا اس لیے آپ کا حال زمانہ شادی سے قلمبند کیا جاتا ہے،

نکاح آنحضرت صلعم کی صاحبزادیون مین سب سے پہلے حضرت زینبؓ کی شادی کمسنی مین قبل نبوت آپ کے حقیقی خالہ زاد بھائی ابو العاص (ملقب بہ لقیط) بن ربیع بن عبد العزیٰ بن عبد شمس

---

[1] زرقانی بحوالہ طحاوی وحاکم ترجمہ زینبؓ، [2] طبقات صفحہ ۲۰،

بن عبد مناف بن قصی کے ساتھ ہوئی[۱] جو حضرت خدیجہؓ کی حقیقی بہن ہالہ بنت خویلد کے بیٹے تھے

حضرت زینبؓ کے جہیز میں منجملہ دیگر سامان کے عقیق یمنی کا ایک ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہؓ نے دیا تھا[۲]

اسلام جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منصب نبوت پر فائز ہوئے تو حضرت زینبؓ بھی اسلام لے آئیں[۳]

ہجرت حضرت زینب نے اپنے شوہر ابو العاص کے اسلام نہ لانے سے پہلے مدینہ کی طرف ہجرت کی[۴] اور ان کو شرک کی حالت میں وہیں مکہ میں چھوڑ دیا۔

عام حالات آنحضرت صلعم حضرت زینبؓ اور حضرت ابو العاص کے باہمی تعلقات ارتباط اور شریفانہ طرز عمل کی اکثر تعریف فرمایا کرتے تھے[۵]

چونکہ ابو العاص شرک میں مبتلا تھے اور اسلام کا حکم یہی ہونا چاہیے تھا کہ زوجین میں تفریق کر دی جائے لیکن آنحضرت صلعم اس وقت مکہ میں مغلوب تھے اور کوئی اسلامی قوت نہ تھی کفار کی ایذا رسانی کا بازار گرم تھا، اشاعتِ اسلام کا پہلا زینہ تھا اس لیے آنحضرت صلعم نے مصلحتاً زوجین میں تفریق نہ فرمائی[۶]

اشاعتِ اسلام کے ساتھ کفار کی مخالفت بھی روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔ آنحضرت صلعم کو تکلیف دینے کا کوئی طریقہ ایسا نہ تھا جو انھوں نے اختیار نہ کیا ہو۔ قریش کے چند لوگوں نے ابو العاص کو مجبور کیا کہ وہ حضرت زینبؓ کو طلاق دیدیں۔ اور بجائے اُن کے قریش کی کسی لڑکی سے نکاح کر لیں لیکن انھوں نے اس سے انکار کیا یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلعم انکی قرابت کو اچھا سمجھتے تھے اور تعریف کرتے تھے[۷]

حضرت زینبؓ کو بھی حضرت ابو العاصؓ سے بہت محبت تھی۔ حضرت زینبؓ کی محبت و ایثار کا حال ذیل کے واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے،

نبوت کے تیرھویں سال جب آنحضرت صلعم نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تو حضرت زینبؓ اپنے سسرال میں تھیں۔ اور ابو العاصؓ مشرکین کے ہمراہ جنگ بدر میں شریک تھے۔ عبد اللہ بن جبیر بن نعمان نے دوسرے قیدیوں کے ساتھ ابو العاص کو بھی گرفتار کیا۔ اس گرفتاری کی خبر

[۱] طبقات صفحہ ۲۰، [۲] ایضاً، [۳] ایضاً، [۴] ایضاً، [۵] ایضاً، [۶] ایضاً صفحہ ۲۱ و ۲۲ و صفحہ ۲۳ ج ۲ قسم ا زرقانی صفحہ ۱۹۴ ج ۳ و سنن داؤد صفحہ ۲۲۲ ج ا [۷] دارا [illegible] صفحہ ۲۳۱۔ [۸] طبری جلد اول صفحہ ۱۳۴۷ جزء ثالث و سیرت ابن ہشام صفحہ ۲۸،

اہلِ مکہ کو پہونچی تو اہلِ مکہ نے اپنے قیدیون کی رہائی کے لیے فدیہ بھیجا۔ حضرت زینبؓ نے بھی اپنے دیور عمرو بن ربیع کو وہ ہار (جو آپ کی والدہ حضرت خدیجہؓ نے جہیز مین دیا تھا) دیکر روانہ کیا رسول اللہ صلعم کی خدمت مین وہ ہار پیش کیا گیا آنحضرت صلعم اس کو دیکھکر مغموم و محزون ہوئے اور ہار کو دیکھ کر حضرت خدیجہؓ کی یاد تازہ ہوگئی، پھر آپ نے لوگون کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر تم لوگ مناسب خیال کرو تو زینبؓ کے شوہر کو رہا کردو اور اس کا ہار بھی واپس کردو۔ چنانچہ وہ رہا کردیے گئے اور ہار بھی واپس کردیا گیا۔[۱]

چونکہ سب قیدی فدیہ پر چھوڑے گئے تھے اور یہ شانِ نبوت کے خلاف تھا کہ ابو العاص صرف آنحضرت صلعم کے داماد ہونے کی حیثیت سے بغیر کسی فدیہ کے چھوڑ دیے جاتے، اسلیے ابو العاص کا فدیہ یہ قرار دیا گیا کہ وہ مکہ پہنچکر حضرت زینبؓ کو مدینہ منورہ بھیجدین۔[۲]

حضرت زینبؓ کے لانے کے لیے ابو العاص کے ہمراہ حضرت زید بن حارثہ کو بھی روانہ کیا اور ہدایت کی کہ تم بطن یا حج مین ٹھہر کر انتظار کرنا جب حضرت زینبؓ وہان آجائین تو اُن کو اپنے ہمراہ لیکر مدینہ منظمہ چلے آنا۔ ابو العاص نے مکہ پہنچکر حضرت زینبؓ کو اپنے چھوٹے بھائی کنانہ کے ساتھ مدینہ منورہ جانے کی اجازت دیدی۔

حضرت زینبؓ جب سامانِ سفر کی طیاری مین مشغول تھین تو ہند بن عتبہ آپ کے پاس آئین اور کہا اے بنت محمدؐ کیا تم اپنے باپ کے پاس جارہی ہو۔ حضرت زینبؓ نے فرمایا کہ فی الحال تو ایسا ارادہ نہین ہے، آگے جو خدا کو منظور رہو۔ ہند نے کہا بہن اس پوشیدگی کی کیا ضرورت ہے اگر تم واقعی جارہی ہو اور کچھ زادراہ وغیرہ کی ضرورت ہے تو بے تکلف کہدو مین خدمت کے لیے حاضر ہون۔

ابھی طبقہ نسوان مین عداوت کا وہ زہریلا اثر نہین پیدا ہوا تھا جو مردون مین سرایت کرچکا تھا۔ اس لیے حضرت زینبؓ فرماتی ہین کہ ہند جو کچھ کہہ رہی تھین وہ سچے دل سے کہہ رہی تھین یعنے اگر مجھے کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو وہ غالبًا ضرور پورا کرتین لیکن وقت کی مصلحت سے انکار کردیا۔[۳]

غرض جب سامانِ سفر سے فراغت ہوگئی تو اپنے دیور کنانہ بن ربیع کے ساتھ اونٹ پر سوار ہوکر روانہ ہوئین۔ چونکہ کفار کا غلبہ تھا اور اُن کے تعرض کا خوف تھا اس لیے آپ کے

---

[۱] طبقات صفحہ ۲۰، [۲] ایضًا، [۳] سیرت ابن ہشام صفحہ ۳۰ تا ۳۱۔ طبری صفحہ ۶۴ تا ۶۲ جلد اول۔

دیور کنانہ نے اپنے ساتھ ترکش اور کمان وغیرہ بھی رکھ لیا۔ جب وہ لوگ روانہ ہوئے تو قریش میں کھلبلی مچ گئی اور گرفتاری کی فکر کی گئی چنانچہ قریش کی ایک جماعت اُن کی جستجو میں نکلی اور مقام ذی طوی میں اُن دونوں کو گھیر لیا، اس جماعت میں ہبّار بن اسود۔

(یہ حضرت خدیجہؓ کے چچا زاد بھائی کے لڑکے تھے اور اس رشتہ سے حضرت زینبؓ کے بھائی تھے اُنکی اس بیجا حرکت پر فتح مکہ کے دن آنحضرت صلعم نے اُنکے قتل کی اجازت دیدی تھی۔ لیکن اُنھوں نے اپنی تقصیر کی معافی چاہی اور مشرف بہ اسلام ہوئے (اصابہ حالات ہبّار بن اسود)

اور ان کے ساتھ ایک اور دوسرا شخص بھی تھا اِن دونوں میں سے کسی ایک نے نیزہ سے حضرت زینبؓ پر حملہ کیا وہ اونٹ سے زمین پر گر پڑیں۔ وہ حاملہ تھیں حمل ساقط ہو گیا چوٹ بہت زیادہ آئی اس پر کنانہ نے ترکش سے تیر نکالا اور کہا اب جو کوئی میرے قریب آئیگا وہ اِن تیروں کا نشانہ بنے گا۔ لوگ منتشر ہو گئے، ابوسفیان سرداران قریش کے ساتھ آگے بڑھا اور کہا کہ "تم اپنے تیروں کو تھوڑی دیر روکے رکھو کہ ہم تم سے کچھ باتیں کر لیں"۔ کنانہ نے اپنے تیر ترکش میں رکھ لیے اور اُنسے پوچھا کہ کیا کہتے ہو جو کچھ کہنا ہو کہو۔ ابوسفیان نے کہا "محمدؐ کے ہاتھوں جو مصیبتیں اور تکلیفیں شکست رسوائی اور ذلت کی صورت میں ہم لوگوں کو پہنچیں ہیں اس سے تم بے خبر نہیں ہو، اب اگر تم محمد صلعم کی بیٹی کو علانیہ ہمارے سامنے سے لیجاؤگے تو لوگ اسے ہماری کمزوری اور بزدلی پر محمول کرینگے اور ہمارے ضعف و ادبار کا پیش خیمہ خیال کریں گے۔ یہ تو تم خود خیال کر سکتے ہو۔ کہ ہمیں محمد صلعم کی بیٹی کو روکنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے لیکن مقصد یہ ہے کہ اس وقت تم لوٹ چلو جب ہنگامہ فرو ہو جائے اور لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ محمد صلعم کی بیٹی کو واپس کرا لائے "تو تم چوری چھپے دوسرے وقت اُن کو لیجانا کنانہ نے اس بات کو منظور کیا اور وہ واپس آگئے جب یہ واقعہ عام طور سے مشہور ہو گیا تو ایک روز مخفی طور سے اُن کو لیکر روانہ ہو گئے اور بطن یاجج میں حضرت زید بن حارثہ کے سپرد کر کے واپس چلے آئے جو حضرت زینبؓ کو لیکر مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔[۱]

چونکہ ابوالعاص کو بھی حضرت زینبؓ سے بہت محبت تھی اور ان دونوں کے تعلقات اتحاد و ارتباط بہت خوشگوار تھے، اس لیے حضرت زینبؓ جب مدینہ منورہ تشریف لے گئیں تو ابوالعاص بہت مغموم رہنے لگے۔ اکثر تبہ شام کے سفر میں حضرت زینبؓ بہت یاد آئیں تو اُنھوں نے

---

[۱] زرقانی صفحہ ۲۲۳، ج ۳۔ وسیرت ابن ہشام صفحہ ۳۱ وطبری جلد اول صفحہ ۱۳۴۹۔

یہ دو شعر پڑھے[1]

ذکرتُ زینب لما ورکت ارما — فقلتُ سقیاً لشخص یسکن الحرما
بنت الامین جزاھا اللہ صالحہ — وکل بعل یثنی بما الذی علما

"جبکہ میں موضع ارم سے گذرا تو زینبؓ کو یاد کیا اور (بیساختہ) یہ دعا دی کہ اللہ تعالےٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جو حرم میں سکونت پذیر ہے۔ امین (محمد صلعم) کی لڑکی کو خدائے تعالیٰ جزائے نیک دے اور ہر شوہر اُسی بات کی تعریف کرتا ہے جس کو وہ خوب جانتا ہے۔"

ابوالعاص تجارتی تجربہ اور امانت داری کے لحاظ سے بہت مشہور تھے۔ اہل قریش اپنا تجارتی مال اُن کے ساتھ فروخت کرنے کے لیے بھیجا کرتے تھے۔ جمادی الاول ۶ھ میں ابوالعاص قریش کے ایک قافلہ کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے۔ جب وہاں سے واپس ہونے لگے تو آنحضرت صلعم کو خبر پہنچی۔ آنحضرت نے زید بن حارثہ کو مع ایک سو ستر سوار کے تعاقب کے لیے روانہ فرمایا۔ چنانچہ مقام عیص میں دونوں قافلے ایک دوسرے سے ہوئے۔ سواران اسلام نے مشرکین کو گرفتار کیا اور جو کچھ مال اُن کے پاس تھا اُس پر قبضہ کیا[2] لیکن ابوالعاص سے کسی قسم کی مزاحمت نہ کی گئی[3]

ابوالعاص نے جب قافلہ کا یہ حشر دیکھا تو فوراً مدینہ منورہ گئے اور وہاں پہنچکر حضرت زینبؓ سے پناہ طلب کی چنانچہ حضرت زینبؓ نے اُن کو اپنی پناہ میں لے لیا۔ آنحضرت صلعم نماز فجر میں مشغول تھے، حضرت زینبؓ نے بآواز بلند فرمایا "انی قد اجرت ابا العاص" یعنی میں نے ابوالعاص کو اپنی پناہ میں لے لیا، جب آنحضرت صلعم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے لوگو تم نے کچھ سُنا سب نے عرض کیا جی ہاں سُنا۔ آپ نے فرمایا مجھے اس سے قبل اس واقعہ کی کچھ اطلاع نہ تھی۔ کیا عجب بات ہے کہ مسلمانوں کے کمزور لوگ دشمنوں کو پناہ دیتے ہیں[4]

جب آنحضرتؐ گھر میں تشریف لائے تو حضرت زینبؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا ابوالعاص کا جو کچھ مال ومتاع لیا گیا ہے وہ واپس کرادیا جائے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے اہل سریہ کے پاس کہلا بھیجا کہ تم میرے اور ابوالعاص کے رشتہ سے واقف ہو اگر تم اُس کے ساتھ احسان کروگے اور اُس کا مال ومتاع واپس کردوگے تو میری خوشی کا باعث ہوگا ورنہ تمھیں اختیار ہے۔ سب نے کہا ہم کل چیزیں واپس کرنے کے لیے حاضر ہیں۔ چنانچہ سب

[1] طبقات صفحہ ۲۱ [2] ایضاً صفحہ ۲۲۔ طبری صفحہ ۱۳۵۰ [3] طبقات صفحہ ۲۲۔ [4] ایضاً [5] ایضاً

چیزیں واپس کر دی گئیں - اِدھر یہ حکم اہل سریہ کو بھیجا اور اُدھر اپنی بیٹی زینب رضؓ سے یہ فرمایا کہ تم ابو العاص کی خاطر مدارات اعزاز و احترام میں کوئی کمی نہ کرنا۔ لیکن جبتک وہ مشرک رہیں اُنکی قربت سے احتراز کرنا کیونکہ اسلام و کفر دونوں جمع نہیں ہو سکتے[1]

اس روایت سے پہلی روایت عدم تفریق زوجین کی بظاہر تردید ہوتی ہے لیکن حقیقتاً چونکہ اب اسلام کی قوت بڑھ گئی تھی اور دشمنوں کا مقابلہ آسانی سے ہو سکتا تھا۔ اس لیے اب کوئی وجہ نہ تھی کہ آنحضرت صلعم ایسا حکم نہ دیتے۔ چونکہ وہ وقت حقیقتاً بہت نازک تھا اسلیئے اسوقت تفریق نہیں کی گئی۔

اس کے بعد ابو العاص اپنا مال و اسباب لیکر مکہ معظمہ روانہ ہوگئے۔ مکہ پہنچکر جس جس کا جو کچھ لینا دینا تھا سب کا حساب صاف کیا[2]۔ اور ایک روز قریش کو مخاطب کرکے کہا کہ "اے اہل قریش۔ اب میرے ذمہ کسی کا کوئی مطالبہ تو باقی نہیں ہے" اہل قریش نے کہا۔ "ہاں بیشک آپ کوئی مطالبہ نہیں ہے اور خدا تم کو جزائے نیک دے تم ایک باوفا اور کریم النفس شخص ہو" ابو العاص نے کہا "ہاں سُن لو میں اب مُسلمان ہوتا ہوں" اور یہ کہکر اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ پڑھا اور فرمایا کہ "خدا کی قسم مجھے آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہونے کے بعد اسلام لانے سے صرف یہ امر مانع تھا کہ تم لوگ یہ خیال نکرلو کہ میں تمہارے مال کو غبن کر چکا ہوں اس لیے مُسلمان ہوگیا ہوں، اب جبکہ خدا نے مجھے اس بارِ گران سے بخیر و خوبی سبکدوش کر دیا تو اب کوئی امر حائل نہیں کہ میں اسلام نہ قبول کروں" یہ واقعہ محرم ۷ھ کا ہے اس کے بعد حضرت ابو العاص مکہ معظمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لے گئے[3]

جب حضرت ابو العاص رضؓ مشرف باسلام ہوکر مدینہ منورہ پہنچے تو آنحضرت صلعم نے حضرت زینب رضؓ کو بعقد اوّل اُنکی طرف رجوع کر دیا[4]۔ (یعنی تجدید نکاح نہ کی بلکہ وہی پہلا نکاح قائم رکھا) اس وقت سورہ برأت نازل نہیں ہوئی تھی۔ مسلمان عورتیں اپنے شوہروں کے پاس اسلام لانے کے بعد بلا تجدید نکاح اُنکی زوجیت میں آجایا کرتی تھیں[5]

حضرت زینب رضؓ اپنے والد رسول اللہ صلعم اور حضرت ابو العاص سے بہت محبت رکھتی تھیں[6] قیمتی کپڑے پہننے کی شائق تھیں حضرت انس رضؓ نے آپ کو ریشمی چادر اوڑھے دیکھا ہے۔ جس پر

---

[1] ایضاً [2] ایضاً [3] ایضاً [4] ایضاً [5] ایضاً [6] اصابہ کتاب النساء حالات زینب رضؓ [7] استیعاب صفحہ ۷۴۸ و دار المنثور صفحہ ۲۲۱

زرد رنگ کی دھاریاں تھیں[۱]۔

اولاد حضرت ابو العاصؓ کے صلب سے حضرت زینبؓ کی دو اولادیں پیدا ہوئیں۔ ایک فرزند علی اور ایک دختر اُمامہ علی ہجرت کے قبل پیدا ہوئے، آنحضرت صلعم نے اُن کو اپنی کفالت میں لیا، اور وہ آپ کے سایۂ عاطفت میں فخر تربیت حاصل کرتے رہے۔ فتح مکہ کے روز جب آنحضرت صلعم مکہ میں داخل ہوئے تو علی آپ کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے۔ سن بلوغ اپنے والد ابو العاص کی زندگی میں انتقال کیا۔ لیکن ابن عساکر کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ علی جنگ یرموک تک زندہ رہے اسی جنگ میں اُنھوں نے جام شہادت نوش کیا[۲]۔

حضرت زینبؓ کی صاحبزادی اُمامہ اس کے بعد تک زندہ رہیں۔ حضرت علیؓ کی بیوی فاطمہ کے انتقال کے بعد حضرت علی رض کا عقد ثانی حضرت اُمامہ سے ہوا۔

وفات حضرت زینبؓ حضرت ابو العاصؓ کے اسلام لانے کے بعد تقریباً سال سوا سال تک زندہ رہیں رسول صلعم کی حیات مبارک میں ۸ھ میں رہگرائے فردوس ہوئیں[۳]۔ حضرت زینبؓ کی وفات کا حال استیعاب میں یہ لکھا ہے

وکان انها سبب موتها انها لما خرجت من مكة الى رسول صلى الله عليه وسلم عمد لها هبار بن الاسود ورجل آخر فدفعها احدهما فسقطت على صخرة فاسقطت واهراقت الدماء فلم يزل بها مرضها ذلك حتى ماتت سنة ثمان من الهجرة[۴]۔	یعنے جب حضرت زینبؓ مکہ سے اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں آنے لگیں تو راستہ میں ہبار بن اسود اور ایک دوسرے شخص نے آپ پر حملہ کیا، ان دونوں میں سے کسی ایک نے نیزہ حضرت زینب کے مار دیا وہ اونٹ پر سے گر پڑیں حمل ساقط ہو گیا اور بہت خون نکلا عرصہ تک اسی مرض میں بیمار رہیں حتی کہ ۸ھ میں انتقال کر گئیں،

حضرت اُم ایمنؓ، حضرت سودہؓ، حضرت اُم سلمہؓ اور اُم عطیہؓ غسل میں شریک تھیں انہی لوگوں نے غسل دیا۔ آنحضرت صلعم خود قبر میں اُترے۔ اور اپنی نور دیدہ کو سپرد خاک فرمایا، اس وقت آنحضرت صلعم کے چہرۂ مبارک پر رنج و ملال کے آثار نمایاں تھے[۵]۔ آنحضرت صلعم نے حضرت زینبؓ اور آپکے ضعف کو یاد کیا تو خدا تعالی سے دُعا مانگی کہ اے خدا تو زینب

---

[۱] طبقات صفحہ ۲۲ [۲] اصابہ صفحہ ۴۰۰ حالات امامہ، [۳] طبقات صفحہ ۲۲ و طبری صفحہ ۱۳۵۱ [۴] استیعاب صفحہ ۱۵۲ [۵] اسد الغابہ صفحہ ۴۶۸ [۶] ایضاً

کی مشکلات کو آسان کر دے۔ اور اس کی قبر کی تنگی کو کشادگی سے بدل دے[۵۱]۔

حضرت ام عطیہؓ کہتی ہیں کہ میں زینبؓ بنت رسول اللہ صلعم کے غسل میں شریک تھی غسل کا طریقہ آنحضرت صلعم خود بتلاتے جاتے تھے۔ آپ نے فرمایا پہلے ہر عضو کو تین بار یا پانچ بار غسل دو اس کے بعد کافور لگا دو[۵۲]۔

ایک روایت میں سات بار بھی غسل دینا آیا ہے مقصود یہ تھا کہ اگر طہارت تین مرتبہ میں ہو جائے تو زیادہ غسل کی ضرورت نہیں اسی قدر کافی ہے۔ ورنہ اگر ضرورت ہو تو بڑھا دیا جائے تاکہ اچھی طرح طہارت ہو جائے۔ آنحضرت صلعم نے حضرت ام عطیہؓ سے یہ بھی فرمایا تھا کہ جب غسل سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے خبر کر دینا چنانچہ جب وہ فارغ ہو گئیں تو آنحضرت کو مطلع کیا تو آپ نے اپنا تہ بند عنایت فرمایا اور فرمایا اس کو کفن کے اندر پہنا دو۔

حضرت زینبؓ کے انتقال کے تھوڑے دن بعد حضرت ابو العاصؓ کا بھی انتقال ہو[۵۳]

۵۱ ایضاً۔ ۵۲ طبقات صفحہ ۲۲۔ ۵۳ دار المنثور صفحہ ۲۳۱ و اسد الغابہ صفحہ ۴۶۸

حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلعم

نام رقیہ نام ہے، آپ سرور کائنات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی منجھلی صاحبزادی تھین آپ کی والدہ ماجدہ بھی حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قصی ہین۔ یعنی آپ جناب زینب رض کی حقیقی بہن تھین۔

ولادت نبوت سے سات سال قبل ولادت ہوئی۔ ابن زبیر اور اُن کے چچا مصعب کا گمان ہے کہ حضرت رقیہ سب صاحبزادیون مین چھوٹی تھین چنانچہ جرجانی نساب نے اسی کی تصحیح کی ہے لیکن ان کے علاوہ اور لوگون نے یہ لکھا ہے کہ حضرت زینب بڑی صاحبزادی تھین اور منجھلی صاحبزادی حضرت رقیہ تھین۔

ابوالعباس محمد بن اسحاق سراج بروایت عبداللہ بن محمد بن سلیمان بن جعفر بن سلیمان الہاشمی لکھتے ہین کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تیس سال کے تھے جب حضرت زینب پیدا ہوئین۔ اور تینتیسوین سال حضرت رقیہ کی ولادت ہوئی۔ بہرحال ارباب سیر نے حضرت رقیہ کو منجھلی صاحبزادی قرار دیا ہے،

نکاح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے حضرت رقیہ کا پہلا عقد ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوا تھا[1] جب آنحضرت صلعم کو شرف نبوت حاصل ہوا تو قریش کی مخالفت اور زیادہ بڑھ گئی۔ قریش نے منجملہ اور تکلیف پہنچانے کے یہ صورت بھی اختیار کی کہ حضرت ابوالعاص رض سے کہا کہ تم زینب بنت محمد (صلعم) کو طلاق دیدو مگر اُنھون نے انکار کردیا[2] جب قریش نے حضرت ابوالعاص رض سے یہ دندان شکن جواب سُنا تو اپنا سا مُنہ لیکر رہ گئے پھر عتبہ کے پاس گئے اُن سے بھی یہ کہا کہ تم رقیہ بنت محمد (صلعم) کو طلاق دیدو، قریش کی اور جس لڑکی سے کہو اس سے عقد کرادین گے۔ عتبہ نے اس بات کو منظور کیا، اور کہا سعید بن العاص کی لڑکی

---

[1] طبقات صفحہ ۲۴ [2] سیرت ابن ہشام صفحہ ۲۴۵ وطبری جلد اول جزء ثالث صفحہ ۱۳۴۶،

سے میرا نکاح کر دو، اسپر قریش بخوشی راضی ہوگئے اور کیون نہ ہوتے یہ تو اُن کا عین منشا تھا کہ جس طریقہ سے ہو رسول صلعم کو روحانی وجسمانی تکلیف پہنچے۔ چنانچہ عتبہ نے حضرت رقیہ کو طلاق دیدی لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ جب آنحضرت صلعم پر سورۂ تَبَّتْ یَدَاۤ اَبِیْ لَهَبٍ نازل ہوئی تو ابولہب اور اُسکی بیوی ام جمیل (حمالۃ الحطب) نے کبیدہ خاطر ہوکر اپنے بیٹے عتبہ سے کہا کہ اگر تم نے رقیہ بنت محمد (صلعم) کو طلاق نہ دی تو میری زندگی اور تمھارے ساتھ میرا اُٹھنا بیٹھنا حرام ہے۔ عتبہ نے بتعمیل حکم والدین حضرت رقیہ کو طلاق دیدی[۱]

اس موقع پر یہ ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ عتبہ سے صرف عقد ہوا تھا ہنوز رخصتی نہ ہونے پائی تھی کہ یہ طلاق وقوع مین آئی[۱]

حضرت عثمان کا قبول اسلام اور شادی کا عجیب واقعہ اور حضرت رقیہ رضہ کا عقد ثانی حضرت عثمان رضہ اپنے قبول اسلام اور شادی کا واقعہ خود بیان فرماتے ہین کہ مین خانہ کعبہ کے صحن مین چند دوستون کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ دفعتاً کسی آدمی نے آکر مجھے یہ اطلاع دی کہ رسول اللہ صلعم نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ کا عقد عتبہ بن ابی لہب سے کر دیا، چونکہ حضرت رقیہ حسن وجمال اور اپنے قابل رشک اوصاف کے لحاظ سے امتیاز رکھتی تھین اسلیے میرا رجحان خاطر انکی طرف تھا، جب یہ خبر پہونچی تو مین مضطرب ہوگیا اور سیدھا گھر پہونچا اتفاق سے گھر مین میری خالہ سعدہ تشریف رکھتی تھین، جو کہانت مین ماہر تھین مجھے دیکھتے ہی بیساختہ بولین۔

ابشر وحییت ثلاثا وترا ثم ثلاثا وثلاثا اخرے	(اے عثمان) تمھین مژدہ ہو اور تم پر تین مرتبہ سلام پہنچے پھر تین مرتبہ اور پھر تین بار تم پر سلام پہنچے۔ پھر ایک سلام پہنچے تاکہ دس سلام پورے ہوجائین
ثم باخرى كى تتم عشرا لقيت خيرا ووقيت شرا	(خدا کرے) تم بھلائی سے ملو اور برائی سے بچائے جاؤ۔ خدا کی قسم تمنے ایک عفیفہ اور حسینہ وجمیلہ خاتون
انكحت والله حصانا زهرا وانت بكر ولقيت بكرا	سے نکاح کیا تم بھی کتخدا ہوا اور نا کتخدا ہی تکو ملیگی۔
وافيتها بنت عظيم قدرا	ایک بڑے عظیم القدر جلیل المرتبت شخص کی بیٹی تمنے پائی۔

[۱] طبقات صفحہ ۲۴ [۲] ایضاً، واصابہ کتاب النساء حالات رقیہ رضہ،

اُن کی ایسی گفتگو سے مجھے سخت تعجب ہوا مین نے پوچھا خالہ یہ آپ کیا فرما رہی ہین کہا،

عثمان یا عثمان یاعثمان	عثمان ، ای عثمان ، ای عثمان
لک الجمال و لک الشان	تم صاحب جمال اور صاحب شان ہو
ھذا نبیٌ معہ البرھان	یہ نبی صاحب برہان ہین
ارسلہ بحقہ الدیان	وہ رسول برحق ہین
وجاءہ التنزیل والفرقان	ان پر قرآن نازل ہوا ہے
فاتبعہ لا یغرنک الاوثان[1]	انکا اتباع کرو اور بتونکے فریب مین نہ آو

مین اس مرتبہ بھی کچھ نہ سمجھا مین نے پھر کہا کہ ذرا تفصیل و تشریح کے ساتھ فرمائیے۔ تو کہا

ان محمد بن عبد اللہ رسول اللہ من	محمد بن عبد اللہ جو خدا کے رسول ہین قرآن
عند اللہ جاء بتنزیل اللہ یدعوا	لیکر آئے ہین خدا کی طرف بلاتے ہین اسکا چراغ
بہ الی اللہ مصباحہ مصباح ودینہ	در اصل چراغ ہے اسکا دین ذریعہ فلاح ہے جب
فلاح ما ینفع الصیاح لو وقع	قتل و قتال شروع ہوگا اور تلوارین کھینچ لیجائینگی اور
الذباح وسلت الصفاح	برچھیان تن جائین گی۔ اسوقت شور و غل کوئی
ومدت الرماح[2]	نفع نہ دیگا،

ان کی اس گفتگو نے میرے دل پر بہت اثر کیا اور مین مآل کار پر غور و فکر کرنے لگا، حضرت ابوبکر کے پاس مین اکثر بیٹھا کرتا تھا۔ دو روز کے بعد ان کے پاس گیا اسوقت انکے پاس کوئی شخص نہ تھا مین فکر مند بیٹھا تھا کہ انھون نے پوچھا کہ تم آج اسقدر متفکر کیون ہو چونکہ وہ میرے دوست تھے مین نے ان سے اپنی خالہ کی گفتگو کا ماحصل بیان کیا۔ فرمایا اے عثمان تم ایک ذی فہم آدمی ہو، اگر تم حق و باطل کی تمیز نہ کرو تو سخت تعجب ہے تمھاری قوم ان بتون کی پرستش کرتی ہے، کیا یہ بت پتھر کے نہین ہین۔ یہ نہ سن سکتے ہین، نہ دیکھ سکتے ہین اور نہ کوئی نفع پہنچا سکتے ہین نہ نقصان،،

مین نے کہا بیشک آپ جو کچھ فرماتے ہین وہ بالکل صحیح ہے وہ بولے خدا کی قسم تمھاری خالہ نے جو کچھ کہا وہ سچ ہے۔ محمد بن عبد اللہ خدا کے رسول ہین جنھین خدا نے اپنا پیام بندون تک پہنچانے کے لیے بھیجا ہے۔ کیا حرج ہے اگر تم انکے پاس چلو اور جو کچھ وہ فرمائین

[1] ماخوذ اصابہ صفحہ ۶۲۸ [2] ایضاً صفحہ ۶۲۹،

اسے بغور سنو۔ چنانچہ مین آنحضرت صلعم کی خدمت مین گیا لیکن ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس گفتگو کے بعد آنحضرت صلعم خود ہی تشریف لے آئے) آپ نے فرمایا اے عثمان خدا تعالےٰ تم کو جنت کی طرف بلاتا ہے تم اسکو قبول کرو مین خدا کا رسول ہون، جو تمھارے اور تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہون۔

خدا ہی جانے آپ کے ان جملون مین کیا اثر تھا کہ مین بے قابو ہو گیا اور مین نے بے اختیار کلمہ شہادت اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا[۱]۔

اس واقعہ کے بعد حضرت عثمان سے بمقام مکہ حضرت رقیہ رض سے عقد ہو گیا[۲]۔

اسلام حضرت رقیہ اپنی والدہ حضرت خدیجہ کے ساتھ اسلام لائین[۳] اور بیعت اسوقت کی جب اور عورتین آنحضرت صلعم کی بیعت سے سرفراز ہوئین[۴]،

ہجرت ۵ نبوت مین حضرت رقیہ نے اپنے شوہر حضرت عثمان کے ساتھ حبش کی طرف ہجرت کی[۵]۔

حضرت اسماء (ذات النطاقین) بنت ابی بکر رض سے یہ روایت بھی منقول ہے کہ آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکر غار مین تشریف رکھتے تھے اور مین غار مین کھانا لیکر جایا کرتی۔ ایک مرتبہ حضرت عثمان رض نے آنحضرت صلعم سے ہجرت کی اجازت مانگی آپ نے حبشہ کی طرف جانے کی اجازت دی۔ اسلیے وہ حبشہ کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے۔ اسکے بعد مین کھانا لیکر پھر گئی تو آنحضرت صلعم نے استفسار فرمایا کہ عثمان اور رقیہ گئے؟ مین نے عرض کیا جی ہان گئے۔ آپ نے میرے والد حضرت ابوبکر رض سے فرمایا لوط اور ابراہیم کے بعد عثمان پہلے شخص ہین جنھون نے کفار کی ایذا رسانی کے باعث مع اپنی بیوی کے وطن کو خیرباد کہہ کر ہجرت کی[۶]۔ اس کے بعد حبشہ سے پھر مکہ واپس آئین لیکن یہان کی حالت پہلے سے زیادہ خراب تھی قیام کرنا مناسب نہ سمجھا اور پھر حبشہ کی طرف واپس چلی گئین۔

وہان عرصہ تک انکا قیام رہا اور آنحضرت صلعم کو ان کی خیریت کے متعلق کوئی خبر نہ ملی اتفاق سے ایک عورت حبشہ کی آئی تو اس سے آپ نے ان لوگون کی خیریت دریافت کی عورت نے کہا جی ہان مین نے ان دونون کو دیکھا ہے وہ خیریت سے ہین۔ جب آنحضرت صلعم کو

---

[۱] ماخوذ اصابہ صفحہ ۶۲۹، [۲] طبقات صفحہ ۲۴، [۳] ایضاً [۴] ایضاً [۵] ایضاً، و در المنثور صفحہ ۲۰، [۶] اصابہ صفحہ ۸۲ [۷] و طبقات صفحہ ۲۴

ان کی جانب سے اطمینان ہوگیا تو فرمایا۔

صحبهما الله ان عثمان اول من هاجر باهله[1] یعنی خدا ان دونون پر رحم فرمائے عثمان پہلے شخص ہین جنھون نے اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کی۔

حبشہ مین ایک عرصہ تک رہنے کے بعد حضرت عثمان رض نے مکہ کی طرف مراجعت کی اور بہت تھوڑے دن قیام کرنے کے بعد اپنے اہل وعیال کو لیکر مدینہ منورہ چلے گئے[2]۔

اولاد دوران قیام حبشہ مین حضرت رقیہ رض کے بطن سے ایک صاحبزادے عبداللہ پیدا ہوئے[3] عبداللہ ہی کے نام سے حضرت عثمان رض کی کنیت ابوعبداللہ تھی[4]۔

اس ولادت سے قبل ہجرت اولیٰ مین ایک حمل ساقط ہوچکا تھا[5]۔

عبداللہ کی ہنوز چھ سال کی عمر تھی کہ ایک مرغ نے آنکھ مین چونچ ماردی جس سے تمام چہرہ ورم کر آیا اور نظام جسم مین فساد پیدا ہوگیا۔ آخر اسی صدمہ سے جمادی الاول سنہ ۴ھ مین انتقال ہوگیا[6]۔

آنحضرت صلعم نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور حضرت عثمان رض نے قبر مین اتارا[7]۔ اسکے بعد حضرت رقیہ کی کوئی اولاد نہین ہوئی[8]۔

علالت و وفات مدینہ منورہ پہونچکر سنہ ۲ھ مین حضرت رقیہ رض کی صحت خراب ہوگئی چیچک نکل آئی (بروایت صاحب تاریخ الخمیس صفحہ ۳۱۱ حضرت رقیہ کی کنکری لگ گئی تھی جس سے بیمار ہوگئین) بہرحال وہ صاحب فراش ہوگئین یہی زمانہ جنگ بدر کا تھا، آنحضرت صلعم جنگ کی تیاری مین مشغول تھے اسی لیے آنحضرت صلعم نے حضرت عثمان رض کو اُن کی تیمارداری کے لیے مدینہ مین چھوڑ دیا[9]۔ اور آپ خود جنگ مین تشریف لے گئے۔

رمضان المبارک کا مہینہ تھا ہجرت کو ایک سال سات مہینے گذر چکے تھے[10] کہ حضرت کا انتقال ہوگیا۔ عین اسوقت جبکہ قبر پر مٹی ڈالی جارہی تھی[11] زید بن حارثہ فتح مکہ کی خوشخبری لیکر مدینہ مین داخل ہوئے[12]۔

اس لحاظ سے آپ کی وفات سنہ ۲ھ مین ہوئی۔

عام حالات ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم کی تشریف آوری پر حضرت رقیہ کی

---

[1] اصابہ صفحہ ۵۸۲ و ۵۸۳ [2] طبقات صفحہ ۲۴ [3] ایضاً [4] ایضاً [5] ایضاً [6] اسد الغابہ صفحہ ۴۵۶ [7] ایضاً [8] طبقات ۲۴

[9] ایضاً و اصابہ صفحہ ۵۸۳ [10] ایضاً [11] ایضاً و اصابہ ۵۹۳

وفات کا حال بیان کیا گیا۔ آپ نے فرمایا[1]

الحقی بسلفنا عثمان بن مظعون ۔ عثمان بن مظعون پہلے جا چکے اب تم بھی اُن سے جا ملو (عثمان بن مظعون ایک جلیل القدر اور مقتدر رکن ملت صحابی تھے مہاجرین میں سب سے پہلے مدینہ میں انہیں کا انتقال ہوا تھا)۔

آنحضرت صلعم کے اس ارشاد پر تمام عورتیں رونے لگیں[2]۔ حضرت عمرؓ بھی آگئے تھے عورتوں کو روتا ہوا دیکھ کر تنبیہ و تہدید فرمانے لگے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ان لوگوں کو روتا ہوا چھوڑ دو کیونکہ جب رونے کا تعلق قلب اور آنکھ سے ہو تو وہ اللہ کی رحمت پر مبنی ہوتا ہے اور اگر ہاتھ اور زبان تک نوبت آئے تو شیطانی تحریک سمجھنا چاہیئے[3]۔

لوگوں نے آنحضرت صلعم سے حضرت رقیہ کی وفات پر تعزیت کی تو آپ نے فرمایا[4]،

" الحمد للہ دفن البنات المکرمات "

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت فاطمہ رقیہ کی قبر کے کنارہ آنحضرت صلعم کے پہلو میں بیٹھ کر رونے لگیں تو آنحضرت صلعم اپنی چادر کے کناروں سے اُن کے آنسو پونچھتے جاتے تھے[5]۔

محمد بن سعد کہتے ہیں کہ اسی روایت کا ذکر میں نے محمد بن عمر سے کیا انھوں نے کہا میرے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ حضرت رقیہؓ کی وفات کے وقت آنحضرت صلعم جنگ بدر میں شریک تھے۔ دفن میں شریک نہ تھے پس گمان غالب ہے کہ یہ روایت کسی دوسری صاحبزادی کے بارہ میں ہوگی۔ جس کے دفن میں آپ شریک ہوں گے۔ راوی کو غلط فہمی ہوئی۔ اور اگر اس غلط فہمی کو تسلیم نہ کیا جائے تو بشرط ثبوت یہ خیال کرنا ممکن ہے کہ آنحضرت صلعم بدر سے مراجعت فرما کر قبر پر تشریف لے گئے ہوں اور وہاں یہ واقعہ پیش آیا ہو،

حضرت رقیہ بہت خوبصورت اور موزوں اندام تھیں در المنثور میں مذکور ہے[6]،

کانت ذات جمال بارع — یعنی وہ نہایت حسینہ و جمیلہ خاتون تھیں،

حبشہ کا ایک گروہ آپ کے حسن و جمال پر تعجب کرتا تھا۔ اس گروہ نے آپ کو بہت تکلیفیں پہونچائیں۔ آپ نے ان لوگوں کے لیے بد دعا کی اور آخر کار وہ سب

---

[1] طبقات صفحہ ۲۴ و اصابہ ۲/۵۸۲، [2] ایضاً، [3] ایضاً، [4] استیعاب صفحہ ۹۴۷، [5] ایضاً صفحہ ۲۴ و ۲۵ [6] ایضاً، [7] در المنثور صفحہ ۲۰۷،

ہلاک ہو گئے[۱]

حضرت عثمان رضؓ اپنی ہمدم و غمگسار بیوی کے انتقال کے بعد سے بہت مغموم رہنے لگے ان دونون مین باہم بہت محبت تھی "احسن الزوجین سرا ھما الانسان رقیۃ و زوجھا عثمان"[۲] یہ مقولہ انھین کے نسبت مین بولا جاتا تھا جو عرب مین بطور ضرب المثل کے مشہور ہو گیا۔

[۱] در المنثور صفحہ ۲۰۷، [۲] اصابہ صفحہ ۶۲۹،

حضرت سیدہ ام کلثوم بنت رسول اللہ صلعم

نام ام کلثوم نام ہے، آپ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی ہیں۔ آپ کی والدہ محترمہ حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی تھیں۔ زبیر کہتے ہیں حضرت ام کلثوم، حضرت رقیہ اور حضرت فاطمہ سے بڑی تھیں، دیگر ارباب سیر نے زبیر کے اس قول کی مخالفت کی ہے لیکن صحیح اور قابل وثوق یہی ہے کہ حضرت رقیہ سے چھوٹی تھیں۔ اور جب حضرت رقیہ رضہ کا انتقال ہوگیا تو حضرت رسول اللہ صلعم نے حضرت ام کلثوم رضہ کو حضرت عثمان رضہ سے بیاہ دیا۔[1]

اگر حضرت ام کلثوم حضرت رقیہ سے بڑی ہوتیں تو بالضرور پہلے حضرت ام کلثوم کا عقد حضرت عثمان سے ہوتا نہ کہ حضرت رقیہ کا اور یہی اقتضائے فطرت وتمدن ہے کہ پہلے بڑی لڑکی کی فکر عقد سے فراغت حاصل کی جائے۔ غالبًا ارباب سیر نے زبیر کے قول کی تردید اسی قول سے کی ہوگی۔

ولادت آپ کا سال ولادت کتب تواریخ وسیر میں مذکور نہیں لیکن اقتضائے قیاس یہ ہے کہ چھ سال قبل بعثت ولادت ہوئی ہوگی اسلیے کہ حضرت رقیہ کی ولادت سات سال قبل ہوئی اور حضرت فاطمہ رضہ کی ولادت پانچ سال قبل ہے اور جب یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ حضرت رقیہ رضہ سے حضرت ام کلثوم رضہ چھوٹی اور حضرت فاطمہ رضہ سے بڑی تھیں تو لامحالہ ان دونوں کی ولادت کے درمیان کا زمانہ ان کی ولادت کے لیے تسلیم کرنا پڑیگا اس لحاظ سے وہ چھ سال قبل نبوت پیدا ہوئیں۔

نکاح آپ کے حالات طفولیت بھی غیر معلوم ہیں کیونکہ وہ ایسا پُر آشوب زمانہ تھا کہ اسوقت کسی کے سوانح کا ضبط کرنا بہت دشوار تھا، اسلیے زمانہ شادی سے آپ کا حال لکھا جاتا ہے

[1] طبقات صفحہ ۲۵،

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہ کا عقد ابو لہب کے ایک بیٹے عتبہ سے اور حضرت ام کلثوم کا عقد ابو لہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے قبل بعثت کر دیا تھا لیکن جب آنحضرت صلعم مرتبۂ رسالت پر فائز ہوئے اور سورۂ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی تو ابو لہب نے اپنے ہر ایک بیٹے کو مخاطب کر کے کہا[۱]

ر اسی من ر اسک حرام ان لم تطلق ابنتہٗ "یعنی میری زندگی اور میرا اُٹھنا بیٹھنا تم لوگون مین حرام ہے اگر تم نے اُسکی (رسول اللہ) کی لڑکی کو طلاق نہ دیدی۔ (جیسا کہ ہم حضرت رقیہ کے حال مین بھی لکھ چکے ہین کہ عتبہ نے حضرت رقیہ کو طلاق دیدی) (اسلیطح) عتیبہ نے بھی اپنے باپ کے حکم کی تعمیل مین حضرت ام کلثوم کو طلاق دیدی۔ اس لحاظ سے دونون کی طلاق کا زمانہ اور سبب ایک ہی ہے اس طلاق مین ابو لہب کی بیوی ام جمیل (حمالۃ الحطب) نے بھی اپنے شوہر کے قول کی تائید کی تھی[۲] لیکن دونون بہنون کی رخصتی ابھی تک نہ ہوئی تھی کہ یہ طلاق وقوع مین آئی۔

جبب ۳ھ مین حضرت رقیہ رضہ کا انتقال ہوگیا اور حضرت عثمان رضہ اس وفات کے بعد بہت زیادہ مغموم و محزون رہنے لگے تو آنحضرت صلعم نے حضرت عثمان رضہ کی یہ حالت دیکھکر فرمایا کہ اے عثمان مین تم کو غم و الم مین مبتلا پاتا ہون اس کا کیا سبب ہے حضرت عثمان رضہ نے عرض کیا یا حضرت غمگین و پریشان نہ ہون تو کیا کرون مجھ پر وہ مصیبت پڑی جو کبھی کسی پر نہ پڑی ہوگی حضور کی صاحبزادی کا انتقال ہوگیا اونکی وفات سے میری کمر ٹوٹ گئی حضور سے جو رشتۂ قرابت وابستہ تھا منقطع ہوگیا اب کیا چارہ ہے ابھی اُن کی گفتگو ختم نہ ہونے پائی تھی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا مجھے جبریئل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے یہ حکم پہنچایا ہے کہ مین اپنی بیٹی ام کلثوم کو اسی مہر پر جو رقیہ کا تھا تمھارے عقد مین دون[۳] چنانچہ آنحضرت صلعم نے ربیع الاول ۳ھ مین حضرت ام کلثوم کا عقد حضرت عثمان رضہ سے کر دیا[۴]

رخصتی نکاح کے دو مہینے بعد جمادی الآخر ۳ھ مین رخصتی عمل مین آئی[۵]

اولاد آپ کی کوئی اولاد نہین ہوئی[۶]

اسلام حضرت ام کلثوم اپنی والدہ معظمہ حضرت خدیجہ رضہ کے ساتھ اسلام لائین[۷] اور اپنی بہنوں کے ساتھ اسوقت بیعت کی جب اور عورتین آنحضرت صلعم کے شرف بیعت سے بہرہ اندوز ہوئین۔

---

[۱] اسد الغابہ صفحہ ۶۱۲ [۲] ایضاً صفحہ ۶۱۲ و ۶۱۳ [۳] طبقات صفحہ ۲۵ [۴] ایضاً [۵] ایضاً [۶] ایضاً [۷] ایضاً

ہجرت جب آنحضرت صلعم مدینہ کی طرف ہجرت فرما کر تشریف لے گئے تو اہل وعیال کو مکہ مین چھوڑ گئے تھے جب مکہ کی حالت زیادہ نازک ہوگئی اور حضرت سودہ رضہ وحضرت فاطمہ رضہ مدینہ کی طرف ہجرت کر کے جانے لگین تو حضرت ام کلثوم بھی اُن کے ہمراہ ہجرت کر کے چلی گئین[۲]

عام حالات انس بن مالک سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم کو حضرت ام کلثوم کی وفات سے سخت صدمہ پہنچا آپ قبر پر بیٹھے ہوے تھے اور آپکے آنکھون سے آنسو بہہ رہے تھے[۳]

ایک روایت مین یہ بھی مذکور ہے کہ جب حضرت رقیہ کا انتقال ہوگیا تو حضرت عمر بن الخطاب رضہ نے حضرت عثمان رضہ سے کہا تم میری بیٹی حفصہ سے عقد کر لو لیکن حضرت عثمان رضہ نے تامل کیا اور کوئی جواب نہین دیا اسلیے کہ وہ سن چکے تھے کہ آنحضرت صلعم کا حضرت حفصہ سے عقد کرنے کا خیال ہے، جب رسول اللہ صلعم کو یہ خبر پہنچی تو آپ سے نے حضرت عمر رضہ سے فرمایا کیا مین حفصہ کے لیے عثمان سے بہتر شوہر اور عثمان کے لیے حفصہ سے بہتر زوجہ تلاش کر دون پھر آپ نے حضرت حفصہ کو اپنے نکاح مین لیا، اور حضرت عثمان کا عقد حضرت ام کلثوم سے کردیا[۴]

حضرت ام کلثوم کے انتقال کے بعد آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر میری دس لڑکیان ہوتین تو یکے بعد دیگرے حضرت عثمان ہی کے رشتہ تزویج مین منسلک کرتا[۵]

دوسری روایت مین مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا اگر میری سو لڑکیا ہوتین تو مین سب لڑکیان یکے بعد دیگرے (ہر ایک لڑکی کے انتقال کے بعد) حضرت عثمان کے عقد مین دیتا[۶]

وفات آخر وقت تک مدینہ منورہ مین آپ کا قیام رہا اور شادی کے پانچ سال گذرنے کے بعد شعبان سنہ ۹ھ مین آپ نے انتقال فرمایا۔

انصار کی عورتون نے آپ کو غسل دیا انمین ام عطیہ بھی تھین[۷] آنحضرت صلعم نے جنازہ کی نماز پڑہائی حضرت ابوطلحہ، حضرت علی بن ابی طالب وحضرت فضل بن عباس واسامہ بن زید نے قبر مین اُتارا

---

[۱] طبقات صفحہ ۲۵ (اسد الغابہ صفحہ ۶۱۲ [۲] ایضاً [۳] طبقات صفحہ ۲۶ [۴] استیعاب صفحہ ۹۳، [۵] طبقات صفحہ ۲۵، [۶] تاریخ الخمیس صفحہ ۳۱۲ [۷] طبقات صفحہ ۲۵ (اسد الغابہ صفحہ ۶۱۲، [۸] طبقات صفحہ ۲۶،

سیدۂ عالم حضرت فاطمۃ الزہرا بنت رسول اللہ صلعم

نام فاطمہ آپ کا نام ہے اور ام محمد کنیت آنحضرت سرور کائنات امام البشر خاتم المرسلین کی آپ چھوٹی صاحبزادی تھین اور تمام مکارم اخلاق و فضائل اوصاف آپ پر ختم ہو گئے تھے،
آپ کی والدہ محترمہ بھی حضرت خدیجہ بنت خویلد تھین،

لقب آپ سیدۂ عورات عالم اور سردار نساء اہل جنت ہین۔ آپ کے القاب زہرا، طاہرہ، مطہرہ، زاکیہ، راضیہ، مرضیہ، اور بتول ہین[1]

فاطمہ، بتول، زہرا، زاکیہ، شیخ ابن حجر، فاطمہ، بتول، اور زہرا کی وجہ تسمیہ لکھتے ہین۔ کہ آپ کا راضیہ کی وجہ تسمیہ نام فاطمہ اسوجہ سے ہے کہ خدا تعالی نے آپ کو اور آپ کے دوست رکھنے والون کو دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھا۔

اور بتول لقب اسوجہ سے ہے کہ آپ اپنے زمانہ کی عورتون سے فضل و دین اور حسب مین ممتاز تھین،

صاحب اخبار الدول زہرا کی وجہ تسمیہ لکھتے ہین کہ جب حضرت امام حسن اور امام حسین علیہما السلام پیدا ہوے تو عصر و مغرب کا درمیانی وقت تھا اُسی وقت آپ نفاس سے پاک ہوئین اور غسل کر کے مغرب کی نماز ادا فرمائی اسی واسطے زہرا لقب ہوا۔

مولٰنا حضرت شیخ عبد الحق صاحب فرماتے ہین کہ حضرت فاطمہ رض مین بہجت، زہرت، جمال و کمال بہت زیادہ تھا اس مناسبت سے زہرا لقب قرار پایا۔ اور یہی صحیح ہے۔

علامہ قسطلانی مواہب اللدنیہ مین لکھتے ہین کہ فطم کے معنی لغت مین بچے کو دودھ پینے سے روکنے کے ہین، تو گویا حضرت فاطمہ رض لوگون کو دوزخ کی آگ سے روکنے والی ہین۔

اور بتول مشتق ہے بتل سے جسکے معنے قطع کرنے کے ہین منتہی الارب مین لکھا ہے کہ

[1] اصابہ صفحہ ۳۷۸، [2] الدرۃ البیضاء،

بتول بروزن صبور عورت و دوشیزہ کو کہتے ہین۔ جو دنیا اور ماسوائے اللہ سے علٰحدہ ہو حضرت مریم والدہ عیسٰے علیہما السلام کا بھی لقب بتول تھا۔

بچپن ہی سے حضرت فاطمہ رض کی طبیعت مین بہت زیادہ متانت سادگی اور سنجیدگی تھی آپ کی اور بہنین لہو ولعب مین مشغول رہتین لیکن آپ کا دل کھیل مین نہین لگتا تھا آپ کہین آنا جانا پسند نہ فرماتی تھین۔ ہمیشہ اپنی والدہ محترمہ کے پاس بیٹھی رہتی تھین آپ کی یہ سادگی اور استغنا آنحضرت صلعم کو بہت پسند تھا اسی وجہ سے آپ بتول (تارک الدنیا) کے لقب سے یاد فرمائی جاتی تھین،

چونکہ آپ آنحضرت صلعم سے صورت سیرت مین بہت مشابہ تھین اس لحاظ سے آپ کا لقب زاکیہ اور راضیہ قرار پایا۔

ولادت آپ کی ولادت باسعادت نبوت سے پانچ سال قبل ہوئی۔ اور یہ وہ مبارک زمانہ تھا کہ اہل قریش خانہ کعبہ کی تعمیر مین مشغول تھے[۱]۔

ابن سراج بروایت عبداللہ بن محمد بن سلیمان الہاشمی لکھتے ہین کہ حضرت فاطمہ رض پہلے سال نبوت مین پیدا ہوئین[۲]۔

عباس سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ رض کی ولادت اسوقت ہوئی جبکہ خانہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی۔ اور اسوقت آنحضرت صلعم کی عمر شریف ۳۵ سال کی تھی[۳]۔

ابوعمر بروایت عبداللہ بن محمد لکھتے ہین کہ حضرت فاطمہ رض کی ولادت ۴۱ سنہ مولد نبوی مین ہوئی بعثت سے ایک سال قبل یا کچھ زیادہ آپ حضرت عائشہ رض سے پانچ سال بڑی تھین[۴]

نکاح جسوقت آنحضرت صلعم ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لائے اسوقت حضرت فاطمہ رض نا کتخدا تھین لوگون نے پیغام دیا ان مین سب سے پہلے حضرت ابوبکر رض نے آنحضرت صلعم سے حضرت فاطمہ رض سے عقد کرنے کی استدعا کی حضور صلعم نے فرمایا حکم الٰہی کا انتظار کرو[۵]۔ اس کا ذکر حضرت ابوبکر رض نے حضرت عمر بن الخطاب رض سے کیا اور ان کو بھی ترغیب دی کہ تم اپنے لیے پیغام دو۔ چنانچہ حضرت عمر رض نے بھی پیغام دیا اور وہی جواب پایا جو حضرت ابوبکر رض کو ملا تھا حضرت عمر رض نے حضرت ابوبکر رض کو اس جواب سے اطلاع دی۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لوگون نے آمادہ کیا لیکن آپ کو اپنی بے سر وسامانی پر تامل ہوا اور دوسرا خیال یہ بھی ہوا کہ

[۱] طبقات صفحہ ۱۱ [۲] استیعاب صفحہ ۷۷۱، [۳] اصابہ صفحہ ۲۷۵، [۴] ایضاً، [۵] طبقات صفحہ ۱۱

اب حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بعد میری کیا گنجایش ہوسکتی ہے۔ لیکن لوگون نے پھر مجبور کیا اور آنحضرت صلعم کی قرابت کا استحقاق یاد دلایا پھر آپ نے آنحضرت صلعم سے بطریقہ پیغام عرض کیا آپ سنے یہ استدعا قبول فرمائی۔ آنحضرت صلعم نے حضرت فاطمہؓ سے ذکر کیا کہ علی کا رجحان خاطر تمھاری طرف ہے آپ خاموش ہورہین (یہ خاموشی ایک طرح کی رضامندی تھی) آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شادی کے چار مہینے بعد اوائل محرم سنہ ۲ھ مین حضرت فاطمہؓ کا عقد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کردیا۔[۵۱]

بروایت دیگر ارباب سیر آپ کی شادی حضرت علیؓ سے غزوۂ احد کے بعد ہوئی[۵۲]،

بعض مورخین کہتے ہین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی رخصتی کے ساڑھے چار مہینے بعد نکاح ہوا اور ساڑھے سات مہینے گذرنے کے بعد حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہ کو رخصت کرایا[۵۳]۔

اور بعض کا گمان ہے کہ آپ کا عقد حضرت عائشہ صدیقہؓ کی رخصتی کے ساڑھے پانچ ماہ بعد ہوا اور حضرت علیؓ نے نکاح کے ساڑھے نو مہینے گذرنے کے بعد رخصتی کرائی۔ اسوقت حضرت فاطمہؓ کی عمر پندرہ سال ساڑھے پانچ مہینے کی تھی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اکیس سال ساڑھے پانچ مہینے کے تھے[۵۴] گویا حضرت علیؓ تقریباً ۶ سال بڑے تھے،

حضرت علیؓ نے شادی کے لیے اپنا اونٹ اور بعض اسباب فروخت کرڈالا تھا جسکی کل قیمت چارسو اسی درہم ملی تھی۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا دو ثلث خوشبو وغیرہ مین صرف کرو۔ اور ایک ثلث متاع مین[۵۵] (یعنی سامان شادی یا خورد و نوش اور دیگر ضروریات خانہ داری وغیرہ مین)

مولنا سعید صاحب انصاری، سیرت الصحابیات کے صفحہ ۹۴ پر حضرت فاطمہؓ کے بیان مین لکھتے ہین کہ "ابن سعد نے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرت صلعم سے درخواست کی آپ نے فرمایا جو خدا کا حکم ہوگا پھر حضرت عمرؓ نے جرأت کی اُن کو بھی آپ نے کچھ جواب نہین دیا بلکہ وہی الفاظ فرمائے" اس کے بعد مولنا موصوف لکھتے ہین کہ بظاہر یہ روایت صحیح نہین معلوم ہوتی، حافظ ابن حجر نے اصابہ مین ابن سعد کی اکثر روایتین حضرت فاطمہؓ کے حال مین روایت کی ہین لیکن اسکو نظرانداز کردیا ہے"

[۵۱] اصابہ صفحہ ۲۵۷، [۵۲] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۰، و استیعاب صفحہ ۷۷۱، [۵۳] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۰، [۵۴] استیعاب صفحہ ۷۷۱، [۵۵] طبقات صفحہ ۱۱،

سمجھ مین نہین آتا کہ صاحب موصوف ابن سعد سے بالخصوص اس روایت مین کیون اسقدر بدظن ہین اور صرف حافظ ابن حجر کی نظرانداز کردینے پراس روایت کو غیر صحیح ماننے کی کیا وجہ ہے مولنا نے محض اپنی ذاتی رائے سے کام لیا ہے۔

کسی قسم کا محاکمہ نہین کیا اور نہ کوئی دلیل پیش کی، میرے نزدیک اس روایت کی صحت مین کوئی کلام نہین حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے پیغام دینے سے نہ اخلاق پر کوئی برا اثر پڑتا ہے اور نہ معاذ اللہ آنحضرت صلعم یا آپ کی صاحبزادی کی اہین کسرشان ہر متعدد اصحاب کا پیغام دینا کوئی تعجب کی بات نہین، پھر آنحضرت صلعم سے شرف انتساب حاصل کرنے کی کسکو آرزو نہ ہوگی۔ چہ جائیکہ حضرت ابوبکرؓ جیسے یار غار اور حضرت عمرؓ جیسے حامیان اسلام بہرحال صرف حافظ ابن حجر کا اپنی کتاب مین نہ لکھنا اس روایت کی عدم صحت کے لیے کافی نہین ہے،

شادی کا حال حضرت علی کی زبان سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی شادی کا حال اس طرح بیان فرماتے ہین، "میرے پاس ایک لونڈی تھی جسکو مین آزاد کرچکا تھا اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا حضرت فاطمہؓ کا کسی نے پیغام دیا؟ مین نے کہا معلوم نہین پھر اُس نے کہا کہ آپ پیغام دیجیے۔ آپ کو کونسا امر مانع ہے، مین نے کہا مین کس بنا پر جرأت کرون میرے پاس کوئی چیز نہین جس سے مین عقد کرون اُسنے مگر پھر کہا کہ نہین آپ آنحضرت صلعم کی خدمت مین جائیے۔ چنانچہ مین اُسکے اصرار سے حضور صلعم کی بارگاہ مین گیا لیکن آنحضرت صلعم کی جلالت وہیبت کا مجھ پر اسقدر اثر ہوا کہ مجھے کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور مین خاموش بیٹھا رہا مجھ مین بالکل طاقت نہ تھی کہ مین کچھ گفتگو کرتا لیکن حضور ہی نے توجہ فرما کر دریافت فرمایا کہ کیا فاطمہ کے پیغام کے لیے آئے ہو مین نے عرض کیا جی ہان حضور نے فرمایا تمھارے پاس کوئی چیز مہر ادا کرنے کے لیے بھی ہے مین نے عرض کیا نہین آپ نے فرمایا وہ حطمی زرہ کہان ہے جو مین نے تمکو دی تھی۔ وہی مہر مین دیدو۔ اُس زرہ کی قیمت چارسو درہم سے زائد نہ تھی نکاح ہوا اور وہی زرہ بالعوض مہر دیدی گئی[۱]۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ انصار کی ایک جماعت نے حضرت علیؓ کو حضرت فاطمہؓ کا پیغام دینے کی ترغیب دی چنانچہ آپ آنحضرت صلعم کے پاس گئے آنحضرت صلعم نے فرمایا

[۱] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۰ و ۵۲۱،

تم کیا چاہتے ہو آپ نے عرض کیا کہ حضرت فاطمہ رض سے عقد کی خواہش ہے آنحضرت صلعم نے "اھلا و مرحبا" فرمایا ان دو کلموں سے زیادہ آپ نے کچھ ارشاد نہ کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ واپس آئے انصار کی جماعت جو باہر منتظر تھی مستفسر ہوئی کہ آنحضرت صلعم نے کیا فرمایا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جواب دیا کہ آنحضرت صلعم نے مجھ سے اہلا و مرحبا کے سوا اور کچھ نہ فرمایا اُن لوگوں نے کہا رسول اللہ صلعم کا اہلا و مرحبا ہی فرمانا کافی ہے،

جب نکاح سے فراغت ہو گئی تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ شادی کے لیے ولیمہ بھی ضروری ہے۔ حضرت سعد نے کہا میرے پاس ایک بھیڑ ہے اس سے ولیمہ کر دیا جائے اور اسی طرح انصار کے ایک قبیلہ نے بھی اپنی حسب استطاعت دلیمہ کا انتظام کیا[۱]۔ چنانچہ ولیمہ کا کھانا بھی دیا گیا،

رخصتی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک چھوٹا سا مکان رسول اللہ صلعم کے مکان سے کیقدر فاصلہ پر کرایہ پر لے لیا تھا آپ نے اپنی لونڈی ام ایمن کے ہمراہ حضرت فاطمہ رض کو حضرت علی کے گھر رخصت کر دیا۔ رخصتی کے وقت آپ نے یہ بھی فرما دیا تھا کہ تم مجھ سے مل لینا پھر آنحضرت صلعم حضرت علی رض کے گھر تشریف لے گئے پانی طلب کیا اس سے وضو کر کے حضرت علی پر وہ پانی ڈالدیا اور یہ دعا پڑھی[۲]۔

اللھم بارک فیھما و بارک علیھما و بارک لھما فی نسلھما،

دوسری روایت میں یہ ہے کہ جب رسول اللہ کی معزز بیٹی رخصت ہو کر سسرال جانے لگیں تو آنحضرت صلعم نے حضرت علی رض سے فرمایا کہ میرے منتظر رہنا، حضرت علی رض اور حضرت فاطمہ رض دونوں گھر کے ایک گوشہ میں بیٹھ گئے پھر رسول اللہ صلعم تشریف لائے آپ نے دروازہ کھلوایا۔ ام ایمن دروازہ کھولنے آئیں۔ تو یہ گفتگو ہوئی۔

آنحضرت صلعم۔ کیا میرا بھائی اس مکان میں ہے۔

ام ایمن۔ آپ کے بھائی کیسے ہوئے، حالانکہ آپ نے اپنی صاحبزادی کا عقد ان سے کیا ہے،

آنحضرت صلعم۔ ہاں وہ ایسا ہی ہے (پھر آپ نے دریافت فرمایا) کیا اس جگہ اسما بنت عمیس بھی ہیں اور کیا تم بنت رسول اللہ کی تعظیم و تکریم کے لیے آئی ہو۔

[۱] طبقات صفحہ ۱۳ [۲] ایضاً۔ و اسد الغابہ صفحہ ۵۲۱ و اصابہ صفحہ ۷۲۷،

ام ایمن - جی ہاں اسماء بنت عمیس بھی ہین - اور مین بنت رسول اللہ کی تعظیم و تکریم کے لیے آئی ہون -

آپ نے ام ایمن کو دعاے خیر سے سرفراز فرمایا پھر اندر تشریف لیجا کر پانی طلب کیا پیالہ یا کسی اور برتن مین پانی پیش کیا گیا، آپ نے اس کو جھوٹا کر کے (دوسری روایت کے موافق اس پانی سے ہاتھ کا دھویا جانا پایا جاتا ہے[۱]) اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلا کر اُن کے دونون شانون اور بازو اور سینہ پر وہ پانی چھڑک دیا پھر حضرت فاطمہ رض کو بُلایا تو وہ شرم وحیا سے جھجکتی ہوئی آنحضرت صلعم کے پاس آئین آپ نے اُن پر بھی پانی چھڑکا اور فرمایا اے فاطمہ مین نے تمھاری شادی اپنے خاندان مین بہترین شخص سے کی ہے[۲]

مہر حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ جب مین نے پیغام دینے کا ارادہ کیا تو میرے پاس کوئی چیز نہ تھی کہ مین مہر ادا کرتا مین اسی شش و پنج مین تھا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم مہر کیا دوگے مین نے کہا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہین ہے پھر آپ نے فرمایا کہ وہ زرہ حطمی کہان ہے جو مین نے تم کو فلان دن (جنگ بدر کے بعد) دی تھی مین نے عرض کیا وہ میرے پاس ہے فرمایا بس وہی مہر مین دیدو چنانچہ مین نے وہی زرہ مہر مین حضرت فاطمہ رض کے نذر کر دی - عکرمہ کہتے ہین اس زرہ کی قیمت صرف چار درہم تھی[۳] بظاہر اس روایت مین چار درہم زرہ کی قیمت راوی کا سہو ہے - چار سو درہم ہوگی کیونکہ دیگر روایات مین صراحتاً چار سو اسی درہم قیمت بتلائی گئی ہے، پھر فاطمہ رض کا مہر بھی بالاتفاق چار سو درہم سے کم نہ تھا

حضرت فاطمہ رض کے بارہ مین ارباب سیر کا اختلاف ہے بعض کہتے ہین کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس اسوقت زر مال کچھ نہ تھا صرف ایک زرہ تھی وہی مہر قرار دی گئی - بعض کہتے ہین چار سو اسی درہم کا مہر قرار پایا جسکا ثلث حصہ رسول صلعم نے خوشبو مین صرف کرنے کا حکم دیا - بعض اصحاب کا گمان ہے کہ حضرت علی رض نے رسول اللہ صلعم کے حکم سے رخصتی سے قبل وہی زرہ بعوض مہر حضرت فاطمہ رض کے روبرو پیش کی[۴]

سامان جہیز شہنشاہ عالم نے اپنی صاحبزادی سیدۂ عالم حضرت فاطمہ رض کو بروایت عکرمہ مندرجہ ذیل جہیز دیا -

نقشی تخت، چمڑے کا تکیہ (جس مین کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی)

---

[۱] طبقات صفحہ ۱۵ [۲] ایضاً، [۳] ایضاً صفحہ ۱۲ [۴] استیعاب صفحہ ۷۷۱،

پیالہ	مشکیزہ
یک	یک

بروایت دیگر ارباب سیر

کپڑا	تکیہ (جسین کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی)	چکیان	مشکیزہ	گھڑے[1]
یک		۲ عدد	یک	۲ عدد

اولاد حضرت فاطمہ رضہ کے دو لڑکے حضرت امام حسن، حضرت امام حسین علیہما السلام، اور دو لڑکیاں ام کلثوم اور زینب پیدا ہوئین[2] جو اہم واقعات کے لحاظ سے تاریخ اسلام مین بہت مشہور ہین۔

آنحضرت صلعم کو ان سب سے بہت محبت تھی۔ آنحضرت صلعم کی صاحبزادیون مین یہ شرف صرف حضرت فاطمہ رضہ کو ہی حاصل ہوا کہ ان سے آپ کی نسل باقی رہی[3]

دوسری روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ محسن، اور رقیہ بھی آپ کی یادگار تھے[4] جو بچپن ہی مین انتقال کر گئے۔

فضائل ومناقب حضرت فاطمہ رضہ کے فضائل ومناقب بہت ہین آنحضرت صلعم کے اہلبیت مین اگرچہ بہت سے بزرگ داخل ہین لیکن ان سب مین فرد کامل سیدۂ عالم حضرت فاطمہ رضہ کا وجود گرامی ہے۔ آیت تطہیر، انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا (سورۂ الاحزاب) کا نازل ہونا حضرت فاطمہ رضہ کے فضائل ومناقب پر خاص طور سے دال ہے،

عبدالرحمن بن ابی نعیم بروایت ابی سعید الخدری لکھتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا، سیدۃ النساء اہل الجنۃ (یعنی فاطمہ رضہ) جنت کی عورتون کی سردار ہین۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا

سیدۃ نساء اھل الجنۃ مریم ثم فاطمۃ بنت محمد ثم خدیجۃ ثم آسیہ امرأۃ فرعون،	جنت کی عورتون کی سردار مریم پھر فاطمہ بنت محمدؐ، پھر خدیجہ، پھر آسیہ (فرعون کی بیوی) ہین[5]،

ایک دفعہ آنحضرت صلعم نے زمین پر چار خط کھینچے پھر لوگون سے فرمایا کہ تم لوگ

[1] طبقات صفحہ ۱۴ [2] ۱۲ [3] استیعاب صفحہ ۷۷۱ [4] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۴ زرقانی صفحہ ۲۳۳ [5] استیعاب صفحہ ۷۷۰ ایضاً

جانتے ہو کہ یہ کیا ہے سب نے عرض کیا اللہ اور اُس کا رسول زیادہ واقف ہے آپ نے فرمایا فاطمہ بنت محمد، خدیجہ بنت خویلد، مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم (بیوی فرعون) ان لوگون کو جنت کی عورتون پر سب سے زیادہ فضیلت ہے۔[1]

خداتعالیٰ نے طبقہ نسوان مین حضرت فاطمہؓ کی ذات مبارک کے ساتھ جو مناقب مخصوص کردیے تھے اونکی نظیر نہین ملتی۔ چنانچہ یہ حدیث حضرت فاطمہ رضہ کے فضائل پر بہترین شاہد ہے

کفاک من نساء العالمین مریم بنت عمران وخدیجة بنت خویلد و فاطمة بنت محمد و آسیه امرأة فرعون[2]

تمھاری تقلید کے لیے تمام دنیا کی عورتون مین مریم، خدیجہ، فاطمہ، آسیہ، کافی ہین۔

صداقت و راست گوئی مین بھی حضرت فاطمہ رضہ کا کوئی جواب نہ تھا، حضرت عائشہ صدیقہ رضہ فرماتی ہین[3]۔

ما رایت احدًا کان اصدق لهجة من فاطمة الا ان یکون الذی ولدها صلعم،

مین نے فاطمہ سے بڑھکر راست گو کسیکو نہین دیکھا لیکن اُن کے والد آنحضرت صلعم البتہ مستثنے ہین،

حضرت رسول اللہ صلعم جب کسی سفر سے مراجعت فرماتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضہ کے گھر تشریف لاتے،[4]

حضرت فاطمہ رضہ کے ساتھ جسقدر محبت رسول اللہ صلعم کو تھی اُتنی اور کسی اولاد کے ساتھ نہ تھی۔ حالانکہ آپ کی بعض بہنین آپ سے زیادہ تیز فہم اور خوبصورت تھین لیکن آنحضرت صلعم کو حضرت فاطمہ رضہ بہت محبوب تھین۔[5]

حضرت فاطمہ رضہ اگرچہ رسول اللہ صلعم کی محبوب ترین اولاد تھین لیکن آپ نے کوئی دنیادی فائدہ نہین اُٹھایا۔[6]

رسول اللہ صلعم نے حضرت فاطمہ رضہ سے فرمایا تمھاری رضامندی سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور تمھارے غیظ و غضب سے وہ غضبناک ہوتا ہے۔[7]

آنحضرت صلعم جب کسی سفر یا جنگ سے مراجعت فرماتے تو پہلے مسجد مین تشریف

---

[1] استیعاب صفحہ ۷۷۲ [2] ترمذی کتاب المناقب [3] استیعاب صفحہ ۷۷۲ [4] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۲

[5] ایضاً صفحہ ۵۲۰ [6] سنن ابوداؤد [7] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۲ و اصابہ،

لیجا کر دو رکعت نماز ادا فرماتے پھر حضرت فاطمہ رضہ کے گھر تشریف لیجاتے پھر دیگر ازواج مطہرات کے پاس[۱]۔

ایک تابعی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلعم سب سے زیادہ کسکو محبوب رکھتے ہین آپ نے جواب دیا عورتون مین فاطمہ کو اور مردون مین اُسکے شوہر علی کو[۲]۔

حضرت فاطمہ رضہ اپنے تمام مشاغل حیات مین رسول اللہ صلعم کی تقلید کرتی تھین۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضہ فرماتی ہین کہ مین نے نشست و برخاست، عادات و خصائل طرز گفتگو اور لب و لہجہ مین آنحضرت صلعم کے مشابہ فاطمہ رضہ سے زیادہ کسیکو نہین دیکھا۔ حضرت فاطمہ جب رسول اللہ صلعم کے پاس آتین تو آنحضرت صلعم کھڑے ہوجاتے اور پیشانی کو بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھا لیتے[۳]۔ اور یہی طریقہ عمل حضرت فاطمہ رضہ کا تھا[۴]۔

ام سلمہ کہتی ہین کہ رفتار و گفتار مین بہترین نمونہ رسول اللہ صلعم کا فاطمہ رضہ تھین حضرت فاطمہ کی صورت بھی آنحضرت صلعم سے بہت ملتی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضہ فرماتی ہین کہ میری آنکھون نے رسول اللہ صلعم کے بعد فاطمہ رضہ سے بہتر کسیکو نہین دیکھا[۵]۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہین[۶]۔

فاطمۃ بضعۃ منی فمن اغضبہا فقد اغضبنی، — فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے جو اسکو ناراض کریگا وہ مجھکو ناراض کرے گا۔

عام حالات لڑکی خواہ امیر کی ہو یا فقیر کی سن شعور تک تو وہ اپنے شفیق والدین کے گھر مین پرورش پاتی ہے اور فطرتاً اپنے والدین اور اُس گھر سے جہان اپنی عمر کا بہترین حصہ وہ گذار چکی ہے، محبت و ہمدردی ہوجاتی ہے لیکن اسکے بعد وہ وقت آتا ہے جب اُسکو ایک نئی دنیا نئی زندگی اور نئے لوگون سے واسطہ پڑتا ہے، یہ وہ وقت ہے جب والدین باتباع شریعت و قانون تمدن اپنی لڑکی کا ہاتھ دوسرے مرد کے ہاتھ مین دے دیتے ہین کون نہین جانتا کہ یہ وقت بہت نازک ہوتا ہے اور رخصتی کے وقت لڑکی کا گھر بجائے عشرتکدہ کے ماتمکدہ بنجاتا ہے۔ لڑکی تقاضائے دل سے مجبور ہوکر گردن جھکا کر زار و قطار روتی رہتی ہے چنانچہ

---

[۱] استیعاب صفحہ ۷۷۱، [۲] ایضاً صفحہ ۷۷۲، [۳] ایضاً ابوداؤد بروایت حضرت عائشہ رضہ [۴] استیعاب صفحہ ۷۷۲، [۵] اصابہ صفحہ ۷۲۶، [۶] صحیح بخاری صفحہ ۵۳۲،

حضرت فاطمہ رضؓ سیدۃ النساء کا جب عقد ہوا تو آپ بھی بخیال مفارقت رو رہین تھین اسی عرصہ مین سرور کائنات نبی صلعم مکان کے اندر تشریف لائے حضرت فاطمہ رضؓ کو اس عالم مین روتا ہوا دیکھ کر فرمایا اے بیٹی فاطمہ رضؓ یہ رونا کیسا ؟ مین نے تمھاری شادی ایسے شخص سے کی ہے جو علم و حلم مین سب سے افضل اور اسلام لانے مین سب سے اول ہے[۱]؎

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت فاطمہ کی کچھ طبیعت ناساز ہوگئی آنحضرت صلعم عیادت کو تشریف لائے آپ نے فرمایا بیٹی تم کیسی ہو حضرت فاطمہ رضؓ نے عرض کیا کہ مجھے تکلیف ہے لیکن اس تکلیف مین مزید اضافہ یہ ہے کہ میرے گھر مین کھانے کی کوئی چیز نہین ہے، آنحضرت صلعم نے فرمایا بیٹی کیا تم کو یہ پسند نہین ہے کہ تم عورات عالم کی سردار بنو، انھون نے عرض کیا مریم بنت عمران کا کیا مرتبہ ہے آپ نے فرمایا وہ اپنے زمانہ کی عورتون کی سردار ہین اور تم اپنے زمانہ کی اور خدا کی قسم مین نے تمھاری شادی دنیا اور دین کے سردار سے کی ہے[۲]؎

آنحضرت صلعم ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لائے تو ابوایوب انصاری کے مکان مین فروکش ہوئے۔ جب حضرت فاطمہ رضؓ کا عقد ہوا آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ تم کوئی مکان کرایہ پر لے لو حضرت علی رضؓ نے ایک مکان آنحضرت صلعم کے مکان سے کسیقدر فاصلہ پر لے لیا اسی مکان مین رخصت کرا کے لے گئے۔ رخصتی کے بعد آنحضرت صلعم حضرت فاطمہ رضؓ کے پاس تشریف لے گئے اثنائے گفتگو مین آپ نے اپنی صاحبزادی سے فرمایا کہ مین چاہتا ہون کہ تم کو اپنے قریب بلا لون حضرت فاطمہ رضؓ نے عرض کیا کہ آپ حارث بن نعمان سے فرمائیے وہ کوئی اپنا مکان دیدینگے، آنحضرت صلعم نے فرمایا بیٹی حارث بن نعمان سے یہ بات کہتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ جب حارث کو یہ خبر پہونچی تو آنحضرت صلعم کی بارگاہ اقدس مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ اپنی صاحبزادی صاحبہ کو اپنے قریب کے مکان مین منتقل کرانا چاہتے ہین میرے تمام مکانات موجود ہین حضرت فاطمہ کو بلا لیجیے۔ میرا جان و مال اللہ اور اُسکے رسول پر قربان ہے۔ اور بخدا جو چیز آپ مجھسے لے لینگے مجھے اُسکا آپکے پاس رہنا میرے پاس رہنے سے زیادہ محبوب ہوگا۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا تم نے سچ کہا خدا تم کو برکت دے اور اپنی رحمت تم پر نازل کرے۔ پھر حضرت فاطمہ کو حارث بن نعمان کے مکان مین منتقل کرا لیا[۳]؎

[۱] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۰ [۲] ” استیعاب صفحہ ۷۷۱ ” [۳] طبقات صفحہ ۱۴ و اصابہ ۳۷۶

حضرت فاطمہ رض نہایت متقی پرہیزگار دیندار خاتون تھین آپ کی زندگی کا تمام تر حصہ زہد و قناعت مین گذرا صبر و تحمل زہد و ورع اور شرم و حیا کی آپ بہترین مثال ہین دنیا کی تکالیف و مصائب کا آپ کو ذرا بھی خیال نہ ہوتا تھا آپ کی زندگی جس عسرت و تنگدستی مین بسر ہوئی اوسکا اندازہ صرف اس سے ہوسکتا ہے کہ آپ اپنے گھر کا تمام کام خود کرتی تھین۔ روزانہ کی محنت و جانفشانی یہ تھی کہ چکی پیستے پیستے ہاتھون مین چھالے پڑ جاتے تھے۔ مشک بھر بھر کر لانے سے کمر و سینہ مین نشان پڑ گئے تھے۔ گھر مین جھاڑو دینے اور چولھا پھونکنے سے کپڑے میلے ہو جاتے تھے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب فتوحات کی کثرت تھی مدینہ مین مال و زر کے خزانے لٹ رہے تھے لیکن کوئی سوال کرے کہ سیدۂ عالم حضرت فاطمہ رض کا اسمین کوئی حصہ تھا یا نہین تو اسکا جواب سوائے نفی کے اور کچھ نہین ہوسکتا باایںہمہ جب آنحضرت صلعم سے یہ حال عرض کرکے لونڈی کی استدعا کرتین تو آنحضرت صلعم دوسرے طریقہ سے تسکین و تشفی کر دیتے کبھی کوئی وظیفہ بتا دیتے اور کبھی دنیا کی بے ثباتی کا حال بیان فرما دیتے کبھی صاف انکار کرکے فرماتے کہ یہ فقرا و یتامی کا حق ہے۔ ائمہ حدیث فرماتے ہین کہ چکی پیسنے کے نشان حضرت فاطمہ رض کے ہاتھون مین پڑ گئے تھے۔ اور چولھا پھونکنے سے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا تھا لیکن اتنی قدرت نہ تھی کہ کوئی کنیز رکھ سکین۔ ایک دن حضرت علی رض نے حضرت فاطمہ رض سے کہا اب تو پانی بھرتے بھرتے سینہ درد کرنے لگا آجکل دربار نبوت مین بہت سے قیدی آئے ہوئے ہین تم جاؤ اور ایک خادم آنحضرت صلعم سے مانگو۔ حضرت فاطمہ رض نے کہا مین کس سے کہون میرا خود یہی حال ہے کہ چکی پیستے پیستے میرے ہاتھون مین گھٹے پڑ گئے پھر آپ اپنے والد بزرگوار کی خدمت مین گئین آنحضرت صلعم نے دریافت فرمایا کیا حال ہے کیسے آئین، کیا کوئی کام ہے آپ نے عرض کیا کوئی کام نہین صرف سلام کے لیے حاضر ہوئی۔ آپ (حضرت فاطمہ) مراسم آداب و سلام بجا لاکر اپنے گھر واپس آگئین جن باتون کی اظہار کی ضرورت تھی اور جس گذارش کے لیے گئی تھین۔ شرم کے مارے اُسکا اظہار نہ کیا جب گھر آئین تو حضرت علی رض نے کہا تم جس کام کے لیے گئی تھین کیا کرکے آئین آپ نے جواب دیا مین سلام کرکے چلی آئی مجھے شرم و حیا نے اجازت نہ دی کہ مین کوئی سوال کرتی پھر دونون میان بیوی آنحضرت صلعم کی خدمت مین گئے حضرت

علیؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ پانی بھرتے بھرتے سینہ مین درد ہونے لگا ہے حضرت فاطمہ رض نے عرض کی کہ چکی پیستے پیستے ہاتھون مین گھٹے پڑ گئے ہین، اب تو یہ تکلیفین ناقابل برداشت ہین۔ حضور کی بارگاہ مین بہت سے قیدی آئے ہین اُن مین سے ایک ہم کو دیجیے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا بخدا مین تم دونون کو کوئی قیدی خدمت کے لیے نہین دے سکتا۔ کیا مین اہل صفہ کے حق کو تلف کر دون اور اُن کو بھول جاؤن جو فقر و فاقہ کی بدولت نان شبینہ کے محتاج ہین اور میرے پاس کوئی چیز نہین ہے کہ مین اُن لوگون کے لیے صرف کرون اور امداد کرون سوائے اسکے کہ اُن قیدیون کو فروخت کر دون اور اُسکی قیمت سے اہل صفہ کی ضروریات پوری کرون جب یہ دونون ایک منصفانہ اور اصولی جواب سُنکر گھر واپس آئے تو آنحضرت صلعم حضرت علی رض کے گھر تشریف لائے اسوقت دونون اپنے اپنے بسترون پر آرام کے لیے لیٹ چکے تھے لیکن جب آنحضرت صلعم کو تشریف لاتے دیکھا تو تعظیماً دونون استقبال کے لیے اُٹھے آنحضرت صلعم نے ان دونون کو روکا اور فرمایا تم نے جس چیز کی ضرورت ظاہر کی تھی اور جسکے تم خواہشمند تھے اُس سے بہتر ایک چیز مین تم کو بتاتا ہون اُن دونون نے عرض کیا جی ہان فرمائیے۔ آپ نے فرمایا ہر نماز کے بعد دس دس بار سبحان اللہ و الحمد للہ، اور اللہ اکبر، پڑھا کرو اور سوتے وقت سبحان اللہ و الحمد للہ ۳۳-۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۴- بار پڑھکر دم کر لیا یہی تمھارے لیے بہترین خادم ہین[۱]۔

اسی روایت کے سلسلہ مین راوی نے حضرت علی رض اور حضرت فاطمہ رض کی بے بضاعتی و بے مائگی کا اظہار اسطرح کیا ہے کہ جب وہ دونون بسترون مین آرام کرنے کے لیے لیٹے تو اوڑھنے کا چادرہ اسقدر چھوٹا تھا کہ جب دونون اپنے پیرون کو ڈھاکنا چاہتے تو سر کھل جاتا اور اگر سر ڈھاکنا چاہتے تو پیر کھل جاتے تھے[۲]۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ جناب سیدہ فاطمہ رض کا بہت خیال رکھتے تھے۔ اور کوئی بات منشا کے خلاف نہ کرتے تھے۔ لیکن پھر بھی رسول اللہ صلعم اُن کو تاکید فرماتے رہتے تھے کہ فاطمہ رض کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ اُدھر حضرت فاطمہ رض کو بھی بار بار نصیحت کرتے رہتے تھے کہ عورت کا بڑا فرض شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری ہے۔ الغرض آپ ہمیشہ دونون کے تعلقات مین خوشگواری پیدا کرنے کی کوشش فرماتے رہتے تھے۔ لیکن زن و شو کے تعلقات معاشرت ایسے اہم ہین کہ

---

[۱] طبقات صفحہ ۱۶ و اصابہ صفحہ ۲۹، ۳۰۔ [۲] طبقات صفحہ ۱۶

کبھی نہ کبھی ایسے اتفاقات بیش آہی جاتے ہین جن سے رنج و ملال کا اظہار ہوہی جاتا ہے لیکن نظر غائر سے دیکھا جائے تو اسمین بھی محبت پنہان ہوتی ہے۔

ایک دفعہ حضرت علی رض کے طرف سے کچھ ایسا برتاؤ ہوا جو حضرت فاطمہ رض کو ناگوار ہوا آپ کبیدہ خاطر رسول اللہ صلعم کی خدمت مین گئین آپ کے پیچھے پیچھے حضرت علی رض بھی گئے اور ایسی جگہہ کھڑے ہوگئے کہ آنحضرت صلعم اور حضرت فاطمہ رض کی گفتگو سن سکین۔ اور حضرت علی رض کے غصہ کی شکایت کی، آپ نے فرمایا اے بیٹی جو کچھ مین کہون اوس کو غور و فکر سے سنو اور عمل کرو وہ کون سے مرد عورت ہین جن کے درمیان کبھی کوئی رنجش واقع نہ ہو اور یہ کیا ضروری ہے کہ مرد تمام کام عورت کی منشا کے مطابق ہی کرے اور اپنی بیوی سے کچھ نہ کہے[1]

حضرت علی رض پر اس مصلحانہ جواب کا اسقدر اثر ہوا کہ پھر انھون نے کوئی ایسی بات نہ کی جس سے حضرت فاطمہ رض رنجیدہ خاطر ہوتین۔

حضرت علی رض خود فرماتے ہین کہ مین جو تشدد حضرت فاطمہ پر کیا کرتا تھا اس سے دست بردار ہوگیا اور مین نے اپنی بیوی سے کہا خدا کی قسم آیندہ مین اب کبھی ایسا طرز عمل اختیار نہ کرونگا جس سے تم کو تکلیف پہنچے یا تمھاری دلشکنی ہو[2]

حضرت علی رض اور حضرت فاطمہ رض کے درمیان جب کبھی خانگی معاملات مین کوئی رنجش ہوجاتی تو اسیطرح آنحضرت صلعم صلح کرادیتے اور آپ کو ان دونون کی مصالحت سے غیر معمولی مسرت ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ ایسا ہی اتفاق پھر پیش آیا آپ حضرت علی رض کے یہان تشریف لے گئے اسوقت آپ کے چہرۂ مبارک پر کچھ آثار رنج و ملال کے نمایان تھے آپ نے اُن دونون مین صلح کرادی جب باہر تشریف لائے تو چہرۂ مبارک بشاش تھا لوگون نے دریافت کیا یا رسول اللہ یہ کیا بات ہے جب آپ گھر مین تشریف لے گئے تو چہرۂ مبارک متغیر تھا اور اب بشاش ہے۔ فرمایا مین نے ایسے دو شخصون مین مصالحت کرادی جو مجھے بہت محبوب ہین[3]

چونکہ آنحضرت صلعم دنیاوی زینت و آرائش کو بہت ناپسند فرماتے تھے، اس لیے وہ ایسی چیزین اولاد کو نہ خود دیتے تھے اور نہ دوسرے کا دینا پسند فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت علی رض نے حضرت فاطمہ رض کو ایک سونے کا ہار دیا جب آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا فاطمہ

---

[1] طبقات صفحہ ۱۶، [2] طبقات صفحہ ۱۲ داصابہ ۳۰۰/۷، [3] ایضاً۔

کیا تم لوگون سے کہلوانا چاہتی ہو کہ رسول اللہ کی لڑکی آگ کا ہار پہنتی ہے۔ حضرت سیدہ فاطمہ نے اسکو فروخت کر کے اوس کی قیمت سے ایک غلام خرید لیا۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کسی غزوہ سے واپس تشریف لائے حضرت سیدہ فاطمہ نے بطور خیر مقدم گھر کے دروازون پر پردے لگائے۔ اور امام حسن و امام حسین علیہما السلام کو چاندی کے دو کنگن پہنائے جب آنحضرت صلعم حسب معمول حضرت فاطمہ رض کے گھر تشریف لائے تو اس ساز و سامان و آرائش کو دیکھ کر واپس چلے گئے۔ حضرت فاطمہ رض واپسی کا سبب سمجھ گیئن فوراً پردون کو چاک کر ڈالا اور صاحبزادون کے ہاتھون سے کنگن اُتار لیے، صاحبزادے روتے ہوئے آنحضرت صلعم کے پاس گئے آپ نے فرمایا۔ اگرچہ یہ میرے اہل بیت ہین مگر مین نہین چاہتا کہ دنیا کے مزخرفات سے آلودہ ہون۔ اور صحابہ سے فرمایا کہ طلائی ہار کے عوض فاطمہ کے لیے عصیب کا ہار اور نقرئی کنگنون کی جگہ ہاتھی دانت کے دو جوڑ کنگن خرید لائو۔[1]

ابن ہشام بن مغیرہ برادر ابی جہل نے حضرت علی رض سے کہا تم عورا بنت ابی جہل سے نکاح کر لو۔ حضرت علی رض کا ارادہ آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا تو آپ کو سخت ناگوار گذرا۔ (اور صحیح یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رض نے آنحضرت صلعم سے اس واقعہ کو بیان کیا) آنحضرت صلعم مسجد مین تشریف لائے اور ممبر پر یہ خطبہ پڑھا جسمین اپنی ناخوشی کا اظہار فرمایا،

ان بنی هشام بن المغيرة استأذنونی ان ینکحوا ابنتهم علی بن ابی طالب فلا آذن ثم لا آذن الا ان یرید ابن ابی طالب ان یطلق ابنتی وینکح ابنتهم فانما هی بضعة منی یریبنی ما ارابها ویؤذینی ما آذاها۔[2]

آل ہشام علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے اپنی لڑکی کا عقد کرنے کے لیے مجھ سے اجازت چاہتے ہین لیکن مین نہ دونگا کبھی اجازت نہ دونگا۔ البتہ ابن علی ابی طالب میری لڑکی کو طلاق دیکر اسکی لڑکی سے عقد کر سکتے ہین۔ فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے جس نے اُسکو اذیت دی (گویا) اُسنے مجھے اذیت دی جس نے اُسکو رنج پہونچایا اس سے مجھے بھی تکلیف ہوگی،

اور فرمایا[3]

وانی لست احرم حلالا ولا احل حراما ولکن واللہ لا تجتمع بنت

اور مین حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہین کرنا چاہتا ہون لیکن خدا کی قسم رسول اللہ کی

[1] ابوداؤد و نسائی [2] صحیح بخاری صفحہ ۵۲۸ ج ۲ [3] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۱

رسول اللہ و بنت عدو اللہ[1] بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں

اس کا یہ اثر ہوا کہ حضرت علی رضؓ نے حضرت فاطمہ رضؓ کی زندگی تک کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا[2]

آنحضرت صلعم نے حضرت علی رضؓ و حضرت فاطمہ رضؓ حضرت امام حسن، حضرت امام حسین علیہما السلام سے فرمایا کہ تم لوگوں کی جس شخص سے لڑائی ہے اوس سے میری بھی لڑائی ہے اور جس سے تمھاری صلح ہے اوس سے میری بھی صلح[3] یعنی جن لوگوں سے تم نا رضامند ہوگے اس سے مین بھی نا رضامند رہونگا۔ اور جس سے تم خوش ہوگے اس سے مین بھی خوش ہونگا۔

حضرت علی رضؓ فرماتے ہین جسوقت میری شادی حضرت فاطمہ رضؓ سے ہوئی تو میرے اور فاطمہ کے لیے کوئی بستر تک نہ تھا صرف ایک کھال تھی رات کو اسپر لیٹ رہتا اور دن مین اس سے مشکیزہ کا کام لیتا اور نہ کوئی خادم تھا۔[4]

ایک دفعہ حضرت علی رضؓ نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ آپ ہم دونون (فاطمہ، علی) مین کسکو زیادہ محبوب رکھتے ہین آپ نے فرمایا تم سے زیادہ فاطمہ محبوب ہے اور فاطمہ سے زیادہ تم عزیز ہو۔[5]

آنحضرت صلعم کی سرگزشتی مشہور روایت کے مطابق حضرت فاطمہ رضؓ کی عمر انتیس سال کی تھی کہ وحادثہ جانگداز رسول اللہ صلعم کا سایہ عاطفت سرسے اُٹھ گیا چونکہ آنحضرت صلعم آپ کو بہت محبوب رکھتے تھے اس لیے وصال نبوی کے واقعہ سے جناب فاطمہ بہت مغموم ہوئین۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہین کہ وفات سے قبل آنحضرت صلعم کے پاس مین بیٹھی ہوئی تھی کہ فاطمہ رضؓ آئین اُن کی رفتار آنحضرت صلعم کی رفتار سے بہت مشابہ تھی آنحضرت صلعم نے مرحبا یا بنتی فرماکر اپنے دائین یا بائین جانب بٹھالیا۔ پھر آپ نے اُن کے کان مین کچھ فرمایا وہ رونے لگین پھر دوبارہ کان مین کچھ فرمایا تو ہنسنے لگین مجھے (عائشہ) بڑا تعجب ہوا اور مجھ سے نہ رہا گیا مین نے فاطمہ سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے اس سے قبل مین نے ایک ہی وقت مین خوشی و غمی ہنسنے اور رونے کا اجتماع نہین دیکھا۔ جیسا کہ اس موقع پر دیکھا۔ فاطمہ رضؓ نے جواب دیا کہ مین ہرگز اپنے باپ کا راز فاش نہ کرونگی۔ جب رسول اللہ صلعم کا وصال ہوگیا تو مین نے فاطمہ رضؓ

---

[1] صحیح بخاری صفحہ ۷۸۷ جز ۲ [2] اسد الغابہ صفحہ ۲۲۸ [3] استیعاب صفحہ ۷۷۱، [4] اصابہ صفحہ ۳۰۲، طبقات صفحہ ۱۳ [5] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۲،

سے پوچھا کہ اُس روز رونے اور ہنسنے کا کیا سبب تھا۔ حضرت فاطمہ نے جواب دیا چونکہ آنحضرت صلعم اس عالم سے تشریف لے گئے اس لیے اب میں کہے دیتی ہوں کہ پہلی مرتبہ تو آپ نے یہ فرمایا تھا کہ جبرئیل علیہ السلام سال میں ایک مرتبہ قرآن شریف کا دور کرتے تھے انکی خلاف معمول سال میں دوبار دور کیا اس سے قیاس ہوتا ہے کہ میری موت کا وقت قریب آگیا ہے۔ اور تم میرے اہل بیت میں سب سے پہلے مجھ سے ملوگی۔ اسپر میں رونے لگی۔ پھر آپ نے فرمایا کیا تم اس کو پسند نہیں کرتیں کہ تم دنیا کی تمام عورتوں کی سردار ہو میں یہ سُنکر ہنسنے لگی۔

وفات سے قبل جب آنحضرت صلعم پر غشی طاری ہوئی تھی تو حضرت فاطمہ رض فرماتی تھیں واکرب اباہ ہائے میرے باپ کی بیچینی" آنحضرت صلعم نے فرمایا تمھارا باپ آج کے بعد پھر بیچین نہ ہوگا۔

آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد بنات مقدسات میں صرف حضرت فاطمہ رض کا وجود گرامی باقی رہگیا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ آپ کو آنحضرت صلعم کی رحلت کا سخت صدمہ ہوا۔

کتب سیر سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد سے بہت رنجیدہ رہا کرتی تھیں۔ چنانچہ بقیہ ایام حیات میں آپ کو کسی نے ہنستا ہوا، نہیں دیکھا۔[1]

جب آنحضرت صلعم کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر صحابہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوے اور آپ کو تسلی و تشفی دینے لگے تو آپ نے حضرت انس رض سے پوچھا کیا تم رسول اللہ کو دفن کر آئے اُنھوں نے عرض کیا۔ "جی ہاں" آپ نے فرمایا تمھارے دل نے کیسے گوارا کیا کہ تم نے منوں خاک کے نیچے آنحضرت صلعم کو دبا دیا۔[2]

آپ آنحضرت صلعم کی قبر پر تشریف لے گئیں وہاں روئیں اور ایک مشت خاک قبر شریف سے لیکر آنکھوں سے لگائی۔ اور یہ دو شعر پڑھے،

ماذا علی من شم تربة احمد ان لا یشم مدی الزمان غوالیا
صبت علی مصائب لو انھا صبت علی الایام صرن لیالیا[3]

کیا چاہیے اوس شخص کو جو خاک مزار مبارک آنحضرت صلعم سونگھے لازم ہے اسپر پھر وہ تمام عمر کوئی خوشبو نہ سونگھے۔ مجھ پر جو مصیبتیں پڑیں اگر وہ دنوں پر پڑتیں تو وہ رات ہو جاتے،

---

[1] طبقات صفحہ ۱۷، اور اسد الغابہ صفحہ ۵۲۲ و اصابہ صفحہ ۲۷ و ۲۸، [2] در المنثور صفحہ ۳۵۹ و اسد الغابہ صفحہ ۵۲۴، [3] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۰ [4] در المنثور صفحہ ۳۶۰،

یہ شعر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہین جو حضرت فاطمہ رضہ نے وقت حاضری مزار مبارک پڑھے۔ لیکن جو شعر مرثیہ رسول اللہ کے متعلق آپ سے منسوب ہین، وہ یہ ہین:۔

اغبر آفاق السماء دکورت	شمس النہار واظلم العصران
والارض من بعد النبی کئیبۃ	اسفا علیہ کثیرۃ الاحزان
فلیبکہ شرق البلاد وغربہا	ولتبکہ مضر وکل یمان
ولیبکہ الطود الاشم وجوۂ	والبیت ذوالاستار والارکان
یا خاتم الرسل المبارک صنوہ	صلی علیک منزل القرآن[1]

غبار آلود ہوگیا آسمان، لپیٹ دیا گیا آفتاب اور تاریک ہوگیا زمانہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد زمین نہ صرف غمگین وملول ہے بلکہ فرط الم سے شق ہوگئی ہے۔ اُن (آنحضرت صلعم) پر مشرق ومغرب کے رہنے والے قبیلہ مضر کے لوگ اور تمام اہل یمن روتے ہین اور بڑے بڑے پہاڑ اور محلات پر گریہ طاری ہے، اے خاتم النبیین خدا آپ پر رحمت نازل کرے،

آنحضرت صلعم کے انتقال کے بعد میراث کا مسئلہ پیش ہوا حضرت فاطمہ رضہ نے حضرت ابوبکر رضہ سے فرمایا کہ جو کچھ میراث ہو اسکو تقسیم کر دو حضرت ابوبکر رضہ نے جواب دیا کہ مین رسول اللہ کے اعزہ کو اپنے اعزا سے زیادہ عزیز رکھتا ہون لیکن دقت یہ ہے کہ خود آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ انبیاء جو مال چھوڑ جاتے ہین وہ سب کا سب صدقہ ہوتا ہے۔ اومین وراثت نہین جاری ہوتی۔ اس بنا پر مین کیونکر تقسیم کر سکتا ہون۔ اس پر حضرت فاطمہ رضہ کو بہت قلق ہوا[2]

صحیح بخاری مین مذکور ہے کہ حضرت فاطمہ رضہ کو اس گفتگو سے سخت صدمہ ہوا اور وہ حضرت ابوبکر رضہ سے اسقدر ناراض ہوئین کہ آخر وقت تک اُن سے بات چیت نہ کی[3]

لیکن طبقات کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ بیمار ہوئین اور حضرت ابوبکر رضہ آپ کو دیکھنے آئے تو آپ نے اندر آنے کی اجازت چاہی حضرت علی رضہ نے اپنی بیوی سیدہ فاطمہ سے کہا کہ ابوبکر رضہ آئے ہین اندر آنے کی اجازت طلب کرتے ہین۔ حضرت فاطمہ رضہ نے جواب دیا کہ اس کو تو آپ ہی سمجھ سکتے ہین، چنانچہ وہ اندر آئے مزاج پرسی

[1] درالمنثور صفحہ ۳۶۰، [2] طبقات صفحہ ۱۸، [3] صحیح بخاری صفحہ ۵۲۶-۱- وصفحہ ۶۰۹، ۶۲۹،

کی جس سے آپ خوش ہوگئیں[۱]۔ اور کوئی غبار دل مین نہین باقی رہا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ناراض تھین لیکن بعد مین آپ کی یہ برہمی دور ہوگی۔

وفات حضرت فاطمہ رض سیدہ عالم کی اور تین بہنین جس طرح عین جوانی کی حالت مین گذر گئین اسی طرح حضرت فاطمہ رض نے آنحضرت صلعم کی وفات کے آٹھ ماہ بعد اور بعض کے نزدیک ستر یوم کے بعد انتقال کیا[۲]۔

بعض کے نزدیک دو مہینے اور بعض کے نزدیک چار مہینے کے بعد انتقال کیا لیکن صحیح یہی ہے کہ آنحضرت صلعم کی وفات کے چھ ماہ بعد بعمر ۲۹ سال ۳۔ رمضان المبارک سنہ ۱۱ھ کو وفات پائی[۳]۔ اور آنحضرت صلعم کی یہ پیشینگوئی کہ میرے اہل بیت مین سب سے پہلے تم مجھ سے ملوگی پوری ہو کر رہی۔

جناب فاطمہ رض کی ۲۹ سال کی عمر اسی وقت تسلیم کی جا سکتی ہے جبکہ سن ولادت پانچ سال قبل نبوت تسلیم کیا جائے۔ اگر سنہ ولادت ایک سال بعد نبوت مانا جائے تو یہ عمر نہین ہوسکتی۔ لیکن چونکہ ارباب سیر نے ۲۹۔ سال کی عمر تسلیم کی ہے اس لیے سن ولادت پانچ سال قبل نبوت قرار پاتا ہے،

واقدی لکھتے ہین کہ حضرت فاطمہ رض کا انتقال ۳۔ رمضان سنہ ۱۱ھ ہوا۔ حضرت عباس رض نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور حضرت علی رض و حضرت فضل و حضرت عباس نے قبر مین اُتارا[۴]۔

مرض الموت کے متعلق صفحات تاریخ بالکل سادہ ہین مگر معلوم یہی ہوتا ہے کہ آپ کا انتقال کسی ایسے سخت مرض مین نہین ہوا جس کی وجہ سے آپ کچھ عرصہ تک صاحب فراش رہتین،

ام سلمیٰ کہتی ہین کہ جسوقت حضرت فاطمہ رض کی وفات ہوئی اسوقت حضرت علی رض تشریف نہین رکھتے تھے، حضرت فاطمہ رض نے مجھے بلایا اور فرمایا پانی کا انتظام کر دو مین غسل کرونگی۔ صاف اور عمدہ کپڑے نکالدو پہنونگی چنانچہ مین نے پانی کا انتظام کر دیا اور کپڑے نکالدیے آپ نے اچھی طرح غسل کیا اور کپڑے پہنے پھر فرمایا میرا بستر کردو مین لیٹونگی مین نے بستر کر دیا۔ وہ بستر پر قبلہ رو لیٹ گئین۔ اور مجھ سے فرمایا اب مفارقت کا وقت قریب ہے

[۱] طبقات صفحہ ۱۷، [۲] استیعاب صفحہ ۷۷۳، [۳] ایضاً و طبقات ۱۸، [۴] ایضاً صفحہ ۱۸ اسد الغابہ صفحہ ۵۲۴ [۵] طبقات ۱۸ و صفحہ ۳۱،۲۳ و استیعاب

مین غسل کر چکی ہون اس لیے اب کر غسل کی ضرورت نہین ہے اور نہ اب میرا بدن کھولا جائے چنانچہ اسی کے بعد ہی انتقال ہوگیا۔ جب حضرت علی رضہ تشریف لائے تو مین نے یہ واقعہ بیان کیا انھون نے اسی غسل پر اکتفا کیا اور ان کو دفن کر دیا[۱]۔

یہی روایت اصابہ (صفحہ ۴۲۹) مین ام رافع سے مروی ہے،

جنازہ مین بہت کم لوگون کو شرکت کا موقع ملا، اسکی وجہ یہ تھی کہ رات کے وقت آپکا انتقال ہوا اور حضرت علی رضہ نے آپ کی وصیت کے مطابق رات ہی کو دفن کیا[۲]۔ یہی روایت طبقات مین بھی متعدد جگہ آئی ہے،

سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رضہ کے مزاج مین انتہا کی شرم وحیا رتھی جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت حضرت اسماء بنت عمیس سے فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہین ہے کہ عورت کا جنازہ کھلا ہوا قبرستان تک جائے۔ اسمین بے پردگی ہوتی ہے۔ اور مرد وعورت کے جنازہ مین کوئی تفریق نہین رہتی مرد برا کرتے ہین کہ عورت کا جنازہ کھلا ہوا لیجاتے ہین۔ یہ مجھے بالکل پسند نہین ہے حضرت اسماء بنت عمیس نے کہا یا بنت رسول اللہ مین نے حبش مین ایک بہترین طریقہ دیکھا ہے۔ آپ اگر حکم دین تو وہ طریقہ پیش کرون یہ کہہ کھجور کی چند شاخین منگوائین اور انپر کپڑا تانا جس سے پردہ کی صورت نکل آئی۔ حضرت فاطمہ رضہ کو یہ طریقہ پسند آیا اور بہت خوش ہوئین[۳]۔

چنانچہ آپ کا جنازہ پردہ مین قبر تک گیا۔ اور اسلام مین یہ پہلی خاتون ہین جن کا جنازہ اس طریقہ سے اٹھایا گیا۔ آپ کے بعد حضرت زینب بنت جحش کا بھی جنازہ اسی طرح قبر تک گیا[۴]۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب تجہیز وتکفین سے فارغ ہو کر گھر واپس تشریف لائے تو بہت مغموم ومحزون تھے اور شدت غم والم مین یہ شعر پڑھتے تھے[۵]،

ارى علل الدنيا علي كثيرة	وصاحبها حتى الممات عليل
لكل اجتماع من خليلين فرقة	وكل الذى دون الفراق قليل
وان افتقادى فاطم بعد احمد	دليل على ان لا يدوم خليل

[۱] طبقات صفحہ ۱۸، ۱۷، [۲] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۴، [۳] ایضاً واستیعاب صفحہ ۷۷۳، [۴] استیعاب صفحہ ۲،

[۵] در المنثور صفحہ ۳۶۰

مین دیکھتا ہون مجھ مین دنیا کی بیماریان بکثرت ہو گئی ہین اور اہل دنیا جب تک دنیا مین ہین بیمار ہین، ہر یکجائی کے بعد دوستون سے مفارقت ہونا ضروری ہے - اور وہ زمانہ جو فراق کے سوا ہوتا ہے تھوڑا ہوتا ہے - رسول صلعم کے بعد فاطمہ کی مفارقت اس بات کی دلیل ہے کہ دوست ہمیشہ نہین رہتا ہے -

حضرت علی کرم اللہ وجہہ روزانہ حضرت فاطمہ رض کی قبر پر تشریف لیجاتے اور حضرت فاطمہ رض کو یاد کرکے روتے اور یہ شعر پڑھتے [1]

مالي مررت على القبور مسلما　　قبر الحبيب فلم يرد جوابي

يا قبر مالك لا تجيب مناديا　　امللت بعدي خلة الاحباب

(خدایا) میری حالت کیا ہے کہ مین قبرون پر سلام کرنے کے لیے آتا ہون لیکن حبیب کی قبر میرے سوال کا کوئی جواب ہی نہین دیتی - اے قبر تجھے کیا ہوا کہ پکارنے والے کو کوئی جواب نہین دیتی - کیا تو احباب کی محبت سے رنجیدہ ہو گئی ہے -

مدفن　واقدی کہتے ہین کہ مین نے عبد الرحمن بن ابی الموالی سے کہا کہ اکثر لوگ یہ کہتے ہین کہ حضرت فاطمہ رض کی قبر بقیع مین ہے - آپ کا کیا خیال ہے، تو انھون نے جواب دیا کہ وہ مقام بقیع مین دفن نہین کی گئین بلکہ دار عقیل کے ایک گوشہ مین مدفون ہین اونکی قبر اور راستہ کے درمیان تقریباً سات ہاتھ کا فاصلہ ہے [2]

حضرت اسماءؓ بنت ابی بکر الصدیق

نام اسماء نام ہے، حضرت ابو بکر الصدیق رضؓ کی صاحبزادی ہیں ان کی والدہ کا نام قتیلہ تھا (جو قریش کے ایک مشہور و معزز سردار عبد العزیٰ کی بیٹی تھیں) عبد اللہ بن ابی بکرؓ ان کے حقیقی بھائی تھے[1] اور حضرت عائشہ رضؓ ان کی سوتیلی بہن تھیں[2] جو ان سے عمر میں چھوٹی تھیں[3]

لقب ذات النطاقین ان کا لقب تھا، جس کے متعلق یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ جب آنحضرت صلعم کو کفار مکہ نے بہت پریشان کیا اور ہر قسم کی ایذائیں دینے لگے یہانتک کہ قتل کرنے پر آمادہ ہو گئے تو آپ نے مکہ کو خیر باد کہہ کر مدینہ کی طرف ہجرت کا قصد فرمایا حضرت ابو بکر رضؓ بھی آپ کے ہم خیال تھے چنانچہ ایک رات رسول اللہ معہ جناب ابو بکرؓ کے مکہ سے باہر جا کر تھوڑے فاصلہ پر جبل ثور کے ایک غار میں مقیم ہو گئے (حضرت ابو بکر الصدیق رضؓ کو اسی وجہ سے یار غار کہتے ہیں) کفار مکہ نے ہر چند بہت جستجو کی اور اسی تلاش کے سلسلہ میں بار ہا اس غار کے منھ تک بھی پہونچگئے لیکن چونکہ خدا کو مشکوٰۃ نبوی کے نور سے دنیا کو روشن کرنا مقصود تھا اس لیے دشمنوں کا گزر آپ تک نہ ہو سکا۔ ان رفقا میں سے جو اس وقت آنحضرت صلعم کی پوشیدہ امداد کرتے تھے، حضرت اسماء بھی تھیں، چنانچہ یہ روزانہ رات کو آنحضرت صلعم کے پاس کھانا لیجاتیں اور کھانا کھلا کر واپس آجاتی تھیں۔

حضرت اسماء کے بھائی عبد اللہ (جو اب تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) دن بھر کافروں کے ارادوں، اور مشوروں، کا پتہ لگایا کرتے تھے اور رات کو غار میں پہونچکر تمام خبریں رسول اللہ کو دیا کرتے تھے۔ عامر (جو حضرت ابو بکر الصدیق رضؓ کا چرواہا تھا) رات کو بکریاں غار کے منھ پر لیجاتا تھا اور بقدر ضرورت دودھ دیکر چلا آتا تھا۔ اس طرح حضرت اسماء

[1] طبقات صفحہ ۱۸۲، [2] الدر المنثور صفحہ ۳۳، و اسد الغابہ صفحہ ۳۹۲، [3] ایضاً،

اور اُن کے بھائی عبداللہ کے نقش قدم بھی بکریون کے کھرون سے مٹ جاتے تھے اور کفار کو غار کا سُراغ نہ لگ سکتا تھا۔

جب کفار کو اپنی سعی و جستجو مین کامیابی نہ ہوئی تو اُنھون نے سو اونٹ کا انعام اُس شخص کے لیے مقرر کیا جو آنحضرت صلعم کا سُراغ لگا دے، اس کے تیسرے دن رات کو جب حضرت اسمار رض کھانا لیکر گئین تو آپ نے اُن سے فرمایا کہ تم علی رض سے جاکر کہدینا کہ کل رات کو تین اونٹ اور ایک شخص واقف راہ تلاش کر کے اسی غار پر پہنچین۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بتعمیل ارشاد تین اونٹ اور ایک راہبر لیکر گئے اور حضرت اسمار رض بھی دو تین روز کا ناشتہ تیار کر کے لے گئین۔ ناشتہ اور پانی کا مشکیزہ باندھنے کی ضرورت ہوئی اسوقت جلدی مین کوئی رسّی کا ٹکڑا نہ ملا تو اُنھون نے اپنا نطاق[۱] کمر سے کھولکر دو ٹکڑے کیے ایک سے ناشتہ اور دوسرے سے مشکیزہ کا مُنھ باندھا۔ اِس پر دربار نبوت سے آپ کو "ذات النطاقین" کا لقب ملا[۲]۔ جو آج بھی باوجود تیرہ سو چالیس[۱۳۴۰] سال گذر جانے کے زندہ ہے اور حضرت اسمار رض آجتک صفحات تاریخ مین اِسی نام سے یاد کیجاتی ہین۔

ولادت ہجرت سے ستائیس[۲۷] سال پہلے مکہ مین پیدا ہوئین۔ اسوقت اُن کے والد بزرگوار ابو بکر الصدیق رض کی عمر بیس[۲۰] سال سے کچھ زائد تھی[۳]۔

نکاح حضرت زبیر بن العوام سے شادی ہوئی[۴]۔ جو آنحضرت صلعم کے پھوپھیری بھائی[۵] تھے۔

اسلام حضرت اسمار رض بڑی جلیل القدر صحابیہ تھین، مکہ مین اسلام لائین۔ اور آنحضرت صلعم سے شرف بعیت حاصل کیا۔ قبول اسلام مین اِن کا شمار سابقون الاولون مین سے ہے کیونکہ یہ ستّرہ[۱۷] آدمیون کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئین[۶]۔

ہجرت آنحضرت صلعم اور حضرت ابو بکر الصدیق رض جب مدینہ منورہ پہونچگئے اور اطمینان حاصل ہوا تو مستورات کے بلانے کی تجویز پیش ہوئی۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے زید بن حارثہ اور اپنے غلام ابورافع کو مکہ بھیجا، حضرت ابو بکر رض نے بھی اپنا ایک آدمی بھیجدیا حضرت ابو بکر

---

[۱] نطاق عرب مین اس رومال کو کہتے ہین جسے عورتین قمیص کے اوپر لپیٹ لیتی ہین۔ [۲] طبقات صفحہ ۱۸۲، واسد الغابہ صفحہ ۳۹۲، واستیعاب صفحہ ۷۲۴، ودر المنثور صفحہ ۳۳، [۳] اسد الغابہ صفحہ ۳۹۲، [۴] طبقات صفحہ ۱۸۲، واستیعاب صفحہ ۷۲۴ واسد الغابہ صفحہ ۳۹۲، ودر المنثور صفحہ ۳۳،
[۵] طبقات صفحہ ۱۸۲، [۶] اسد الغابہ صفحہ ۳۹۲،

کے صاحبزادے عبداللہ اپنی ماں اور دونوں بہنوں (حضرت عائشہ رض و حضرت اسما رض) کو لیکر مکہ سے روانہ ہوئے[1] حضرت اسما رض جب مقام قبا رین پہونچین تو عبداللہ بن زبیر کی ولادت ہوئی[2] حضرت اسما رض اپنے لخت جگر کو آنحضرت صلعم کی خدمت مین لائین۔ آپ نے گود مین لیکر گھٹی پلائی۔ اور دعا سے سرفراز فرمایا[3]۔ یہ پہلی ولادت باسعادت ہے جو ہجرت کے بعد اسلام مین ہوئی

اولاد حضرت اسما رض کے بطن مبارک سے حضرت زبیر بن العوام کے پانچ صاحبزادے عبداللہ عروہ، منذر، عاصم، مہاجر، اور تین صاحبزادیان، خدیجہ الکبریٰ، ام الحسن، عائشہ، پیدا ہوئے[4] یہ سب انہی کی یادگار رہین ہین۔

عام حالات حضرت اسما رض نہایت متواضع اور منکسر المزاج تھین۔ محنت و مشقت مین آپ کو کوئی عار نہ تھا۔ چنانچہ حضرت اسما رض خود اپنے شوہر حضرت زبیر رض کی بے بضاعتی تنگدستی، اپنے اہم فرائض خانہ داری کی انجام دہی اور ذمہ داریون کی داستان اسطرح بیان کرتی ہین۔ جب میری شادی حضرت زبیر رض بن العوام سے ہوئی اُسوقت اُن کے پاس نہ مال تھا نہ کوئی غلام، بے حد تنگ دست، فقیر، و مفلس تھے ایک گھوڑا اور ایک اونٹ تھا، اور مین ہی ان کی خبر رکھتی تھی۔ آنحضرت صلعم نے ایک قطعہ نخلستان کا حضرت زبیر رض کو عطا فرمایا تھا جو مدینہ سے تین فرسخ کے فاصلہ پر تھا وہان سے روزانہ کھجور کی گٹھلیان جمع کرکے اپنے سر پر اُٹھا کر گھر تک لاتی تھی اور پھر خود ہی دلتی اور گھوڑے کو کھلاتی، پانی بھرتی، ڈول کھینچتی، اور گھر کا جو کچھ کام ہوتا وہ بھی مین ہی انجام دیتی۔ چونکہ مجھے روٹی پکانا اچھا نہین آتا تھا اسلیے مین صرف آٹا گوندھ کر رکھدیتی تھی، میرے گھر کے قریب انصار کی بیویان رہتی تھین (جو نہایت خلوص و محبت رکھنے والی اور دوسرون کا کام کرکے خوش ہونے والی عورتین تھین) وہ میری روٹیان پکا دیا کرتی تھین۔ روز مجھے انہی دشواریون کا سامنا کرنا پڑتا تھا، ایک روز مین حسب معمول نخلستان سے کھجور کی گٹھلیان اپنے سر پر لا رہی تھی کہ راستہ مین آنحضرت صلعم سے ملاقات ہوئی آپ کی ہمرکابی مین اور صحابہ کرام تھے، آپ نے اپنے اونٹ کو بٹھایا تاکہ مین سوار ہوجاؤن لیکن میری شرم و حیا نے اجازت نہ دی۔ جب آپ کو خیال ہوا کہ شرم کی وجہ سے نہین بیٹھین تو آپ تشریف لے گئے۔ مین اپنے گھر آئی اور یہ قصہ اپنے شوہر زبیر رض سے بیان

[1] طبقات صفحہ ۱۳۳، [2] اسد الغابہ صفحہ ۳۹۲، و استیعاب صفحہ ۷۲۴، [3] صحیح بخاری صفحہ ۵۵۵، ج ۱،
[4] در المنثور صفحہ ۳۳ و ۳۴، [5] طبقات صفحہ ۱۸۲،

کیا۔ تو اُنھون نے کہا خدا جانتا ہے تمھارا سر پر گٹھلیان لادنا میرے لیے اُن کے ساتھ بیٹھنے سے زیادہ سخت ہے پھر کچھ عرصہ کے بعد میرے باپ ابو بکر رض نے میرے پاس ایک غلام بھیجدیا جسکی بدولت گھوڑے کی خدمت سے مجھکو نجات ملگئی۔ اور مصیبتون سے ایک حد تک چھٹکارا نصیب ہو گیا[1]

جب حضرت ابو بکر الصدیق رض اسلام لائے اُسوقت اُن کے پاس تقریبًا ایک لاکھ درہم تھے لیکن چونکہ وہ تمام دولت مذہب و ملت کی خاطر آنحضرت صلعم کی امداد مین صرف کر چکے تھے اس لیے ہجرت کے وقت اُن کے پاس صرف ڈیڑھ ہزار درہم رہ گئے تھے اور یہی رقم لیکر آپ مکّہ سے ہجرت کر کے چلے گئے۔ اور بال بچون کو اللہ کے بھروسہ پر چھوڑ دیا حضرت اسمار رض جب اپنے والد کو رخصت کر کے گھر آئین تو صبح کو ابو قحافہ (حضرت ابو بکر رض کے والد جو ابھی تک مسلمان نہین ہوے تھے، اور بہت ضعیف ہو گئے تھے آنکھ کی بصارت بھی رخصت ہو چکی تھی) اُن کے گھر آئے اور بڑے رنج کے ساتھ کہنے لگے نہایت افسوس ہے کہ ابو بکر خود بھی چلے گئے اور تمام مال بھی اپنے ساتھ لے گئے" حضرت اسمار رض نے فورًا اُنکے قلب کو تسکین دینے کے لیے، ایک تھیلی مین کچھ کنکر پتھر بھر کر اُسی طاق مین رکھدیا جس مین حضرت ابو بکر رض کے درہم رکھے رہتے تھے۔ اور اُن سے کہا دادا میان آبا نے تو ہم لوگون کے لیے بہت کچھ چھوڑ دیا ہے۔ اور اُن کا ہاتھ اُس طاق مین لیجا کر رکھدیا، ابو قحافہ نے ٹٹولا تو سمجھے حقیقت مین مال موجود ہے اور ان کے دل کو اطمینان ہو گیا۔

حضرت اسمار رض فرماتی ہین کہ مین نے صرف اُن کی تسلّی کے لیے ایسا کیا تھا ورنہ حقیقتًا گھر مین ایک حبہ بھی نہ تھا[2]۔

جب کبھی حضرت اسمار رض کو درد سر کا دورہ ہوتا تو اپنے سر کو ہاتھ سے پکڑ کر کہتین خدایا اگرچہ مین بہت گناہگار ہون لیکن تیری شان غفاری بہت بڑی ہے[3]۔

ایک دفعہ اُن کی گردن ورم کر آئی۔ آنحضرت صلعم نے دست مبارک سے سہلا دیا اور فرمایا خدا تمھاری اِس تکلیف کو دور کرے[4]۔

حضرت اسمار رض کم مائگی اور تنگدستی کی وجہ سے امور خانہ داری مین بہت احتیاط سے کام لیتی تھین اور ہر چیز کو بقدر ضرورت ناپ تول کر خرچ کرتی تھین۔ آنحضرت صلعم نے اُن کو

---

[1] طبقات صفحہ ۱۸۲ و ۱۸۳، و صحیح بخاری صفحہ ۷۸۶ ج ۲ [2] مسند ابن حنبل صفحہ ۳۵۰ ج ۶ [3] طبقات صفحہ ۱۸۳ و اصابہ صفحہ ۸ ج ۸، [4] طبقات صفحہ ۱۸۳ [5] ایضًا و مسند صفحہ ۳۵۲ - ج ۶،

منع فرمایا کہ ناپ تول کر نہ خرچ کیا کرو ورنہ خدا تعالیٰ بھی اتنا ہی دیگا چنانچہ اُنھون نے یہ عادت چھوڑ دی۔

چونکہ حضرت اسمارؓ ایک راسخ الاعتقاد مسلمان خاتون تھین اس لیے مشرکین کی سخت دشمن تھین۔ ایک مرتبہ اُن کی والدہ کچھ تحفے تحائف لیکر دیکھنے کو آئین۔ چونکہ وہ اسوقت مشرکہ تھین اسلیے اُنھون نے اُن کے تحفے قبول نہین کیے اور نہ اپنے گھر مین ٹھہرایا حضرت عائشہ رضؓ کے پاس کہلا بھیجا کہ آپ آنحضرت صلعم سے دریافت کریجیے کہ مین اس موقع پر کیا کرون اور آپ کا اس بارے مین کیا حکم ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تحفے قبول کرلو اور اُن کو اپنے گھر مین مہان رکھو خدا تعالیٰ کا بھی یہی ارشاد ہے جیسا کہ کلام اللہ کی اس آیت سے واضح ہوتا ہے

لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبرّوھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین ۝ انما ینھاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی اخراجکم ان تولّوھم ومن یتولّھم فاولئک ھم الظلمون[۳]

جو لوگ تم سے دین کے بارے مین نہین لڑے۔ اور اُنھون نے تم کو تمھارے گھرون سے نہین نکالا اُنکے ساتھ احسان کرنے اور منصفانہ برتاؤ کرنے سے خدا تعالیٰ تم کو نہین روکتا ہے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ منصفانہ برتاؤ کرنیوالونکو دوست رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو تم کو اُن ہی لوگون سے دوستی کرنیکو منع کرتا ہے جو تم سے دین کے بارے مین لڑے اور جنھون نے تمکو تمھارے گھرون سے نکالا۔ اور تمھارے نکالنے مین (تمھارے مخالفونکی) مدد کی اور جو شخص ایسے لوگون سے دوستی رکھیگا! تو (سمجھا جائیگا کہ) یہی لوگ (مسلمانونپر) ظلم کرتے ہین

اس کے بعد اُنھون نے تحفے قبول کیے اور والدہ کو اپنے مکان مین قیام کرنے کی اجازت دی[۴]۔

باوجودیکہ حضرت اسمارؓ بعد کو جاہ ثروت اور دولت سے مالامال ہوگئی تھین لیکن اُنھون نے اسلام کی سادگی کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیا وہ ہمیشہ موٹا کپڑا پہنتین خشک روٹی سے شکم پُری کرتین۔ اور فقیرانہ زندگی بسر کرتین تھین۔ اُن کی سادگی کے ثبوت مین ذیل کا

---

[۱] طبقات صفحہ ۱۸۳، [۲] ایضاً، و مسند صفحہ ۳۵۲، ج ۶، [۳] سورہ ممتحنہ پارہ ۲۸ قد سمع اللہ
[۴] طبقات صفحہ ۱۸۳،

واقعہ پیش کیا جا سکتا ہے،

اُن کے بیٹے منذر جب عراق کی لڑائی فتح کرکے واپس آئے تو کچھ زنانے کپڑے خوبصورت، باریک منقش بھی ساتھ لیتے آئے جب اپنی والدہ کی خدمت مین حاضر ہوئے تو وہ کپڑے پیش کیے (اُن کی والدہ کی بصارت پیرانہ سالی کی وجہ سے رخصت ہو چکی تھی) اسلیے اُنھون نے ہاتھ سے ٹٹول کر اُنکی خوبیان معلوم کین بہت خفا ہوئین۔ اور لینے سے انکار کر دیا۔ مُنذر پھر موٹے کپڑے لائے تو اُس کو قبول کیا خوش ہوئین اور کہا بیٹے! مجھے ایسے ہی کپڑے پہنایا کرو[۱]

سخاوت فیاضی اور سخاوت، جو عرب کا اصلی جوہر ہے وہ اِن کے مزاج مین بہت زیادہ تھی۔ اپنے بچونکو ہمیشہ وعظ و نصیحت کیا کرتی تھین کہ اپنا مال دوسرون کے کام نکالنے اور اُن کی مدد کرنے کے لیے ہوتا ہے نہ کہ جمع کرنے کے لیے۔ اگر تم اپنا مال خدا کی مخلوق پر نہ خرچ کروگے اور بخل کروگے تو خدا بھی تم کو اپنے فضل و کرم سے محروم رکھے گا۔ تم جو کچھ صدقہ کروگے یا خرچ کروگے دراصل وہی تمھارے لیے ایک اچھا ذخیرہ ہوگا اور وہ ایسا ذخیرہ ہے جو نہ کبھی کم ہونے والا ہے اور نہ جس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے[۲]

حضرت اسمار رضہ جب کبھی علیل ہوجاتین تو تمام غلامونکو آزاد کر دیتی تھین[۳]،

حضرت عائشہ رضہ نے اپنی وفات کے وقت ایک قطعہ زمین کا ترکہ مین چھوڑا تھا وہ حضرت اسمار رضہ کے حصہ مین آیا۔ اُنھون نے اُس کو ایک لاکھ درہم مین فروخت کرکے وہ رقم اعزہ و اقارب پر تقسیم کر دی[۴]

چونکہ حضرت زبیر رضہ کے مزاج مین تشدد زیادہ تھا۔ اسلیے حضرت اسمار رضہ نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ مین اپنے شوہر کے بلا اجازت اُنکے مال سے کچھ فقرا و مساکین کو دے سکتی ہون،، آنحضرت صلعم نے فرمایا ہان دے سکتی ہو[۵]

ایک مرتبہ اُن کی والدہ مدینہ منورہ آئین اور اُن سے کچھ روپے مانگے اُنھون نے حسب عادت پھر آنحضرت صلعم سے دریافت کیا۔ کہ میری والدہ مشرک ہین اور وہ مجھ سے روپے مانگتی ہین کیا مین ایسی حالت مین اُن کی امداد کر سکتی ہون اور اُنکے سوال کو

[۱] طبقات صفحہ ۱۸۴، [۲] ایضاً صفحہ ۱۸۳ [۳] ایضاً، و خلاصہ تہذیب صفحہ ۴۸۸، [۴] صحیح بخاری باب ہبۃ الواحد للجماعۃ، [۵] مسند صفحہ ۳۵۳، جز ۶

پورا کر سکتی ہون،، آپ نے فرمایا ہان وہ تمھاری والدہ ہین[1] یعنی اُن کی امداد کر سکتی ہو۔
ہمت،، اور اخلاق حضرت اسمارؓ مجسم پیکر اخلاق تھین ان مین اخلاص و نیک نیتی کا مادہ فطرتاً ودیعت ہوا تھا۔ بنی نوع کی ہمدردی کی طرف بہت مائل تھین۔ ایک دفعہ آنحضرت صلعم کسوف کی نماز پڑہا رہے تھے آپ نے نماز کو بہت طول دیا۔ حضرت اسمارؓ گھبرا گئین اور تھک کر ادہراُدھر دیکھنے لگین تو اُنکے پاس دو عورتین اور بھی کھڑی تھین اُن مین ایک موٹی دوسری دُبلی اور کمزور تھی ان دونون کا کھڑا رہنا باعث تسلی ہوا۔ اپنے خیال کو بدلا اور کہا مجھے اُن سے زیادہ دیر تک کھڑا رہنا چاہیے[2] چنانچہ وہ نماز ختم ہونے تک برابر کھڑی رہین لیکن چونکہ نماز کئی گھنٹے تک ہوئی تھی بہت استقلال سے کام لیا لیکن ضبط نہ کر سکین غش آگیا اور سر پر پانی چھڑکنے کی نوبت آئی[3]

فضل وکمال لوگ حضرت اسمارؓ کے بہت معتقد تھے اور بڑی عقیدتمندی سے ملتے تھے اُن کے تقدس و عظمت کا عام شہرہ تھا۔ ہر شخص دعائے خیر کا طالب رہتا تھا لوگ مصیبت کے وقت خصوصیت سے دعا کراتے تھے کبھی کوئی عورت بخار مین مبتلا ہوتی اور وہ دعا کرانے کے لیے آتی تو آپ اُس کے سینہ پر پانی چھڑک دیتین اور کہتین آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ بخار آتش جہنم کی گرمی ہے اسکو پانی سے ٹھنڈا کرو[4]

جب کبھی آپکے گھر مین کوئی بیمار ہوتا تو آپ آنحضرت صلعم کے جُبہ کو (جسکو حضرت عائشہ رضؓ نے وفات کے وقت حضرت اسمارؓ کے سپرد کیا تھا) دھو کر اُس کا پانی پلا دیتین[5]

حضرت اسمارؓ نے کئی حج کیے پہلا حج آنحضرت صلعم کے ساتھ ہی کیا تھا[6]

آنحضرت صلعم سے تقریباً چھپن[7] حدیثین بھی روایت کی ہین جو صحیحین مین موجود ہین جن لوگون نے اُن سے روایت کی ہے انمین سے بعض کے نام یہ ہین۔

عبداللہؓ، عروہ، فاطمہ بنت المنذر بن زبیر، ابن عباسؓ، ابن ابی ملیکہ، وہب بن کیسان مسلم معری، وغیرہ،

آپ بڑی ذی فہم، راسخ الاعتقاد، قلب کی مضبوط، نہایت بردبار، اور بہت صابر تھین[8]

---

[1] صحیح بخاری صفحہ ۴۸۸ جز ۲، [2] مسند صفحہ ۳۴۹ جز ۳ [3] صحیح بخاری صفحہ ۱۴۴، جز ۱، [4] ایضاً صفحہ ۸۴۲ جز ۲ [5] مسند صفحہ ۳۴۸ جز ۶ - [6] صحیح مسلم صفحہ ۴۷۹، جز ۱، [7] اسد الغابہ صفحہ ۳۹۳،

طلاق عام کتابون مین حضرت اسمار رضہ کو حضرت زبیرؓ کے طلاق دینے کا حال مجملاً لکھا ہے
وجہ طلاق کسی نہین لکھی صرف ابن اثیر نے بتلایا ہے کہ طلاق کے دو سبب کہے جاتے ہین ایک
تو یہ کہ حضرت اسمار رضہ بہت مسن تھین اور کبرسنی کی وجہ سے آنکھون کی بینائی بھی رخصت ہو چکی
تھی[۱] اسلیے حضرت زبیر رضہ اُن کو اپنے پاس سے جدا کرنے کے لیے مجبور ہوئے[۲]۔ دوسرے یہ
کہ دونون کے تعلقات مین کشیدگی پیدا ہو گئی تھی جسکی بنا پر طلاق وقوع مین آئی۔ ہمارے
نزدیک پہلی صورت اس لیے قابل تسلیم نہین کہ اسوقت اسلام کے اخلاقی عناصر تعلیم اتنے کمزور
نہ تھے کہ حضرت زبیر رضہ جیسے مقتدر رکن ملت صرف اس قصور پر طلاق دیتے کہ وہ بوڑھی ہو گئی
تھین۔ دوسرے واقعات کے ہوتے ہوئے قیاس بھی اس طرف رہبری کرنے سے قاصر ہے"
دوسرا سبب البتہ عقل مین آتا ہے جسکا وقوع مین آنا بالکل ممکن ہے۔ کیونکہ حضرت زبیر رضہ
کے مزاج مین تیزی بہت تھی اور جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے، وہ تشدد کے عادی تھے۔ باہمی
مخالفت سے کشیدگی کی نوبت آگئی ہوگی۔ جو آخر مین باعث طلاق ہوئی۔ روایتاً و درایتاً
دونون صورتون مین بمقابلہ پہلے کے یہ سبب زیادہ سمجھ مین آتا ہے اس کے علاوہ ابن اثیر کے
اس بیان سے بھی ہماری خیال کی تائید ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ کسی بات پر حضرت زبیر رضہ
حضرت اسمارؓ پر خفا ہوئے۔ یہان تک کہ زدوکوب کی نوبت پہونچی۔ حضرت اسمار رضہ نے اپنے
بیٹے عبداللہ رضہ سے امداد چاہی حضرت زبیرؓ نے اُن کو آتے ہوئے دیکھا تو کہا اگر تم یہان
آؤ گے تو تمھاری مان کو طلاق ہے۔ عبداللہ رضہ نے کہا کہ آپ میری مان کو نشانۂ قسم بناتے
ہین۔ یہ کہتے ہوئے آئے اور اپنی مان حضرت اسمار رضہ کو اُن کے پنجہ سے چھوڑا لیا[۳]۔

بہرحال طلاق کے بعد حضرت اسمار رضہ اپنے صاحبزادے عبداللہ رضہ کے پاس چلی آئین
اور وہین رہنے لگین[۴] عبداللہ رضہ جیسا فرمانبردار بیٹا ہونا بھی بہت مشکل ہے۔ وہ اپنی بوڑھی
مان کی بہت اطاعت کرتے تھے اور اُن کی رضامندی کو اپنے تمام مقاصد کی کنجی سمجھتے تھے[۵]

بہادری و اخلاقی جرأت جس طرح سرزمین عرب کی یہ خصوصیت ہے کہ اُسکا بچہ بچہ فیاض
اور صبر و استقلال دستی ہوتا ہے اِسی طرح جرأت و دلیری بھی اُن لوگون کی مخصوص
جبلّت ہے۔ اس لیے حضرت اسمار رضہ جسطرح سخاوت بین شہرت رکھتی تھین اسی طرح دلیری

[۱] درالمنثور صفحہ ۳۴، واسد الغابہ صفحہ ۳۹۲، واستیعاب صفحہ ۷۴۲، [۲] درالمنثور صفحہ ۳۴، واسد الغابہ صفحہ ۳۹۲
و فتح الباری صفحہ ۱۷۳، [۳] اسد الغابہ صفحہ ۳۹۲ [۴] ایضاً و درالمنثور صفحہ ۳۴،

وشجاعت کے لیے بھی وہ مشہور تھیں سعید بن عاص کے زمانہ حکومت میں جب مدینہ کے اندر فتنہ وفساد برپا ہوا، شہر میں بہت بدامنی پھیل گئی اور چوریاں ہونے لگیں، تو حضرت اسماءؓ ایک خنجر سرہانے رکھکر سویا کرتی تھیں۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کرتی ہیں کہا جب کوئی چور آئیگا اور مجھپر حملہ کریگا تو میں اُسکا پیٹ چاک کر دونگی[1]

حضرت عبداللہؓ جب سن شعور کو پہنچے اور ۶۶ھ میں عراق عرب کے خلیفہ ہوئے تو یہ وہ وقت تھا جب سلطنت بنوامیہ کا فرمانروا (یزید) اسلام میں فسق وفجور پھیلانے پر تلا ہوا تھا اور فتنہ وفساد ہر جگہ رونما ہورہا تھا۔ صدہا لوگ اُس گم کردہ راہ کی بیعت قبول کر رہے تھے۔ لیکن آپ نے اُس کی بیعت سے انکار کر دیا۔ اور مکہ کو اپنا ماوی وملجا بناکر وہیں سے اپنی خلافت کی صدا بلند کی چونکہ ہر متنفس آپ کی عظمت، شوکت، جلالت، حقگوئی اور سلاست روی کا معترف تھا اسلیے سب نے آپ کی دعوت خلافت پر لبیک کہی اور جوق درجوق حلقہ بگوش ارادت ہونے لگے۔

بعد میں جب عبدالملک بن مروان نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو عبدالملک بن مروان کے وزیر حجاج نے آپ سے مقابلہ کا ارادہ کیا اور یکم ذی الحجہ ۷۲ھ کو مکہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور رسد بند کر دی چھ مہینہ تک برابر لڑائی جاری رہی لیکن جب حضرت عبداللہؓ کے معین ومددگار محاصرہ کی تنگیوں سے بھاگ نکلے اور تھوڑے آدمی رہ گئے تو آپ اپنی والدہ محترمہ حضرت اسماءؓ کے پاس آئے۔ اور عرض کیا یا امی! وفاداروں کی بیوفائی اور باقیماندگان کی بے صبری سے میں پریشان ہوں میرے سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں اگر آپ کی رائے ہو تو اطاعت قبول کروں کیونکہ اس صورت میں ممکن ہے کہ حجاج اور اسکے ہمراہیوں سے جو کچھ چاہوں وہی ہو جائے (چونکہ حضرت اسماءؓ بہت دلیر راسخ الاعتقاد اور جان نثار اسلام وفدائے ملت تھیں) آپ نے جواب دیا اے! فرزند تم اپنی مصلحت خوب سمجھ سکتے ہو اگر تمھیں حق وصداقت پر ہونے کا کامل یقین ہے تو تم کو ثابت قدم رہنا چاہیے اور استقلال سے کام لینا چاہیے۔ مردوں کی طرح لڑو اور جان کے خوف سے کسی ذلت کو برداشت نہ کرو۔ عزت کے ساتھ تلوار کھانا ذلت ورسوائی کے عیش سے کہیں زیادہ بہتر ہے اگر تم شہید ہو گئے تو مجھے خوشی ہوگی اور اگر تم دنیائے بے ثبات کے خواہشمند نکلے تو تم سے

[1] طبقات صفحہ ۱۸۴، وذیل طبری صفحہ ۲۴۴۲

زیادہ بُرا کون شخص ہو سکتا ہے جو خود بھی بُرا بنتا ہے اور خلق خدا کو بھی ہلاکت و قعرِ مذلت مین ڈالتا ہے۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم تنہا ہو اور بجز اطاعت کے کوئی چارہ نہین تو یہ روش شریفونکی نہین۔ تم کب تک زندہ رہو گے ایک دن مرنا ضروری ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ نیک نام ہو کر مرو تاکہ مجھے مسرت کا موقع ملے۔ حضرت عبد اللہ رضؓ نے اپنی والدہ محترمہ کی یہ زرین نصیحت سنکر کہا مجھکو یہ خوف ہے کہ اہل شام مرنے کے بعد طرح طرح کے عذاب دینگے۔ حضرت اسماءؓ نے فرمایا "بیٹا! جو کچھ تم نے اپنا خیال ظاہر کیا وہ بیشک درست ہے لیکن جب لوگ بکری کو ذبح کر ڈالین تو پھر خواہ اُس کا پوست نکالین خواہ قیمہ کرین بکری کو کوئی اذیت نہین پہنچتی" اسکے بعد حضرت عبد اللہ رضؓ نے اپنی والدہ محترمہ کے ہاتھون کو بوسہ دیا اور کہا درحقیقت میرا بھی یہی خیال ہے مین حق کے آگے دنیا کو ہیچ سمجھتا ہون اور یہ کام مین نے محض دین کے استحکام کے لیے کیا ہے اور اب مین آج ضرور لڑ کر شہادت حاصل کرونگا۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ آپ کچھ افسوس کرین۔ اے مادر محترم آجتک آپ کے بیٹے نے کوئی فسق و فجور نہین کیا اور احکام شریعت کے اجراء مین عمداً غلطی نہین کی اور نہ عمّال کے ظلم و ستم سے خوش ہوا پھر آسمان کی طرف مُنھ اُٹھا کر کہا بار آلٰہا تو خوب جانتا ہے جو کچھ مین نے اپنی ماں سے کہا ہے وہ محض اُن کی تسلّی و تشفی کے لیے کہا ہے۔ تاکہ وہ اس حال کو دیکھ کر متأسف نہون۔

حضرت اسماءؓ نے فرمایا، اے فرزند! مجھے امید ہے کہ میرا صبر تیرے حق مین ایک عدیم النظیر صبر ہوگا، اگر تو میرے سامنے ہلاک ہوا تو میرے اجر کا باعث ہوگا، اور اگر تو غالب و فتحیاب ہوا تو میرے لیے وجہٴ مسرت و شکر گذاری اب بسم اللہ آگے بڑھو اور انجام کار دیکھو" اسکے بعد حضرت عبد اللہ رضؓ نے اپنی والدہ ماجدہ سے دعائے خیر کی التجا کی اور زرہ پہنکر ماں کو آخری صورت دکھانے آئے حضرت اسماءؓ (نابینا تھین) جب رخصت کرنے کے لیے حضرت عبد اللہ رضؓ کو گلے لگانے لگین تو ہاتھ مین زرہ محسوس ہوئی، بولین عبد اللہ! جو لوگ شہادت کے مشتاق ہوتے ہین وہ زرہ جوشن بالائے طاق رکھدیتے ہین، "حضرت عبد اللہ نے کہا مین نے آپکے اطمینان کے لیے پہنی ہے، فرمایا مجھے زرہ سے اطمینان نہ ہوگا دامن کمر سے باندھو اور حملہ کرو" حضرت عبد اللہ رضؓ نے ایسا ہی کیا اور یہ رجزیہ شعر[۵] (پڑھا)

انی اذا اعرف یومی اصبر   وانما یعرف یومہ الحر

---

[۵] اسد الغابہ صفحہ ۱۶۳، واستیعاب صفحہ ۳۶۶، [۵] طبقات صفحہ ۱۹۵

ادبعضہم بعرف شم یسکر

بڑھتے ہوئے دشمنون کی صفون مین گھس گئے اور آخر کار شہید ہوئے[1]

شہادت کے بعد حجاج نے حضرت عبداللہ رض کی نعش حجون پر لٹکا دی۔ تین دن گذرنے کے بعد حضرت اسمار رض اپنی کنیز کے ساتھ آئین تو دیکھا کہ لاش الٹی لٹکی ہوئی ہے یہ دردناک نظارہ دیکھا اور نہایت صبر و استقلال سے کام لیکر فرمایا "کیا ابھی وہ وقت نہین آیا کہ یہ شہسوار اسلام وفدائے ملت گھوڑے پر سے اتر سکے"[2]

راست گوئی حضرت اسمار رض کا خاص شعار تھا، چنانچہ حجاج بن یوسف ایسے ظالم و جفاکار کے سامنے بھی آپ نے راست گوئی کو ترک نہین کیا اور نہایت دندان شکن جواب دیے جب حضرت عبداللہ رض کی شہادت کے بعد حجاج، حضرت اسمار رض کے پاس آیا اور کہا کہ تمھارے لڑکے عبداللہ نے خدا کے گھر میں بیدینی، الحاد پھیلایا تھا اسلیے اللہ تعالیٰ نے اوس پر ایک شدید عذاب نازل کیا،، تو حضرت اسمار نے جواب دیا کہ "تو جھوٹا ہے، میرا لڑکا ملحد نہ تھا، بڑا صائم، شب بیدار، پرہیزگار، عبادت گذار، اور ماں باپ کا فرمانبردار لڑکا تھا، مگر مین نے آنحضرت صلعم سے ایک حدیث سُنی ہے کہ قبیلہ ثقیف سے دو آدمی پیدا ہونگے جن مین سے پہلا دوسرے سے بدتر ہوگا[3] سو ایک کذاب (مختار ثقفی) کو تو مین دیکھ چکی۔ اور دوسرا ظالم جس کو مین اب دیکھ رہی ہون تو ہے،

حجاج آپ کے اس تلخ جواب سے جلگیا اور پیچ وتاب کھاکر خاموش ہورہا۔

ایک روایت سے یہ واقعہ بھی ثابت ہے کہ جب حجاج نے حضرت اسمار رض سے کہا کہ مین نے تمھارے بیٹے کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے تو آپ نے جواب دیا "تو نے میرے بیٹے کی دنیا خراب کی اور اپنی آخرت اور ہان مین نے یہ بھی سُنا ہے کہ تو میرے بیٹے کو طنزاً ابن ذات النطاقین کہتا تھا۔ بیشک مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اپنے والد بزرگوار حضرت ابوبکر رض کا کھانا نطاق سے باندھا تھا۔ لیکن مین نے یہ حدیث بھی سُنی ہے کہ ثقیف (قبیلہ کا نام) سے ایک کذاب اور ایک ظالم پیدا ہوگا۔ سو کذاب کو دیکھ چکی ہون اور ظالم تو ہے" حجاج اس حدیث کو سُنکر متاثر ہوا۔ اور ممبر سے اُٹھ کھڑا ہوا[4]

چند دنون کے بعد عبداللہ بن مروان کے حکم سے وہ لاش حجون سے اُتار دی گئی حضرت

---

[1] ماخوذ از درالمنثور صفحہ ۲۴۳، [2] اسدالغابہ صفحہ ۳۹۳ و استیعاب صفحہ ۳۶۷، [3] طبقات صفحہ ۱۸۵، [4] صحیح مسلم صفحہ ۲۷۵ ج ۲

اسماءرضؓ نے منگوا کر غسل دلایا لاش کے جوڑ جوڑ الگ ہوگئے تھے غسل دینے کے وقت بڑی دقت ہوئی لیکن یہ عبرتناک منظر بھی حضرت اسماءرضؓ نے دیکھا اور صابر و شاکر رہیں۔

حضرت اسماءرضؓ باوجود متواضع اور منکسر المزاج ہونے کے اپنی بہن عائشہ رضؓ کی طرح بے انتہا خوددار تھیں۔ چنانچہ اوپر کے بیان سے واضح ہوگیا ہوگا کہ آپ کی خودداری حجاج کے کبر و نخوت کے مقابلہ میں تاریخ اسلام میں کیسی عجیب و غریب مثال خودداری کی ہے وفات حضرت اسماءرضؓ خدائے لایزال کی بارگاہ میں دعا مانگا کرتی تھیں کہ جب تک میں عبداللہ رضؓ کی نعش نہ دیکھ لوں مجھے موت نہ آئے، چنانچہ حضرت عبداللہ رضؓ کی شہادت کو ایک ہفتہ بھی نہ گذرا تھا کہ حضرت اسماءرضؓ نے اپنی حیات مستعار کے سو[۵] سال پورے کر کے جمادی الاول ۷۳ھ[۶] میں بمقام مکہ معظمہ انتقال کیا۔

حضرت اسماءرضؓ باوجود اس کے کہ سو سال کی عمر تک پہونچگئی تھیں۔ لیکن اُنکا ایک دانت بھی نہ ٹوٹا تھا اور ہوش و حواس بالکل درست تھے[۷] آپ کا قد دراز تھا اور جسم پُر گوشت آخر وقت تک آپ کے تمام قویٰ صحیح و سالم رہے۔

۳۱ھ میں جب اُنکے شوہر حضرت زبیر[۸] واقعۂ جمل سے واپس آرہے تھے تو ایک شخص عمرو بن جرموز المجاشعی نے وادی السباع میں آپ کو قتل کیا۔ حضرت اسماءرضؓ کو جب یہ واقعۂ جانکاہ معلوم ہوا تو بہت رنجیدہ ہوئیں اور اُسی غم والم میں یہ مرثیہ زبان پر لائیں۔

غدر ابن جرموز بفارس بهمة
یوم اللهیاج وکان غیر معرد
یا عمرو لو نبهته لوجدته
لا طائشا رعش الجنان ولا الید
ثکلتك امك ان قتلت المسلما
حلت علیك عقوبة المتعمد

(ترجمہ) ابن جرموز نے لڑائی کے دن ایک شہسوار اور عالی ہمت سے بیوفائی (دغا) کی (اور وہ بیوفائی) ایسی حالت میں (کی) کہ وہ نہتا اور بے سر و سامان تھا۔ اے عمرو

---

[۱] استیعاب صفحہ ۲۶۶- ج ۱، [۲] در المنثور صفحہ ۳۴، [۳] استیعاب صفحہ ۷۲۴، و اسد الغابہ صفحہ ۳۹۲
و در المنثور صفحہ ۳۴، [۴] اصابہ صفحہ ۴ ج ۸، [۵] در المنثور صفحہ ۳۴،

اگر تو اسکو متنبہ کر دیتا تو بیشک تو اسکو ایک ایسا شخص پاتا کہ نہ اُسکے دلمین خوف ہوتا نہ ہاتھ مین لرزہ۔ تیری مان تجھپر روے (اور تجھے خدا سمجھے) تو نے ایک مسلمان کو قتل کیا تجھپر ضرور عذاب نازل ہوگا۔

اُدہر شوہر کی وفات اور ادہر لخت جگر نور نظر عبداللہ رض کی شہادت یہ دونون واقعے قیامت سے کم نہ تھے لیکن مرحبا کہ باوجود ان سخت واقعات کے جس عزم و استقلال اور صبر و شکر سے کام لیا وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔

حضرت امامہ رضؓ بنت ابی العاص

نام آپ کا نام اُمامہ ہے، آپ کے والد بزرگوار کا نام ابوالعاص رضؓ بن ربیع بن عبدالعزیٰ تھا اور والدہ کا حضرت زینب رضؓ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم[1]

ولادت آپ اپنے نانا آنحضرت صلعم کے عہد سعادت میں پیدا ہوئیں[2]

نکاح جب آپ سن شعور کو پہنچیں تو آپ کی شادی کی فکر ہوئی۔ چونکہ حضرت فاطمہ رضؓ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور حضرت فاطمہ رضؓ کی وصیت بھی یہی تھی کہ میرے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت اُمامہ رضؓ سے عقد کر لیں۔ اسلیے حضرت اُمامہ رضؓ کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کر دیا گیا۔

حضرت اُمامہ رضؓ کی شادی کا انتظام حضرت زبیر بن العوام رضؓ نے کیا کیونکہ حضرت ابوالعاص رضؓ نے انہی کو حضرت اُمامہ رضؓ کے نکاح کرنے کی وصیت کی تھی[3]

جب حضرت علی علیہ السلام سنہ ۴۰ھ میں شہید ہوئے تو اس خیال سے کہ معاویہؓ حضرت امامہ رضؓ سے عقد نہ کر لیں۔

آپ نے مغیرہ بن نوفل کو وصیت کی کہ تم میرے بعد حضرت امامہ رضؓ سے نکاح کرنا چنانچہ حضرت علی رضؓ کے انتقال اور عدت گزرنے کے بعد مغیرہ بن نوفل کے عقد میں آئیں[4]

جیسا کہ حضرت علی علیہ السلام کا خیال مبارک تھا وہی پیش آیا۔ یعنی معاویہؓ نے مروان کو خط لکھا کہ امامہ رضؓ کو پیغام دو اور ایک ہزار دینار اس تقریب میں صرف کرو لیکن جب حضرت امامہ رضؓ کو خبر ہوئی تو مغیرہ بن نوفل کو اطلاع دی۔ مغیرہ نے فوراً امام حسن علیہ السلام کی اجازت سے نکاح پڑھوا لیا[5]

---

[1] طبقات صفحہ ۲۶، و اسد الغابہ صفحہ ۴۰۰، و استیعاب صفحہ ۷۲۷، [2] ایضاً، [3] ایضاً، [4] اسد الغابہ صفحہ ۴۰۰، استیعاب صفحہ ۷۲۷، و در المنثور صفحہ ۶۵، [5] اسد الغابہ صفحہ ۴۰۰، و استیعاب صفحہ ۷۲۷، و طبقات صفحہ ۲۴، [6] ایضاً و صفحہ ۲۶

آنحضرت صلعم کی محبت حضرت اُمامہ رضہ آنحضرت صلعم کو بہت زیادہ محبوب تھین۔ حتی کہ آپکو اوقات نماز مین بھی جدا نہ فرماتے تھے۔ نماز پڑھتے وقت شانۂ مبارک پر بٹھا لیتے جب رکوع مین جاتے تو شانۂ مبارک سے اُتار دیتے تھے اور جب سجدہ کرکے سر مبارک اُٹھاتے تو پھر کاندھے پر بٹھا لیتے تھے۔ اِسی طرح پوری نماز ادا کرتے تھے۔ یہ انتہائے محبت کا تقاضا تھا[1]۔

ایک دفعہ کہین سے تحفہ مین ایک قیمتی ہار آیا۔ آنحضرت صلعم گھر مین تشریف لائے اور فرمایا یہ ہار مین اس کو دونگا جو میرے اہل بیت مین مجھے زیادہ محبوب ہوگا ازواج مطہرات کو خیال ہوا کہ شاید یہ حضرت عائشہ رضہ کے حصہ مین آئے۔ لیکن آنحضرت صلعم نے حضرت اُمامہ رضہ کو بلایا اور اُن کے گلے مین وہ ہار پہنا دیا[2]۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تحفہ مین ہار نہین آیا تھا بلکہ ایک انگوٹھی سونے کی تھی۔ جو نجاشی نے بارگاہ نبوت مین ہدیتاً بھیجی تھی۔ آپ نے وہی حضرت اُمامہ رضہ کو دیدی[3]۔

اولاد مغیرہ بن نوفل کے صلب سے ایک لڑکا یحییٰ پیدا ہوا۔ اور اسی نام سے اُنھون نے اپنی کنیت ابو یحییٰ رکھی تھی[4]۔

وفات حضرت اُمامہ رضہ کی آخری زندگی مغیرہ بن نوفل کے ساتھ بسر ہوئی حتیٰ کہ آپ کا انتقال بھی مغیرہ کے گھر مین ہوا[5]۔

[1] طبقات صفحہ ۲۶، و اسد الغابہ صفحہ ۴۰۰، استیعاب صفحہ ۷۲۷، صحیح بخاری صفحہ ۷۴ ج ۱ - [2] اسد الغابہ صفحہ ۴۰۰، استیعاب صفحہ ۷۲۷، در المنثور صفحہ ۶۵ [3] طبقات صفحہ ۲۷ ج ۸، و زرقانی صفحہ ۲۲۵ ج ۳، [4] اسد الغابہ صفحہ ۴۰۰، استیعاب صفحہ ۷۲۷، در المنثور صفحہ ۶۵، [5] ایضاً، و اصابہ صفحہ ۱۴ ج ۸-

حضرت اسماء رضہ بنت عمیس

نام اسماء نام ہے، آپ کا تعلق قبیلہ خثعم سے تھا ان کے والد کا نام عمیس بن سعد بن تیم بن حارث تھا۔ اور والدہ کا ہند (خولہ) بنت عوف جو قبیلہ کنانہ سے متعلق تھین[۱]

نکاح اول حضرت جعفر رضہ بن ابی طالب سے نکاح ہوا[۲]

اسلام مکہ مین آنحضرت صلعم کے خانہ ارقم مین مقیم ہونے سے پہلے مسلمان ہوئین۔ اور نبی صلعم سے شرف بیعت حاصل کیا[۳] کم و بیش یہی زمانہ انکے شوہر جعفر بن ابی طالب کے اسلام کا ہے[۴]

ہجرت انھون نے اپنے شوہر جعفر کے ہمراہ حبش کی طرف ہجرت کی۔ وہان جعفر بن ابی طالب کے صلب سے تین لڑکے۔ محمد، عبداللہ، عون، پیدا ہوئے[۵]

عام حالات حبش مین چند سال قیام کرنے کے بعد ۷ھ مین جبکہ خیبر فتح ہوا مدینہ منورہ آئین۔ پھر حضرت حفصہ رضہ کے گھر گئین۔ اتنے مین حضرت عمر رضہ بھی آگئے۔ دریافت کیا یہ کون ہین جواب ملا اسماء، حضرت عمر رضہ نے کہا، ہان وہ حبش والی وہ سمندر والی، حضرت اسماء رضہ نے کہا جی ہان وہی! پھر حضرت عمر رضہ نے حضرت اسماء رضہ سے کہا "ہم کو تم پر فضیلت ہے اسلیے کہ ہم مہاجر ہین" حضرت اسماء رضہ کو یہ فقرہ سنکر بہت غصہ آیا اور کہا "جی ہان آپ سچ فرماتے ہین لیکن حال یہ ہے کہ آپ آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے آپ بھوکون کو کھانا کھلاتے اور جاہلون کو تعلیم دیتے تھے اور ہم کس مپرسی کے عالم مین دور دراز مقامون مین خدا اور رسول کی رضا جوئی کے لیے پڑے رہے، اور سخت سے سخت مصائب کا مقابلہ صبر و استقلال سے کرتے رہے" آپ یہ فرما رہی تھین کہ آنحضرت صلعم بھی تشریف لے آئے اور حضرت اسماء رضہ نے آپ سے یہ سب ماجرہ بیان کیا۔ رسول اللہ نے جواب دیا کہ "ان لوگون (عمر رضہ) نے ایک ہجرت کی اور تم نے دو ہجرتین

---

[۱] اسد الغابہ صفحہ ۳۹۵؛ [۲] طبقات صفحہ ۲۰۵، و استیعاب صفحہ ۷۲۵، [۳] طبقات صفحہ ۲۰۵ جزء ۸۔ [۴] سیرت ابن ہشام صفحہ ۱۳۰، [۵] طبقات صفحہ ۲۰۵، و استیعاب صفحہ ۷۲۵

لیکن۔ اس اعتبار سے تم کو زیادہ فضیلت ہے"۔
آنحضرت صلعم کے اس مسرت خیز ارشاد پر حضرت اسمار رض اور دیگر مہاجرین کو بڑی مسرت ہوئی، حضرت اسمار رض کے پاس مہاجرین حبشہ آتے تھے اور اس واقعہ کی حقیقت دریافت کرتے تھے [1]

جب جمادی الاول سنہ ہجری مین غزوہ موتہ کے اندر حضرت جعفر رض شہید ہوئے اور آنحضرت صلعم کو خبر ہوئی تو آپ حضرت اسمار رض کے گھر تشریف لائے اور فرمایا جعفر رض کے لڑکے کہان ہین۔ میرے پاس لاؤ، حضرت اسمار رض لڑکون کو آپ کی خدمت مین لائین آپ اُن یتیم بچون کو دیکھ کر غمگین و آبدیدہ ہوئے۔ حضرت اسمار رض آپ کے آبدیدہ ہونے سے پریشان ہوئین اور دریافت کیا کہ یا رسول اللہ کیا جعفر رض کی کوئی خبر آئی ہے آپ نے فرمایا ہان وہ خدا کی راہ مین شہید ہوگئے۔ حضرت اسمار رض اس جانگداز سانحہ کی خبر سنکر چیخ اُٹھین اور گھر مین قیامت برپا ہو گئی۔ تمام عورتین اُن کے پاس جمع ہوگئین۔ اور اُن سے کہا آنحضرت صلعم فرماتے ہین، نہ سینہ ہاتھ سے کوٹو اور نہ بین کرو"۔
آنحضرت صلعم یہ ہدایت فرما کر گھر تشریف لے گئے، وہان پہونچکر حضرت فاطمہ رض سے فرمایا کہ جعفر کے بچون کے لیے کھانا تیار کرو۔ کیونکہ آج اسمار رض رنج و غم مین مصروف ہین [2]
اسکے بعد آنحضرت صلعم مسجد مین جاکر مغموم و محزون بیٹھے اور حضرت جعفر رض کی شہادت کا اعلان کیا، اسی اثنا مین ایک شخص بارگاہ نبوت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جعفر رض کی مستورات ماتم کر رہی ہین اور رو رہی ہین، آپ نے فرمایا جاؤ اُن لوگون کو منع کردو۔ پھر وہ آدمی آیا اور عرض کیا کہ حضور وہ اس فعل سے نہین باز آتین، آپ نے دوبارہ پھر بھی کہلا بھیجا لیکن پھر بھی کچھ اثر نہ ہوا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اُن کے منھ مین خاک بھردو، صحیح بخاری مین یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہ رض نے اُس آدمی سے کہا کہ خدا کی قسم اگر تم ایسا نہ کروگے تو آنحضرت صلعم کو تکلیف و پریشانی بدستور قائم رہے گی [3]
تیسرے دن رسول اللہ صلعم حضرت اسمار رض کے گھر تشریف لائے اور آپ نے سوگ کی ممانعت فرمائی [4]

---

[1] صحیح بخاری صفحہ ۶۰۷ و ۶۰۸، ج ۲، وطبقات صفحہ ۲۰۵ جز ۸، [2] ایضاً، وصحیح بخاری صفحہ ۶۰۷ وصفحہ ۶۰۸ ج ۲
[3] صحیح بخاری صفحہ ۶۱۱ ج ۲، [4] مسند صفحہ ۳۶۹ ج ۶

عقد ثانی حضرت جعفر رضہ کی شہادت کے چھ مہینے بعد شوال ۸ھ ہجری غزوۂ حنین کے زمانہ میں حضرت اسمار رضہ کا دوسرا عقد حضرت ابو بکر رضہ سے ہوا[۱]۔

دو برس کے بعد ماہ ذیقعدہ ۱۰ھ میں حضرت ابو بکر کے صلب سے محمد پیدا ہوئے اسوقت حضرت اسمار رضہ حج کی غرض سے مکہ آئی ہوئی تھیں اور چونکہ اسی زمانہ میں مقام ذوالحلیفہ میں محمدؓ کی ولادت ہوئی تو حضرت اسمار رضہ متردد ہوئیں کہ اب میں حج کیونکر ادا کروں اس لیے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ اب کیا کیا جاوے، آپ نے فرمایا غسل کرکے احرام باندھ لو[۲]

۸ھ میں حضرت اسمار رضہ کو جو صدمہ پہونچا تھا وہ اُن کے لیے قیامت سے کم نہ تھا لیکن خدا کی رضا جوئی میں وہ اپنے اس غم کو صبر و شکر سے بدل چکی تھیں۔ لیکن ۱۳ھ میں حضرت ابو بکر رضہ کی وفات سے وہ پھر محزون و مغموم ہوگئیں اور اپنے دوسرے شوہر کا صدمۂ وفات بھی انہیں برداشت کرنا پڑا، جب ۱۳ھ میں اُن کے شوہر حضرت ابو بکر رضہ نے انتقال فرمایا تو اُنھوں نے وصیّت کی کہ میری بیوی مجھے غسل دیں چنانچہ حضرت اسمار رضہ نے اُنکو غسل دیا[۳]

حضرت ابو بکر رضہ کی وفات کے وقت اُن کے صاحبزادے محمدؓ کی عمر تقریبًا تین سال کی تھی[۴]

عقد ثالث حضرت ابو بکر رضہ کی وفات کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نکاح میں آئیں۔ محمد بن ابی بکر رضہ بھی اپنی والدہ کے ساتھ آگئے اور حضرت علی علیہ السلام کے آغوش عاطفت میں تربیت حاصل کیا۔

ایک دن محمد بن جعفر اور محمد بن ابی بکر دونوں باہم فخر کر رہے اور ایک دوسرے پر اپنے آپ کو ترجیح دیتے تھے اور کہتے تھے ہم تم سے زیادہ معزز ہیں اور ہمارے باپ تمہارے باپ سے زیادہ بہتر تھے۔ بڑی دیر تک یہ مناقشہ دونوں میں جاری رہا۔ حضرت علی علیہ السلام نے اپنی بیوی اسمار رضہ سے کہا تم اس کا فیصلہ کرو۔ حضرت اسمار رضہ نے کہا میں نے نوجوانانِ عرب میں جعفر رضہ سے بہتر کسیکو نہیں پایا اور بوڑھوں میں ابو بکر رضہ سے اچھا کسیکو نہ دیکھا!! جب یہ فیصلہ اُنھوں نے کردیا تو حضرت علی علیہ السلام نے کہا تم نے ہمارے لیے تو کچھ بھی نہ چھوڑا[۵]۔

---

[۱] اصابہ صفحہ ۹ ج ۸، [۲] طبقات ۲۰۶ و ۲۰۷ و ۲۰۸ و صحیح مسلم ج ۱ صفحہ ۳۸۵ و ۳۹۴، و اصابہ صفحہ ۹ ج ۸، [۳] اصابہ صفحہ ۹ ج ۸۔ و طبقات صفحہ ۲۰۸، [۴] طبقات صفحہ ۲۰۸، [۵] ایضًا۔ و اصابہ صفحہ ۹ ج ۸۔

حضرت علی علیہ السلام کے صُلب سے ایک فرزند یحییٰ پیدا ہوئے۔[1] محمد بن عمر سے طبقات صفحہ ۲۰۸ مین مروی ہے کہ حضرت علیؓ کے صُلب سے دو لڑکے پیدا ہوئے جن کا نام یحییٰ۔ اور عون ہے لیکن اول الذکر روایت صحیح معلوم ہوتی ہے اسلیے کہ اکثر ارباب سیر کا اتفاق اسی پر ہے۔

حضرت اسمار کی طبابت آنحضرت صلعم جب مرض وفات مین مبتلا ہوئے تو حضرت ام سلمیٰ رضؓ اور حضرت اسمار رضؓ نے آپ کا مرض ذات الجنب تشخیص کرکے آپ کو دوا پلانا چاہی چونکہ آپ دوا کے عادی نہ تھے آپ نے دوا پینے سے انکار فرمایا۔ اسی اثنار مین آپ پر غشی طاری ہوگئی اُن دونون نے اِس وقت کو غنیمت سمجھا اور دہان مبارک کھول کر دوا پلا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ کی غشی دور ہوئی۔ تو آپ کو کچھ افاقہ کا احساس ہوا، آپ نے فرمایا اِس تدبیر کا مشورہ اسمار نے دیا ہوگا۔[2]

صبر و استقلال ۳۸ھ مین جبکہ حضرت اسمار رضؓ کے فرزند محمد بن ابی بکر رضؓ مصر مین شہید ہوئے، اور ظالمون نے اُن کی نعش بیدردی سے گدھے کی کھال مین جلائی۔ تو ظاہر ہے کہ حضرت اسمار رضؓ کے لیے اِس سے زیادہ تکلیف دہ واقعہ اور دردناک منظر کیا ہوسکتا تھا لیکن آپ نہایت صبر و شکر کے ساتھ ثابت قدم رہین اور اس واقعہ کو سُنکر جا نماز بچھائی اور نماز مین مصروف ہوگئین۔[3]

فضل و کمال حضرت اسمار رضؓ سے ساٹھ حدیثین مروی ہین جن کے راویون کے نام یہ ہین، عبداللہ بن جعفر رضؓ، ابن عباس رضؓ، قاسم بن محمد رضؓ، عبداللہ بن شداد بن الہاد، عروہ، ابن مسیب، ام عون بنت محمد بن جعفر رضؓ۔ فاطمہ بنت علی رضؓ ابو یزید مدنی۔[4]

حضرت اسمار رضؓ خواب کی تعبیر مین بھی دخل رکھتی تھین۔ چنانچہ حضرت عمر رضؓ بھی اکثر اِن سے خواب کی تعبیر لیتے تھے۔[5]

اولاد کی تفصیل حضرت اسمار رضؓ کی کُل سات اولادین ہوئین، پانچ لڑکے اور دو لڑکیان پہلے شوہر حضرت جعفر رضؓ کے صلب سے تین لڑکے محمدؓ، عبداللہ، عون،

---

[1] استیعاب صفحہ ۷۲۵، و اسدالغابہ صفحہ ۳۹۵، [2] صحیح بخاری صفحہ ۸۵۱ ج ۲، و طبقات صفحہ ۳۱ ج ۲، قسم ۲ [3] اصابہ صفحہ ۹ ج ۸، [4] درالمنثور صفحہ ۳۵، [5] مسند صفحہ ۳۶۹، ج ۶، [6] صحیح مسلم صفحہ ۲۲۳، ج ۲، [7] اصابہ صفحہ ۹، ج ۸۔

اور دوسرے شوہر حضرت ابو بکر رضؓ سے ایک لڑکا محمدؒ،
اور تیسرے شوہر حضرت علی رضؓ سے یحییٰ پیدا ہوئے۔
وفات سنہ ۴۰ ہجری میں حضرت علی علیہ السلام کی شہادت ہوئی کم و بیش اسی زمانہ میں حضرت اسماء رضؓ نے بھی انتقال کیا[1]

[1] خلاصۃ التہذیب صفحہ ۴۸۸

حضرت اُمّ الفضلؓ بنت حارث

نام لبابہ نام ہے الکبریٰ لقب، اور اُمّ الفضل کنیت ان کے والد ماجد حارث بن حزن الہلالی تھے۔ اور والدہ، ہند (خولہ) بنت عوف جو قبیلہ کنانہ سے تھیں[1]

نکاح حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب سے نکاح ہوا (جو آنحضرت صلعم کے عم محترم تھے)۔

اسلام خواتین مکہ میں آپ پہلی خاتون ہیں جو حضرت خدیجہؓ بنت خویلد (زوجہ محترمہ نبی صلعم) کے بعد اسلام لائیں[2] اصابہ صفحہ ۹۳۷ میں مذکور ہے کہ قبل ہجرت کے اسلام لائیں لیکن یہ روایت ضعیف معلوم ہوتی ہے دیگر کتب سیر میں اول الذکر روایت کی توثیق کی گئی ہے

ہجرت حضرت عباسؓ کے اسلام لانے کے بعد آپ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی[3]

فضل وکمال آپ نے آنحضرت صلعم سے تقریباً تیس ۳۰ احادیث روایت کی ہیں جنکے بعض راویوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

عبداللہ، تمام۔ انس بن مالک، عبداللہ بن حارث، عمیر، کریب، قابوس[4]

عام حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُم الفضلؓ کے گھر اُنکے دیکھنے کے لیے اکثر تشریف لاتے تھے۔ اور اُنہی کے گھر میں دوپہر کے وقت تھوڑی دیر آرام بھی فرماتے تھے[5]

حضرت ام الفضلؓ کی حقیقی، علاتی، واخیافی، کئی بہنیں تھیں اور یہ سب بہنیں خاندان قریش، وہاشم کے معزز وممتاز گھرانوں میں بیاہی گئیں تھیں۔ چنانچہ آپ کی حقیقی بہن حضرت میمونہ رضؓ کو آنحضرت صلعم کے رشتۂ ازدواج سے وابستہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔ دوسری بہن سلمٰی رضؓ حضرت حمزہ رضؓ کو اور تیسری بہن اسماء رضؓ حضرت جعفر رضؓ بن ابی طالب سے (جو حضرت علی رضؓ کے بھائی تھے) منسوب ہوئیں۔ یہ اسماء وہی ہیں جو بعد کو حضرت ابو بکر الصدیق رضؓ سے

---

[1] طبقات صفحہ ۲۰۳ واستیعاب صفحہ ۷۷۹، [2] ایضاً، [3] اسد الغابہ صفحہ ۵۳۹، [5] طبقات صفحہ ۲۰۳، اسد الغابہ صفحہ ۱۴۵،
[4] طبقات صفحہ ۲۰۳، واستیعاب صفحہ ۷۷۹۔ اسد الغابہ صفحہ ۵۳۹،

بیاہی گئین اور پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے[1]

اسی بنا پر ام الفضل رض کی والدہ ہند بنت عوف کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے سمدھیانے کے لحاظ سے بڑی خوش نصیب تھین، اور اسمین اُن کا کوئی نظیر نہین تھا[2]۔

آنحضرت صلعم فرمایا کرتے تھے کہ، ام الفضل میمونہ، سلمیٰ اور اسماء چارون مومنہ بہنین ہین[3] دوسری روایت مین مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ ام الفضل حضرت میمونہ سلمیٰ، اسماء، لبابۃ الصغریٰ، ہزیلۃ، عزۃ، یہ سب بہنین مومنات ہین[4]۔

حجۃ الوداع مین ام الفضل رض نے آنحضرت صلعم کی ہمرکابی مین حج بھی ادا کیا تھا اس موقع پر عرفہ کے دن لوگون کو آنحضرت صلعم کے صائم ہونے مین شک ہوا۔ اور ام الفضل رض سے اپنا شک ظاہر کیا تو آپ نے ایک پیالہ دودھ کا آنحضرت صلعم کی خدمت مین بھیجا آپ نے دودھ پی لیا لوگون کو تشفی ہو گئی۔ اور اُن لوگونکا شبہہ دور ہو گیا[5]۔

آپ بڑی عابدہ، زاہدہ تھین ہر دوشنبہ، و پنجشنبہ کو روزہ رکھتی تھین[6]

اولاد آپ بہ نسبت دیگر عورتون کے اولاد کی طرف سے بہت زیادہ خوش قسمت تھین آپکی کل اولادین نہایت قابل تھین فضل، عبداللہ، عبیداللہ، معبد، قثم، عبدالرحمٰن اور ام حبیبہ، آپ ہی کے یادگار تھے[7]

عبداللہ بن یزید الہلالی شاعر آپ کی خوش نصیبی پر فخر کرتا ہوا کہتا ہے[8]۔

ما ولدت نجیبۃ من فحل کستۃ من بطن ام الفضل

اکرم بہا من کہلۃ وکہل عم النبی المصطفیٰ ذی الفضل

وخاتم الرسل وخیر الرسل

خصوصیت قبل و بعد نبوت کسی عورت کو یہ شرف حاصل نہ تھا کہ رسول اللہ کا سر مبارک اپنی گود مین رکھ کر بال صاف کرتی، یا سُرمہ لگاتی اور نہ آنحضرت صلعم اس کو پسند فرماتے، لیکن یہ شرف خصوصیت سے ام الفضل رض ہی کو حاصل تھا۔ کہ آپ آنحضرت صلعم کا سر مبارک اپنی گود مین لیکر آپ کے بال صاف کرتین۔

---

[1] اصابہ صفحہ ۹۴۳، [2] ایضاً، و اسد الغابہ صفحہ ۵۳۹، و استیعاب صفحہ ۷۷۹، [3] اصابہ صفحہ ۹۳۷، و استیعاب صفحہ ۷۷۹، [4] طبقات صفحہ ۲۰۳، [5] اصابہ صفحہ ۹۳۸، و طبقات صفحہ ۲۰۴، و صحیح بخاری صفحہ ۲۶۷ج ا [6] طبقات صفحہ ۲۰۳، خلاصہ تہذیب صفحہ ۴۹۵، [7] طبقات صفحہ ۲۰۳، استیعاب صفحہ ۷۷۹، [8] اسد الغابہ صفحہ ۵۳۹

ایک دفعہ ام الفضل رضؓ نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ مین نے خواب مین دیکھا ہے کہ آپ کے اعضائے مبارک مین سے ایک عضو میرے گھر مین ہے آپ نے فرمایا، انشاء اللہ تعالیٰ فاطمہ رضؓ کے لڑکا ہوگا اور تم اُس کو اپنا دودھ پلاؤ گی۔ اور تم اُس کی کفیل رہوگی، چنانچہ جب حضرت فاطمہ رضؓ کے فرزند ارجمند حسین رضؓ پیدا ہوئے تو ام الفضل رضؓ نے اُن کو دودھ پلایا اور اُن کی کفیل رہین۔ ایک روز حسین رضؓ کو آپ کے پاس لائین حسین رضؓ نے آپ پر پیشاب کر دیا۔ تو ام الفضل رضؓ نے اُن کو آپ کی گود سے لے لیا اور غصہ سے جھڑک کر کہا، تو نے آنحضرت صلعم پر پیشاب کر دیا، آپ نے فرمایا تم نے میرے بچہ کو جھڑک کر مجھے تکلیف پہونچائی پھر پانی سے پیشاب دھویا گیا[1]

وفات ام الفضل رضؓ نے حضرت عثمان رضؓ کے زمانہ خلافت مین انتقال کیا۔ اُسوقت اُن کے شوہر حضرت عباس رضؓ زندہ تھے[2]

[1] طبقات صفحہ ۲۰۴، و اصابہ صفحہ ۹۳۸ [2] اصابہ صفحہ ۹۳۸

حضرت فاطمہ رضہ بنت قیس
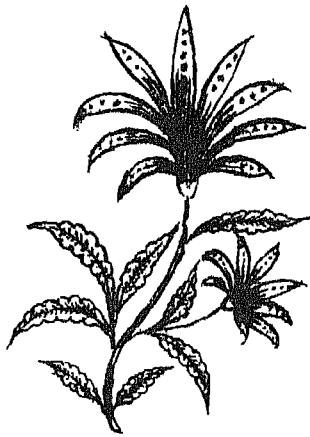
نام فاطمہ رضہ نام ہے۔ ان کے والد قیس بن خالد الاکبر بن وہب تھے۔ اور والدہ امیمہ بنت ربیعہ بنی کنانہ سے تھیں۔ اور ان کے بھائی ضحاک تھے۔ فاطمہ اپنے بھائی سے دس سال بڑی تھیں[1]

نکاح ابو عمرو حفص بن مغیرہ سے نکاح ہوا تھا[2]

ہجرت ہجرت کے پہلے دور میں جبکہ عورتوں نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی اُسمین یہ بھی شامل تھیں[3]

فضل وکمال یہ نہایت عقلمند، سمجھدار، آدیبہ، فاضلہ، صائب الرائے، ثاقب الفکر، ذی کمال، خاتون تھیں[4]

اکثر راویوں نے ان کے حوالہ سے چند حدیثیں روایت کی ہیں بعض راویوں کے نام یہ ہیں[5]

شعبی، نخعی، ابو سلمہ، قاسم بن محمد، ابو بکر بن ابو الجہم، عروہ، عبد اللہ بن عبد اللہ، اسود، سلیمان بن یسار، عبد اللہ البہی، عبد الرحمن بن عاصم، تمیم،

جب حضرت عمر بن الخطاب رضہ ۲۳ھ میں شہید ہوئے تو مجلس شوریٰ انہیں کے گھر میں منعقد ہوتی تھی۔ چونکہ جناب فاطمہ ایک عقیل، وفہیم، ذی علم، صائب الرائے خاتون تھیں اسلیے ان سے بھی خلافت کے بارہ میں رائے ومشورہ لیا جاتا تھا[6]

عام حالات جب ۱۰ھ میں حضرت علی علیہ السلام یمن کی طرف ایک لشکر لیکر جارہے تھے تو اُن کے ہمرکابی میں انکے شوہر ابو عمرو بھی تھے۔ رخصت ہوتے وقت ابو عمرو نے اپنے وکیل

---

[1] استیعاب صفحہ ۷۷۴، اسد الغابہ صفحہ ۵۲۶، در المنثور صفحہ ۳۶۴، [2] طبقات صفحہ ۲۰۰، استیعاب صفحہ ۷۷۴، اسد الغابہ صفحہ ۵۲۶، در المنثور صفحہ ۳۶۴، [3] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۶، استیعاب صفحہ ۷۷۴، در المنثور صفحہ ۳۶۴، [4] ایضاً [5] ایضاً صفحہ ۵۲۴، استیعاب ۷۷۴، در المنثور صفحہ ۳۶۵، [6] اسد الغابہ صفحہ ۵۲۴، استیعاب صفحہ ۷۷۴، در المنثور ۳۶۵

نکاح عیاش بن ربیعہ کی معرفت اپنی بیوی فاطمہ رض کو آخری طلاق (دو طلاق پہلے دے چکے تھے) کہلا بھیجی۔ اور بطور نفقہ ۵ صاع جو، اور ۵ صاع خرمے بھی بھیجے، جب فاطمہ نے عیاش سے اپنے کھانے اور مکان کا مطالبہ کیا۔ تو عیاش نے کہا تمھارے شوہر نے صرف یہ خرمے اور جو دیے ہیں اور ہمارے پاس کچھ نہیں ہے، یہ جو کچھ دیا گیا محض احسان وہمدردی ہے اور نہ اب تمھارا کوئی حق ہمارے ذمہ واجب نہیں ہے، ان کو یہ بات بہت ناگوار گذری اور اپنے کپڑے وغیرہ لیکر آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئین خالد بن ولید رض وغیرہ بھی وہان پہنچے فاطمہ نے تمام ماجرا بیان کیا، آنحضرت صلعم نے استفسار فرمایا کہ تم کو ابو عمرو نے کے مرتبہ طلاق دی فاطمہ رض نے عرض کیا، تین بار، آپ نے فرمایا تمھارا نان نفقہ ابو عمرو پر واجب نہین ہے۔ اب تم عدت کا زمانہ ام شریک کے یہان گذارو لیکن ام شریک کے اعزہ واقارب اُن کے مکان مین تھے، اسلیے آپ نے دوبارہ یہ حکم دیا کہ ابن کتوم نابینا اور تمھارے ابن عم ہین اس لحاظ سے یہ بہتر ہے کہ تم اُنکے یہان رہکر عدت کا زمانہ گذارو چنانچہ حضرت فاطمہ رض بتعمیل ارشاد آنحضرت صلعم اُن کے ہان رہنے لگین۔ جب عدت کا زمانہ گزر گیا تو ہر طرف سے لوگونکے پیغام عقد آنے لگے۔ امیر معاویۃ بن سفیان، اور ابو جہم، اور اُسامہ بن زید، کا بھی پیغام تھا فاطمہ نے آنحضرت صلعم سے ان پیغامون کے بارہ مین مشورہ کیا، آپ نے فرمایا، معاویۃ فقیر و مفلس ہے اوسکے پاس کچھ نہین، اور ابو جہم جھگڑالو اور سخت مزاج ہے۔ اُسامہ بن زید ان دونون سے بہتر ہے نکاح کرلو، چونکہ حضرت فاطمہ رض کا خیال تھا کہ آنحضرت صلعم اپنے شرف ازدواج سے سرفراز فرمادینگے اسلیے اُنھون نے اُسامہ بن زید سے عقد کرنے مین تامل کیا، آنحضرت صلعم نے فرمایا تمھین کیون عذر ہے، خدا اور رسول کی اطاعت کرو اسمین تمھارے لیے بھلائی ہے، یہ ارشاد مبارک سنکر اسامہ بن زید سے نکاح کرلیا، فاطمہ کہتی ہین کہ مین اس عقد کے بعد لوگون کے نزدیک قابل رشک بن گئی تھی[۱]

حُسن اور اخلاق حضرت فاطمہ رض ایک نیک نہاد حسین، وجمیل، خاتون تھین، اور صرف ظاہری حُسن وجمال سے آراستہ نہ تھین بلکہ اسی کے ساتھ عادات، وصفات، اخلاق، وخصائل کے لحاظ سے بھی مکمل تھین،

کوفہ مین اقامت جب سنہ ۵۴ھ مین فاطمہ کے شوہر اُسامہ بن زید کا انتقال ہوا، تو فاطمہ کو

[۱] طبقات صفحہ ۲۰۰ و ۲۰۱، وصحیح مسلم صفحہ ۴۸۳ تا ۴۸۵، ج ۱، ومسند صفحہ ۴۱۱ تا ۴۱۴، ج ۶،

اس حادثۂ جانگداز سے سخت صدمہ پہنچا۔ اور اس کے بعد پھر دوبارہ نکاح نہین کیا۔ عدت گذرنے کے بعد جب یزید نے اپنے زمانۂ امارت مین فاطمہ کے بھائی ضحاک کو عراق کی گورنری پر مامور کیا تو آپ اپنے بھائی کے پاس کوفہ چلی آئین اور یہین رہنے لگین۔[۱]

ایک خاص واقعہ اور عبداللہ بن عمرو بن عثمان کو سعید بن زید کی صاحبزادی منسوب تھی تائید قرآن پاک سو تھین جب عبداللہ نے ان کو تین طلاقین دیدین تو فاطمہ چونکہ اُنکی خالہ ہوتی تھین اس لیے اُنھون نے باقتضائے محبت و ہمدردی اُنکے پاس کہلا بھیجا کہ تم میرے پاس آجاؤ جب مروان کو اس طلبی کی خبر ہوئی تو قبیصہ کو ان کے پاس بھیجا اور دریافت کیا کہ عدت سے قبل بلانے کا کیا سبب ہے قبیصہ نے آکر کہا تو فاطمہ نے جواب دیا کہ مین شریعت کی متبع اور آنحضرت صلعم کے ارشادات کی تعمیل کرنے والی ہون۔ اس سے قبل میرے واقعہ پر آنحضرت صلعم نے مجھے جو حکم دیا تھا وہ بھی یہی تھا، اسکے بعد اپنا مفصل واقعہ بیان کیا

وفات کتب سیر و تاریخ مین فاطمہ کے سنہ وفات کا پتہ نہین چلتا۔ لیکن عبداللہ ابن زبیر کی خلافت تک آپ کا زندہ رہنا ثابت ہوتا ہے۔
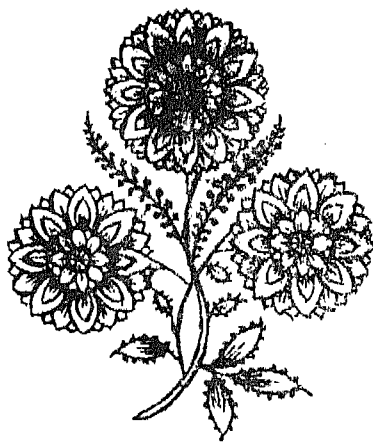
حضرت خنساءؓ بنت عمرو بن الشرید

نام — اصلی نام تماضر ہے، لیکن حسنی، ہوشیاری، اور حُسن کی وجہ سے خنساء کے لقب سے یاد کیجاتی ہیں جسکے معنی ہرنی کے ہیں۔ بہ نسبت نام کے اُن کا لقب زیادہ مشہور ہے۔ نجد کی رہنے والی تھیں، اِن کے والد کا نام عمرو بن الشرید بن رباح بن یقظہ بن عصیہ بن خفاف بن امرء القیس تھا۔ جو قبیلہ قیس کے خاندانِ سلیم سے وابستہ تھے۔

نکاح — اِن کا پہلا عقد قبیلہ سلیم کے ایک شخص رواحہ بن عبدالعزیز السلمی سے ہوا اُس کے انتقال کے بعد دوسرا عقد مرداس بن ابی عامر سے ہوا[۲]

اولاد — پہلے شوہر سے صرف ایک لڑکا عبداللہ پیدا ہوا۔ اور دوسرے شوہر سے دو لڑکے یزید، معاویہ، اور ایک لڑکی عمرۃ، پیدا ہوئے[۳]

اسلام — جب اُفقِ مکہ سے آفتاب رسالت طلوع ہوا اور اُس کی شعاعیں سارے عالم پر پرتو افگن ہوئیں تو حضرت خنساء کی آنکھیں اُن شعاعوں کی صداقت پاش نورانیت سے منور ہوگئیں، اور وہ اپنی قوم کے چند لوگوں کے ساتھ مدینہ میں جناب سرور عالم کی بارگاہ میں شرف اسلام سے بہرہ اندوز ہوئیں[۴]

حضرت سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم دیر تک اُن کے شعر سُنتے رہے اور اُن کی فصاحت و بلاغت پر تعجب فرماتے رہے[۵]

عام حالات — اُنکی شاعری کا حال ابتدا میں یہ تھا کہ کبھی کبھی دو تین شعر کہہ لیا کرتی تھیں[۶]

---

[۱] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۱، واستیعاب صفحہ ۷۴۵، واصابہ صفحہ ۵۴۹، [۲] در منثور صفحہ ۱۱۰، وطبقات الشعراء صفحہ ۱۹۷
[۳] در المنثور صفحہ ۱۱۰، [۴] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۱، واصابہ صفحہ ۵۵۰ واستیعاب صفحہ ۷۴۵، [۵] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۱، واصابہ صفحہ ۵۵۰، واستیعاب صفحہ ۷۴۵، [۶] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۱ واصابہ صفحہ ۵۵۰ واستیعاب صفحہ ۷۴۵۔

لیکن جب قبیلہ بنی اسد سے اُن کے قبیلہ کی لڑائی ہوئی تو اُسمین اُن کا حقیقی بھائی معاویہ مقتول ہوا۔ اور دوسرا سوتیلا بھائی صخر، ابو ثور الاسدی کے نیزہ سے زخمی ہوا تو حضرت خنسار نے تقریبًا ایک سال تک صخر کی بڑی محنت وجانفشانی سے تیمارداری کی لیکن زخم کاری لگا تھا جانبر نہ ہوسکا۔ اور اپنی چہیتی بہن کو دائمی مفارقت کا داغ دیکر سفر آخرت اختیار کیا[۱]

حضرت خنسار کو اپنے دونون بھائیون سے بہت محبت تھی، لیکن صخر کے علم بردباری سخاوت، شجاعت، عقلمندی، حُسن، کی وجہ سے وہ اُن سے زیادہ مانوس اور اُسکی گرویدۂ محبت تھین[۲]، اسی وجہ سے حضرت خنسار کو صخر کے انتقال سے سخت صدمہ پہنچا اُسی وقت اپنے بھائی پر بے نظیر مرثیئے کہنے شروع کیے[۳]

مرثیون مین شدتِ غم وکثرت الم کا اظہار ایسے دلسوز وجانگداز الفاظ مین کیا کہ لوگ بیتاب ہوجاتے اور پڑھتے پڑھتے اشکباری کرنے لگتے۔ مرثیے کے چند شعر درج کیے جاتے ہین جن سے اُن کی فصاحت وبلاغت اور جودت طبع کا حال معلوم ہوسکتا ہے،

اعینی جودا ولا تجمدا   الا تبکیان لصخر الندی

الا تبکیان الجری الجمیل   الا تبکیان الفتی السیدا

طویل النجاد عظیم الرماد   ساد عشیرتہ امردا

اذا القوم مدوا بایدیھم   الی المجد مد الیہ یدا

فنال الذی فوق ایدیھم   الی المجد ثم مضی مصعدا

تری المجد یھدی الی بیتہ   یری افضل المجد ان یحمدا

وان ذکر المجد الفیتہ   تازر بالمجد ثم ارتدی

(ترجمہ) ای میری دونون آنکھون سخاوت اختیار کرو اور بخیل مت بناؤ کیا تم دونون صخر جیسے سخی پر نہین روتی ہو، کیا تم دونون ایسے شخص پر جو نہایت دلیر اور خوبصورت تھا نہین روتی ہو، کیا تم دونون نہین روتین ایسے شخص پر جو جوان سردار تھا جسکا پرتلہ نہایت دراز تھا ور جو خود بھی بلند بالا تھا، وہ اپنے قبیلہ کا سردار ایسی حالت مین ہوگیا جب کہ وہ بہت کمسن تھا جب قوم نے علوئے مرتبت کی طرف اپنے ہاتھ دراز کیے تو اُسنے بھی اپنے ہاتھ دراز کردیے پس

[۱] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۱، استیعاب صفحہ ۷۴۵، اصابہ صفحہ ۵۵۰، [۲] در المنثور صفحہ ۱۱۰، دکتب مذکورہ

[۳] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۱، واستیعاب صفحہ ۷۴۵

اُس عزت کو پہنچگیا جوان دوگون کے ہاتھون سے بھی اونچی تھی اور اسی سعادتمندی کیحالت مین وہ گذر گیا بزرگی اُسکے گھر کا راستہ بتلاتی ہے اپنے تعریف کیے جانیکو سب شرافتون سے افضل سمجھتا ہے، اگر شرافت اور عزت کا ذکر کیا جائے تو تو اس کو پاسے گا کہ اسنے عزت کی چادر اوڑھ لی ہے زنان عرب کی عادت کے موافق حضرت خنساؓ اپنے مقتول بھائی کی قبر پر صبح و شام جاکر بیٹھتین اور اسکو یاد کرکے روتین۔ اور یہ مرثیہ پڑھا کرتین[1]

یذکرنی طلوع الشمس صخراً
واذکرہ لکل غروب شمس

ولولا کثرۃ الباکین حولی
علی موتاھم لقتلت نفسی

ترجمہ، طلوع شمس مجھکو صخر کی یاد دلاتا ہے اور مین ہر روز غروب آفتاب کے وقت صخر کو یاد کرتی ہون۔ اگر رونے والون کی کثرت اپنے مردون پر میرے اردگرد نہ ہوتی تو مین اپنی جان کو ہلاک کر دیتی،

الا یا صخر ان ابکیت عینی
فقد اضحکتنی زمنا طویلا

بکیتک فی نساءٍ معولات
وکنت احق من ابدی العویلا

دفعت بک الخطوب وانت حیٌّ
فمن ذا یدفع الخطب الجلیلا

اذا قبح البکاء علی قتیل
رأیت بکاءک الحسن الجمیلا

(ترجمہ) اے صخر اگر تو نے میری آنکھون کو رلایا تو کیا ہوا اسلیے کہ تو نے ایک مدت دراز تک ہنسایا بھی ہے۔ مین روتی ہون تجھپر اون عورتون کے زمرہ مین جو چیخ پکار کر رونے والی ہین اور مین زیادہ مستحق ہون اون سے جو چیخ و پکار کو ظاہر کر رہی ہین مین نے تیرے سبب سے بہت سے حوادث کو دفع کیا اسوقت جبکہ تو زندہ تھا، پس اب کون دفع کرے گا

---

[1] در المنثور صفحہ ۱۱۰

اس بڑے حادثہ کو جبکہ کسی مقتول پر رونا بُرا معلوم ہوتا ہے تو مین تجھ پر رونے کو نہایت اچھا سمجھتی ہون۔

صخر کی عزت واحترام کا حال بیان کرتی ہین کہ

وانّ صخراً لتأتمّ الھداۃ بہ　　کانّہ علم فی راسہ نار

صخر کا بڑے بڑے لوگ اقتدار کرتے ہین گویا کہ وہ ایک پہاڑ ہے جسکی چوٹی پر آگ روشن ہو

انہی مرثیون کی بدولت وہ تمام عرب مین مشہور ہوگئین۔

شاعرانہ فضیلت　تمام اقسام شعرا ور خصوصیت کے ساتھ مرثیہ گوئی مین حضرت خنساء اپنا جواب نہین رکھتی تھین۔

صاحب اسد الغابہ لکھتے ہین[۱] اجمع اھل العلم بالشعر انہ لم تکن امرأۃ قبلھا ولا بعدھا اشعر منھا"

یعنی خنساء کو جو خصوصیت ہے وہ یہ ہے کہ تمام علمائے عرب کا اتفاق ہے کہ عرب کی عورتون مین خنساء کے برابر شاعرہ کوئی عورت نہین ہوئی نہ اِن سے پہلے نہ بعد۔ اور در المنثور مین لکھا ہے[۲] وقیل لجریر من اشعر الناس قال انا لولا الخنساء"

یعنی جریر شاعر متوفی سنہ ۱۱۱ھ (جو عہد بنی امیہ کا مشہور شاعر تھا) سے لوگون نے پوچھا سب سے بڑا شاعر کون ہے، جریر نے کہا "اگر خنساء کے اشعار نہ ہوتے تو مین دعویٰ کرتا کہ عرب کا بہترین شاعر مین ہون"

بشار شاعر (بہت بڑا شاعر تھا) نے کہا کہ مین جب عورتون کے اشعار غور سے دیکھتا ہون تو اُن مین ایک نہ ایک نقص یا کمزوری ضرور پاتا ہون لوگون نے پوچھا کیا خنساء کے اشعار کا بھی یہی حال ہے، اُسنے کہا وہ تو مردون سے بھی بڑھکر ہے[۳]

تمام شعرائے عرب نے شاعر عورتون کا سرتاج لیلے اخیلیہ کو تسلیم کیا تھا لیکن خنساء مستثنےٰ رکھی گئی تھین[۴]

زمانہ جاہلیت مین عام دستور تھا کہ تمام اہل عرب مختلف مقامات پر مجلسین منعقد کیا کرتے تھے جن سے اُن لوگون کا مقصد تبادلۂ خیالات ہوتا تھا یا شعر گوئی کا مقابلہ ان مین مرد و عورت سب یکسان حصہ لیتے تھے۔ اسکی ابتدا ربیع الاول یعنے ابتدا ئے موسم بہار سے ہوا کرتی

[۱] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۴، [۲] در المنثور صفحہ ۱۱۰، [۳، ۴] طبقات الشعراء صفحہ ۱۷۲

تھی، تمام اہل عرب دور دور سے اپنے کاروبار کو ترک کرکے ان میلون مین شریک ہونے آتے تھے
غرہ ربیع الاول مین پہلا میلا دومۃ الجندل مین منعقد ہوتا تھا، اسکے بعد وہان سے ہجر کے بازار
مین آتے تھے اور پھر عمان مین، اس کے بعد حضرموت کو روانہ ہوتے تھے، اور پھر صنعا مین کی
طرف کسی مقام مین دس روز، کہین بیس روز قیام رہتا تھا اسی طرح تمام ملک مین گشت لگانیکے
بعد ذیقعدہ کے مہینہ مین حج کے قریب آخری میلہ بازار عکاظ مین لگتا تھا (جو مکہ سے چند میل کے
فاصلہ پر تھا) عرب کے تمام قبائل اور بالخصوص سرداران قبائل لازمی طور سے شریک ہوتے تھے
اگر کوئی سردار کسی خاص وجہ سے شریک نہ ہوسکتا تھا تو اپنا قائم مقام ضرور بھیجتا تھا۔ اسی مقام
پر اہل عرب کے تمام معاملات طے ہوتے تھے، یعنی قبائل کے سردار مقرر کیے جاتے تھے مخالفت
کا انسداد ہوتا تھا باہمی خون ریزی اور لڑائیون کا فیصلہ کیا جاتا تھا، اس بازار مین اہل
قریش کا وقار واحترام زیادہ تھا۔ جب تمام معاملات کا تصفیہ ہوجاتا تو ہر قبیلہ کے شعرا
اپنے اشعار سناتے جنمین اپنی بہادری، فیاضی، مہمان نوازی، آبا واجداد کے اہم کارنامے
صید و شکار اور خونریزی کا بیان ہوتا تھا، یہان ہر شاعر اور مقرر کا درجہ و مرتبہ متعین کیا
جاتا تھا،

خنساء بھی ان مجالس مین شریک ہوتی تھین اور اُن کے مرثیے یہان لاجواب
تسلیم کرلیے گئے تھے، جب وہ اپنے اونٹ پر سوار ہوکر آتین تو تمام شعرا اُن کے گرد حلقہ باندھ
لیتے اور منتظر رہتے کہ اُن کے اشعار سُنین پھر وہ اپنے مرثیے سُناتین،

خنساء کو اس مجلس مین یہ فخر و امتیاز حاصل تھا کہ اُنکے خیمہ کے دروازہ پر ایک علم نصب
تھا جسپر لکھا ہوا تھا، "اسا نی العرب" یعنی عرب مین سب سے بڑھکر مرثیہ گو، زمانہ جاہلیت مین
اچھے اچھے شعرا گذرے ہین لیکن نابغہ ذبیانی جو عرب کا مشہور و ممتاز شاعر تھا جسنے ۶۰۴ء
مین انتقال کیا وہ اپنی سخنوری کے سبب سے شہرہ آفاق ہے۔ اِس کا نام زیاد بن معاویہ
ہے اور کنیت ابوامامہ ابو عبیدہ اسکے بارہ مین لکھتا ہے کہ ھو من الطبقۃ الاولی المقدمین
علی سائر الشعراء، کثرت شعر گوئی کی وجہ سے اُسکا لقب نابغہ پڑگیا، سوق عکاظ مین اسکے
واسطے سُرخ خیمہ نصب کیا جاتا تھا۔ دوسرا شخص سرخ خیمہ نہین لگا سکتا تھا۔ کیونکہ یہ وہ عزت
تھی جو صرف اسی شخص کا حق ہوتا تھا جو شاعری مین مسلم الثبوت استاد مان لیا جائے، اُسکے
اشعار نہایت دقیق ہین اور عجیب طرح کی سنجیدگی اُن مین پائی جاتی ہے۔ اخلاق کی صلاح

دوستی کو یہ لازم جانتا اور خوف خدا مین زندگی بسر کرنے کو افضل سمجھتا تھا۔ یہ بڑا فیاض اور صادق القول تھا۔ اسکے قصائد مدحیہ مین چستی، خوش طبعی، رنگینی، صداقت، فصاحت و بلاغت کے نمونے کثرت سے پائے جاتے ہین اسی بازار عکاظ مین نابغہ کے سامنے تمام شعرا اپنے اپنے اشعار سنا کر خراج تحسین حاصل کیا کرتے تھے جب خنسا شریک مجلس ہوئین اور اپنے اشعار سنائے تو نابغہ نے بہت تعریف کی اور خنسا کو بہترین شاعرہ تسلیم کرنے کے لیے یہ الفاظ کہے[1] فانت اشعر من کانت ذات ثدیین ولولا ھذا الاعمیٰ انشد فی قبلک یعنی الاعشیٰ لفضلتک علی شعراء ھذا الموسم فانک اشعر الانس والجن، (حقیقتاً تو عورتون مین بڑی شاعرہ ہے اگر مین اس سے قبل اعشیٰ کے اشعار نہ سُن لیتا تو تجھکو اس زمانہ کے شعراء پر البتہ فضیلت دیتا اور کہہ دیتا کہ تو متمدن و غیر متمدن لوگون مین سب سے بڑی شاعرہ ہے)

شعر پر ادبی تنقید دنیا مین بہت سے شاعر گذرے اور اُن لوگون نے نمود و شہرت بھی حاصل کی مگر شعراء مین جو فضیلت و عظمت جناب حسان بن ثابت (متوفی ۵۴ھ) کو ملی اور کسی کو نصیب ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے اُن کا شمار صحابہ اور اُن شعراے عرب مین ہے جو صحبت رسالت آب سے شرفیاب ہوئے مگر وہ رُتبہ جو جناب حسان بن ثابت کو مبدا فیاض سے عطا ہوا اُنھین پر ختم ہوگیا حضرت حسان رض مداح رسول دو جہان اور دربار نبوت کے شاعر تھے آپکی عمر کے ۶۰ سال ضلالت و تاریکی کفر مین گذرے لیکن ساٹھ سال کی عمر مین مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اور اسلام لانے کے بعد اپنی قوت شعر گوئی کو اسلام اور مسلمانون کی خدمت مین صرف کرتے رہے۔ آپ کے قصائد مین اکثر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح اور اسلام کی تعریف، کفار کی ہجو، اور غزوات نبوی کا بیان ہے آپکا کلام سادہ، ملیح اور صاف ہوتا تھا،

نابغہ نے خنسا کے بارہ مین جو فیصلہ کیا اُس سے آپ بہت ناراض ہوئے[2] اور نابغہ سے کہا تم نے بالکل غلط فیصلہ کیا، خنسا سے بہتر میرے شعر ہین نابغہ نے خنسا کی طرف اشارہ کر دیا انھون نے دریافت کیا کہ آپ کا جو بہترین شعر ہو وہ سنائیے مین پھر اسکی تنقید کرونگی حضرت حسان رض نے اپنا یہ شعر سنایا[3]

لنا الجفنات الغر یلمعن فی الضحیٰ   واسیافنا یقطرن من نجدۃ دما

(ترجمہ) ہمارے پاس بڑے بڑے صاف شفاف برتن ہین جو چاشت کے وقت چمکتے ہین۔ ہماری

---

[1] درالمنثور صفحہ ۱۱، [2] ایضاً، [3] ایضاً،

تلوارین بلندی سے خون ٹپکاتی ہین۔ (اس شعر مین جناب حسان رضہ نے سخاوت اور شجاعت کا حال قلمبند کیا ہے،

حضرت خنساء نے یہ شعر سنکر کہا کہ

۱۔ جفنات، جمع قلت ہے بجائے اسکے جفان، کہا جاتا تو مفہوم مین زیادہ وسعت پیدا ہو جاتی۔

۲۔ غر، پیشانی کی صباحت کو کہتے ہین اسکے مقابلہ مین بیض، زیادہ وسیع المعنے ہے،

۳۔ یلمعن، ایک عارضی چمک کو کہتے ہین بجائے اسکے یشرقن کہا جاتا تو بہتر تھا کیونکہ اشراق، لمعان سے زیادہ پائدار ہے،

۴۔ ضحیٰ کے بجائے دجیٰ کہا جاتا تو زیادہ مناسب تھا کیونکہ روشنی سیاہی مین زیادہ قابل وقعت ہوتی ہے،

۵۔ اسیاف، جمع قلت ہے سیوف کا استعمال انسب تھا

۶۔ یقطرن کے بجائے یسلن سے معنی زیادہ وسیع ہوجاتے ہین، کیونکہ خون کا سیلان قطرہ قطرہ ہوکر ٹپکنے سے زیادہ مؤثر ہے،

۷۔ دم کے مقابلہ دماء بہتر تھا کہ یہ جمع ہے اور وہ واحد۔

حضرت حسان رضہ یہ سنکر خاموش ہو رہے اور اُن سے اُن اعتراضون کا کوئی جواب نہ بن پڑا[1]

الغرض شاعری کے لحاظ سے حضرت خنساء رضہ کا مرتبہ طبقہ دوم کے شعرائے عرب مین سب سے زیادہ بلند ہے، ان کا ایک ضخیم دیوان سنہ ۱۸۸۸ء مین بیروت کے کسی مطبع نے شائع کیا تھا جسمین خنساء کے ساتھ ساٹھ عورتون کے اور بھی مرثیے شامل ہین۔ سنہ ۱۸۸۹ء مین فرانسیسی زبان مین اسکا ترجمہ ہوا۔

صبر و استقلال اور بیٹون کو شرکت جنگ کے لیے ترغیب

حضرت عمر رضہ کے زمانہ خلافت (سنہ ۱۶ھ) مین جب قادسیہ کی لڑائی ہوئی (جسمین ایرانیون نے بڑی طاقت سے مسلمانون کا مقابلہ کیا تھا) تو اسمین خنساء مع اپنے چارون بیٹون کے جنگ مین موجود تھین رات کو بیٹون کو جنگ مین شرکت کے لیے جو مؤثر تقریر کی تھی وہ یہ ہے[2]

---

[1] درالمنثور صفحہ ۱۱۰، [2] اسدالغابہ صفحہ ۲۴۴۲، (اصابہ صفحہ ۱۵۵، واستیعاب صفحہ ۵۴۷،

میرے پیارے بیٹو! تم اپنی خوشی سے اسلام لائے، اور اپنی رضامندی سے تم نے ہجرت کی قسم ہے اس خدائے لایزال کی جسکے سوا کوئی دوسرا معبود نہین ہے، جس طرح تم اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے اسی طرح تم اپنے باپ کے سچے فرزند ہو نہ مین نے تمھارے باپ سے خیانت کی اور نہ تمھارے ماموں کو رسوا و ذلیل کیا تمھارا نسب بے داغ ہے اور تمھارے حسب مین کوئی نقص نہین ہے، تم جانتے ہو مسلمانون کے لیے اللہ تعالی کی جانب سے کفار سے جہاد کرنے مین ایک ثواب عظیم ہے۔ تم اسکو خوب جان لو اور غور سے سمجھ لو کہ عالم جاودانی کے مقابلہ مین دنیاے فانی ہیچ ہے، خداوند تعالی فرماتا ہے۔

یاایھا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ۵

مسلمانون! (اُن تکلیفون کو جو خدا کی راہ مین تم کو پیش آئین) برداشت کرو اور ایک دوسرے کو صبر کی تعلیم دو اور آپس مین ملکر رہو اور اللہ تعالی سے ڈرو تاکہ (آخر کار) تم (اپنی) مراد کو پہونچو، (آل عمران پارہ لن تنالو ۴)

جب تم دیکھو کہ لڑائی جوش پر آ گئی اُسکے شعلے بھڑکنے لگے اور اُسکے شرارے میدان جنگ مین منتشر ہونے لگے تو لڑائی مین گھس پڑو اور خوب لڑو بیدریغ تیغ زنی سے کام لو اور خدائے لایزال سے نصرت و فتح کے امیدوار رہو۔ انشاء اللہ عالم آخرت کی بزرگی و فضیلت پر مظفر و کامیاب ہو جاؤ گے[۵۱]

جب صبح ہوئی تو چارون نونہالان اسلام و فدایان ملت اپنی ماں کی نصیحت پر کاربند ہو کر رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے میدان جنگ مین کود پڑے اور اپنی دلیری و شجاعت کے نقوش صفحات تاریخ پر ثبت کر گئے، اور آخر کار شہید ہو گئے[۵۲]

جب خنساء کو خبر ہوئی تو کہا خدا کا شکر ہے کہ اللہ تعالی نے ان کی شہادت کا مجھے شرف بخشا خدا کی ذات سے امید ہے کہ مین ان بچون سے اللہ تعالی کے سایہء رحمت مین ملونگی[۵۳]

حضرت عمرؓ ان کے بیٹونکو فی کس دو سو درہم سالانہ دیتے تھے وہ اُن لوگون کی شہادت کے بعد بھی خنساء کے نام برابر جاری رکھا،

---

[۵۱] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۲، و استیعاب صفحہ ۷۴۵ و ۷۴۶، در المنثور صفحہ ۱۱۱، و اصابہ صفحہ ۵۵۱،

[۵۲] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۲، استیعاب صفحہ ۷۴۵، [۵۳] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۲، و استیعاب صفحہ ۷۴۶، و اصابہ صفحہ ۵۵۲، [۵۴] اسد الغابہ صفحہ ۴۴۲، استیعاب صفحہ ۷۴۴،

سوگ کی علامت اور حضرت عائشہؓ کی خدمت مین حاضر ہونا — حضرت خنسار حضرت عائشہ رضؓ کی خدمت مین بھی حاضر ہوا کرتی تھین، اُن کے سر پر بالونکا ایک سر بند بندھا ہوتا تھا جو عرب مین شدت غم والم کا نشان سمجھا جاتا تھا۔ حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا ایسا سر بند اسلام مین منع ہے خنسار نے کہا کہ یہ تو مجھے نہین معلوم تھا کہ منع ہے یا نہین لیکن اس سر بند کو جو مین استعمال کرتی ہون اُسکا ایک خاص سبب ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا وہ کیا ہے؟ کہا میرے باپ نے جس شخص کے ساتھ میری شادی کی تھی وہ بہت مُسرف تھا اُسنے میرا اور اپنا تمام مال قمار بازی مین صرف کر ڈالا جب محتاج ونادار ہوگئی تو میرے بھائی صخر نے اپنے مال کے دو حصے کیے اُن مین سے جو اچھا تھا وہ مجھے دیا میرے شوہر نے پھر تھوڑے عرصہ مین اسکو تلف کر ڈالا، میرے بھائی صخر نے میری ناداری و تنگدستی کو دیکھ کر افسوس کیا اور اُسنے پھر اپنے مال کے دو حصے کیے جو عمدہ حصہ تھا وہ منتخب کرکے مجھے دیا۔ اسکی بیوی نے اپنے شوہر سے کہا کہ تم اول خنسار کو اپنا مال دیتے ہوا اور وہ بھی منتخب کرکے یہ آخر کب تک ایسا ہوتا رہیگا۔ اور اُس کے شوہر کا یہ حال ہے کہ وہ برابر تمام مال قمار بازی مین صرف کرتا جاتا ہے۔

صخر نے اسکے جواب مین اپنی بیوی کو یہ شعر پڑھکر سنائے[۱]،

واللہ لا امنحھا شرارھا | وھی حصان قد کفتنی عارھا
ولو ھلکت مزقت خمارھا | واتخذت من شعر صدارھا

خدا کی قسم مین اسکو مال کا بدترین حصہ نہین دونگا اور وہ عفیفہ ہے میرے لیے اُسکا عار و ننگ کافی ہے۔ (یعنی مین اُسکے عار و ننگ کا لحاظ رکھون یہ میرے لیے کافی ہے) اگر مین مرجاؤنگا تو وہ اپنی اوڑھنی کو (میرے غم مین) پھاڑے گی اور وہ (میرے سوگ مین) اپنے بالونکا صدار بنائے گی چنانچہ مین نے اسکی یادگار مین یہ سر بند باندھا ہے۔

وفات — خنسار نے جنگ قادسیہ کے کم و بیش سات سال بعد ۲۴ھ مین وفات پائی۔

ایک روایت مین یہ بھی آیا ہے کہ معاویہ بن سفیان کے زمانہ خلافت مین کسی بیابان کے اندر انھون نے انتقال کیا[۲]۔

---

[۱] اصابہ صفحہ ۵۵۲، و در المنثور صفحہ ۱۱۱ [۲] در المنثور صفحہ ۱۱۴

حضرت صفیہؓ

نام ونسب آپ کا نام صفیہ ہے اور نسب جو رسول اللہ صلعم کا ہے وہی انکا ہے کیونکہ یہ آنحضرت صلعم کی پھوپھی اور عبدالمطلب کی بیٹی تھیں اس رشتہ سے کہ آنحضرت صلعم کی والدہ کی سگی بہن ہالہ بنت وہب ان کی والدہ تھیں[1]

نکاح زمانہ جاہلیت میں ابوسفیان بن حرب کے بھائی حارث بن حرب سے ان کی شادی ہوئی جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا، حارث کی وفات کے بعد آپ عوام بن خویلد کے نکاح میں آئیں۔ ان سے تین لڑکے ہوئے، زبیر، سائب، عبدالکعبہ[2]

اسلام وہجرت رسول اللہ صلعم کی پھوپھیوں میں صرف انہیں کے لیے مورخین بالاتفاق اسلام لانے کا فیصلہ کر چکے ہیں گو حضرت اروی اور حضرت عاتکہ وغیرہ کو بھی ابن سعد نے اسلام لانیوالوں کے ذیل میں لکھا ہے لیکن حقیقت یہی ہے کہ سوائے ان کے عمات آنحضرت صلعم میں دوسروں کا اسلام لانا محقق نہیں ہے، ابن اثیر کا فیصلہ بھی یہی ہے[3]، اور یہ ایسی خصوصیت ہے جو ان کے شرف وامتیاز میں بہت کچھ اضافہ کرتی ہے،

ہجرت کے متعلق صرف اتنا معلوم ہے کہ انھوں نے حضرت زبیر کے ساتھ ہجرت کی۔ ابن سعد نے اس ذیل میں جو کچھ لکھا ہے وہ صرف یہ ہے کہ ھاجرت الی المدینۃ۔

عام حالات آپ کئی غزوات میں شریک ہوئیں۔ غزوۂ خندق میں انکا استقلال نسوانی جہارت کی حیرت انگیز مثال ہے۔

جب آنحضرت صلعم مجاہدین کے ساتھ جہاد کے لیے روانہ ہوئے تو عورتوں کو حضرت حسان کے ساتھ (ایک قلعہ میں جسکو اُطم اور فارع بھی کہتے ہیں، ٹھہرادیا، اور حضرت حسانؓ (مداح رسولؐ) کو حفاظت کے لیے متعین کر دیا۔

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۹۲ [2] طبقات ج ۸ ص ۲۷، [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۹۲،

یہ موقع ایسا تھا کہ عورتین تنہا تھین صرف حضرت حسان کی موجودگی چندان مفید ان نہ تھی اسلیے یہودیون نے میدان خالی دیکھ کر مسلمانون کی مشغولیت سے فائدہ اٹھانا چاہا چنانچہ ایک یہودی قلعہ کے دروازہ تک پہونچگیا اور کان لگا کر باتین سننے لگا کہ موقع پائے تو حملہ کرے، حضرت صفیہ نے دیکھ لیا چونکہ طبیعت کی دلیر تھین اسلیے فورًا حضرت حسان سے بولین، اُتر کر اسکو قتل کر ڈالو" انھون نے جواب دیا کہ اگر مین اس قابل ہوتا تو آنحضرت صلعم کے ساتھ نہ ہوتا" واقعہ یہ ہے کہ اس سے قبل حضرت حسان ایک مرض مین مبتلا رہ چکے تھے جس کی وجہ سے جسمانی کمزوری کے علاوہ دل بھی اتنا ضعیف ہوگیا تھا کہ اس قسم کی جرأت نہ کرسکے اور معذوری ظاہر کرنے لگے۔ بہرحال حضرت صفیہ کی جرات اس جواب سے کم نہ ہوئی یہ اٹھین اور ایک خیمہ کی چوب اکھاڑ کر یہودی کے سر پر دے ماری، یہ ضرب ایسی نہ تھی کہ خطا ہوتی یہودی اس کے صدمہ سے جانبر نہو سکا، اب یہ حضرت حسان سے مخاطب ہوئین کہ جاؤ اور اسکا سر کاٹکر قلعے کے نیچے یہودیون مین پھینک آؤ، حضرت حسان نے اسمین بھی عذر کیا، آخر یہ کام بھی حضرت صفیہ نے کیا جس سے یہودیون کو یقین ہوگیا کہ قلعہ پر حملہ کرنا خطرہ سے خالی نہین اور معلوم ہوتا ہے کہ یہان بھی کچھ فوج مسلمانون کی متعین ہے[1]

جنگ احد جنگ خندق سے پہلے ہوئی تھی، حضرت صفیہ جنگ احد مین بھی شریک ہوئین اور اس موقع پر بھی اپنی جرات کی قابل رشک مثال قائم کردی، عفان ابن مسلم کی روایت ہے کہ مسلمان کفار کی کثرت سے گھبرا کر آمادہ فرار تھے اور ایک طرح کی شکست ہو چکی تھی اس حالت مین حضرت صفیہ ہاتھ مین نیزہ لیے ہوئے آئین اور لوگون کو مار مار کر روکتی تھین اور غصہ مین کہتی جاتی تھین "تم رسول اللہ صلعم سے بھاگتے ہو" آنحضرت صلعم نے انکو دیکھا تو حضرت زبیر کو بلا کر ہدایت فرمائی کہ یہ حضرت حمزہؓ کی لاش نہ دیکھنے پائین کیونکہ نعش کی حالت بہت خراب تھی اور کسی طرح اس قابل نہ تھی کہ ایک عورت اور وہ بھی ماں جائی بہن دیکھ ضبط کرسکے حضرت زبیر بتعمیل ارشاد ان کے پاس آئے اور کہا "اماں! رسول اللہ صلعم آپ کو واپس ہونے کا حکم دیتے ہین" بولین کیون، مجھے تو معلوم ہوا ہے کہ میرے بھائی کو مثلہ کیا گیا ہے، خدا جانتا ہے کہ یہ مجھے پسند نہین تاہم مین ضرور صبر کرونگی اور انشاء اللہ ضبط سے کام لونگی، حضرت زبیر نے جو کچھ سنا تھا آنحضرت صلعم سے بیان کردیا یہ سُنکر آپ نے اجازت دے دی پھر حضرت صفیہ اپنے

---

[1] اصابہ جلد ۲ ص (۷۶۶)

سگے بھائی کی لاش پر آئین، جسم کے ٹکڑے اپنی آنکھون سے دیکھے مگر اتنا ضبط کیا کہ کچھ نہ بولین
اور صرف انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ کر دعائے مغفرت مانگنے لگین، جب یہ چلی گئین تو آنحضرت
صلعم کے حکم سے حضرت حمزہ دفن کیے گئے[1]

فضل وکمال صاحب درمنثور لکھتے ہین، کانت شاعرۃ فصیحۃ منقدمۃ عند جمیع العرب
بالقول والفعل والشرف والحسب والنسب، وہ ایک فصیح شاعرہ تھین اور تمام عرب کی
نزدیک قول، فعل، حسب، نسب اور بزرگی کے لحاظ سے خاص امتیاز کی مالک تھین،

جب عبدالمطلب کی وفات ہوگئی تو حضرت صفیہ نے اپنی بہنون اور بنی ہاشم کی عورتون کو بلاکر
ایک مجلس منعقد کی جسمین ہرایک نے مرثیے لکھے حضرت صفیہ کے مرثیے کے بعض اشعار یہ ہین،

ارقت لصوت نائحۃ بلیل	مین رات کو ایک نوحہ کرنے والی
علی سجل بقارعۃ الصعید	کی آواز سے روئی جو ایک مرد کریم پر
ففاضت عند ذالکم دموعی	رو رہی تھی۔ اور اس حال مین
علی خدی کمنحدر الفرید	میرے آنسو مسلسل موتیون کی طرح رخسار پر بہنے لگے
علی سجل کریم غیر وغل	ایسے مرد کریم کی (وفات پر) افسوس
لہ الفضل المبین علی العبید	کرتے ہوے جو بیہودہ نہ تھا اور اسکی بزرگی دور دور
وفیعر البیت ابلجہ ذی فضول	عیان تھی، وہ عالی خاندان کشادہ ابرو
وغیث الناس فی الزمن الجرود	صاحب فضائل اور قحط سالی مین لوگون کیلیے ابر تھا
فلو خلد امرؤ ولقدیم مجد	پس اگر انسان اپنی قدیم بزرگی کی وجہ سے
ولکن لا سبیل الی الخلود	ہمیشہ رہتا لیکن ہمیشگی کی کوئی صورت نہین
لکان مخلد اخرے اللیالی	تو اپنی فضیلت اور قدیم شرافت کی وجہ
لفضل المجد والحسب التلید	سے بہت زمانہ تک زندہ رہتا،

رسول اللہ صلعم کی وفات پر جو مرثیہ کہا ہے اسکے چند شعر یہ ہین۔

الا یا رسول اللہ کنت رجاءنا	یا رسول اللہ! آپ ہماری امید تھے
وکنت بنا برا ولم تک جافیا	آپ ہمپر احسان کرتے تھے ظالم نہ تھے
وکنت رحیما ہادیا ومعلما	آپ رحمدل، رہبر اور معلم تھے

[1] اسد الغابہ جلد ۵ صفحہ ۴۹۲،

يبكِ عليك اليوم من كان باكيا
فدى لرسول الله امى وخالتى
وعمى وخالى ثم نفسى وماليا
فلوان رب الناس ابقى بيننا
سعدنا ولكن امره كان ماضيا
عليك من الله السلام تحية
وادخلت جنات من العدن راضيا

آج ہر رونے والے کو آپ پر رونا چاہیے
رسول اللہ پر میری ماں، خالہ
چچا، اور ماموں قربان ہوں پھر میں
خود اور میرا مال بھی۔ کاش کہ خدا
ہمارے نبی کو زندہ رکھتا تو ہم کیسے خوش قسمت تھے
مگر اسکا حکم ہو کر رہتا۔
آپ پر اللہ کی طرف سے سلام ہو اور آپ
جنات عدن میں داخل ہوں،

حماسیات میں بھی ان کی شاعری بری نہ تھی، وہی جوش و خروش وہی الفاظ کا رکھ رکھاؤ، اور بندش کی وہی متانت جو حماسی شعرا کا خاصہ ہے، ان کے کلام میں بھی بڑی حد تک موجود ہے، مثلاً

الا من مبلغ عنى قريشا
ففيم الامر فينا والامار
لنا السلف المقدم قد علمتم
ولم توقد لنا بالغدر نار
وكل مناقب الاخيار فينا
وبعض الامر منقصة وعار

کوئی ہے! جو میری طرف سے قریش کو
پہونچادے کہ تم ہم پر کس بات میں حکومت کرتے ہو
ہمارے بزرگ بہت قدیم میں تمکو معلوم ہے
کہ ہمارے لیے فریب سے کبھی جنگ کی آگ
نہیں جلائی گئی۔
ہم میں تو تمام اوصاف نیکوں کے موجود
ہیں، اگرچہ بعض اخلاق نقصان عار پہونچاتی ہیں

حافظ ابن حجر نے اصابہ میں ایک شعر حضرت صفیہ کا حضرت حمزہ کے مرثیہ کے متعلق نقل کیا ہے جس سے انکی بلاغت و قدرت کلام کا اندازہ ہوتا ہے اس شعر میں جناب رسول اللہ صلعم کو مخاطب کرکے کہتی ہیں۔

انّ يومًا اتى عليك ليوم
كورت شمسه وكان مضيئا

آج آپ پر وہ دن آیا ہے جس میں آفتاب
سیاہ ہوگیا ہے حالانکہ اس سے پہلے وہ روشن تھا

بقول بعض مورخین حضرت صفیہ سے چند احادیث بھی مروی ہیں مگر یہ قول پایۂ تحقیق کو نہیں پہونچا

وفات ٧٣ سال کی عمر میں زمانہ خلافت حضرت عمر ہجرت کے بیسویں سال حضرت صفیہ نے وفات پائی بمقام بقیع مغیرہ بن شعبہ کے صحن میں دفن کی گئیں

---

[١] اشعار کا انتخاب درمنثور صفحہ ٢٦١ و ٢٦٢ سے ماخوذ ہے [٢] اصابہ جلد ٨ صفحہ ٢٧٤، [٣] استیعاب جلد ٢ صفحہ ٧٤٣،

حضرت فاطمہ بنت اسد

نام ونسب آپ کا نام فاطمہ ہے اور آپ کے والد کا نام اسد بن ہاشم بن عبد مناف تھا
چونکہ آپ نسبًا ہاشمیہ ہیں، اس لیے زیادہ نسب کی تحقیق غیر ضروری ہے[1]

نکاح آپ ابو طالب بن عبد المطلب کے نکاح میں تھیں انہیں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پیدا ہوئے، علامہ ابن عبد البر لکھتے ہیں، ھی اول ھاشمیۃ ولدت لھاشمی یہ پہلی ہاشمی عورت ہیں جن سے ہاشمی اولاد ہوئی[2]

اسلام وہجرت جب رسول اللہ صلعم نے دعوت اسلام پر اہل عرب کو متوجہ کیا تو تمام قبائل میں بنی ہاشم پیش پیش رہے اور اکثر مسلمان ہوئے، حضرت فاطمہ بھی انہیں میں تھیں، خود بھی اسلام لائیں اور علاوہ شوہر کے ان کی بعض اولاد بھی اس دولت سے شرفیاب ہوئی۔

خدا نے ان کو اسلام کے ساتھ ہجرت کا شرف بھی عطا کیا جب آپ مدینہ منورہ آئیں، تو حضرت علی رض کے ساتھ حضرت فاطمہ رض بنت رسول اللہ صلعم کی شادی ہوئی، چونکہ اہلبیت اطہار کی زندگی زخارف دنیوی سے معرا اور بالکل سادہ تھی اس لیے گھر کا سارا کام خود ہی کر لیا جاتا تھا، ملازم وغیرہ کا ذکر بھی نہ تھا، چنانچہ اس موقع پر حضرت علی رض نے اپنی والدہ سے خطاب کر کے کہا۔ کفی فاطمہ بنت رسول اللہ سقایۃ الماء والذھاب فی الحاجۃ ویکفک الداخل الطحن والعجن میں پانی بھروں گا اور باہر کا کام کروں گا اور فاطمہ بنت رسول اللہ چکی پیسنے اور آٹا گوندھنے میں آپ کی مدد کریں گی[3]

اخلاق وعادات آپ نہایت نیک مزاج اور شریف خصلت خاتون تھیں۔ رسول اللہ صلعم ان کی تعریف کیا کرتے تھے، چنانچہ ان کی وفات کے بعد آپ نے فرمایا "لم یکن احد بعد ابی طالب ابربی منھا" ابوطالب کے بعد ان سے زیادہ مجھ پر کوئی مہربان نہ تھا[4]

---

[1] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۷۰، [2] ایضًا، [3] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۵۱۷، [4] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۷۰

آنحضرت صلعم اکثر ان کے گھر آرام فرماتے اور ان کو دیکھنے تشریف لاتے تھے[1]

اولاد طالب، عقیل، جعفر، علی، آپ کی اولاد ترینہ اور ام ہانی، جمانہ اور ربطہ اولاد اناث[2]

وفات بعض کا خیال ہے کہ ہجرت سے پہلے فوت ہوئین، لیکن اسکو خیال سے زیادہ وقعت نہین صحیح یہ ہے کہ ان کی وفات ہجرت کے بعد ہوئی۔ آنحضرت صلعم نے اپنی قمیص مین کفنایا اور دفن کے بعد قبر مین لیٹ گئے۔ لوگون نے تعجب سے پوچھا تو فرمایا کہ ابو طالب کے بعد ان سے زیادہ کسی نے میرے ساتھ مہربانی نہین کی، اس لیے مین نے ان کو اپنی قمیص پہنائی کہ جنت مین انکو بہشتی لباس پہنایا جائے اور قبر مین لیٹ گیا تا کہ شدائد مین آسانی ہو[3]

در منثور مین لکھا ہے

وفاطمة هذه لها فضائل مشهورة و ماثر مشكورة مذكورة فى كتب التاريخ

یہی فاطمہ ہین جن کے فضائل و مآثر کتب سیر مین مذکور ہین[4]

S. Md. Mohsin Behari
4th year Science
Aligarh
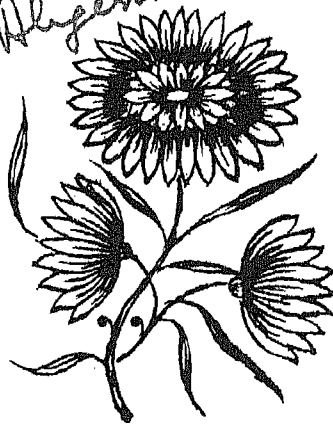
[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۶۱، [2] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۶۱، [3] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۷۴ و اسد الغابہ وغیرہ

[4] در منثور صفحہ ۳۵۹،

حضرت ام ایمن

نام ونسب برکہ نام ہے اور ام ایمن کنیت، سلسلہ نسب یہ ہے:- برکہ بنت ثعلبہ بن عمرو بن حصن بن مالک بن سلمہ بن عمرو بن نعمان آپ حبشیہ ہین اور آنحضرت صلعم کے والد حضرت عبداللہ کی کنیزون مین سے تھین، اُنھون نے وفات پائی تو یہ حضرت آمنہ کے پاس رہنے لگین۔ رسول اللہ صلعم کی حضانت وتربیت بہت زیادہ انہین سے متعلق تھی، جب رسول اللہ سن شعور کو پہونچے تو وراثۃً یہ بھی آپ کے حصہ مین آئین [۱]

عقد بنی حارث بن خزرج کے قبیلہ مین عبید ابن زید ایک شخص تھے، یہی ان کے شوہر تھے عبید نے جنگ حنین مین شہادت پائی تو آنحضرت صلعم نے زید بن حارثہ سے نکاح کردیا، حضرت ام ایمن کا یہ نکاح نبوت کے بعد ہوا [۲]

اسلام ان کے پہلے شوہر بھی مسلمان تھے اور دوسرے تو گویا مسلمانون مین خصوصیت سے ممتاز تھے کیونکہ آنحضرت صلعم کے آزاد کردہ اور محبوب غلام تھے اور سچ پوچھیے تو اسلام کو تو انھون نے گودیون مین کھلایا تھا۔

ہجرت اور عام حالات جن مسلمانون کو دو ہجرتون کا شرف حاصل ہوا انہین مین یہ بھی ہین یعنی مکہ سے ہجرت کر کے پہلے حبشہ گئین پھر وہان سے مدینہ واپس آئین، غزوہ احد اور غزوہ خیبر مین بھی شریک ہوئین غزوۂ احد مین حضرت ام ایمن نے پانی پلانے اور مریضون کی تیمارداری کرنے کی خدمت انجام دی تھی [۳]

آنحضرت صلعم احیانًا ام ایمن سے مزاح بھی فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ ام ایمن آئین اور آنحضرت صلعم سے کہنے لگین "مجھے سوار کر دیجیے، رسول اللہ نے پوچھا تمھین اونٹ کے بچے پر سوار کردون" ان کی سمجھ مین نہ آیا بولین "یا رسول اللہ وہ میرا بار نہ اٹھا سکیگا اور مین اسے تو نہین مانگتی

---

[۱] اسد الغابہ و صحیح مسلم وغیرہ، [۲] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۶۲، [۳] ایضاً صفحہ ۱۶۳

آپ نے جواب دیا میں تو تمھیں اونٹ کے بچہ ہی پر بٹھاؤنگا، یہ تھا آپ کا مزاح جسمین حشو و زوائد کا نام بھی نہ تھا اور یہ بھی آپ کی خوش طبعی جسکے متعلق محدثین کا اتفاق ہے، کان رسول اللہ صلعم یمزح و لا یقول الا حقا،

رسول اللہ صلعم نے انتقال فرمایا تو ام ایمن بہت رنجیدہ ہوئین اور رونے لگین لوگون نے سمجھایا تو بولین۔ مجھے یہ تو معلوم تھا کہ رسول اللہ صلعم سے مفارقت ہوگی، لیکن مین تو اسپر روتی ہون کہ اب ہم سے وحی آسمانی کا سلسلہ منقطع ہوگیا[۲]

صحیح مسلم مین ہے کہ اس موقع پر حضرت ابو بکر اور حضرت عمر تسلی دینے لگے کہ رسول اللہ صلعم کے لیے خدا کے پاس بہتر چیز موجود ہے تو کہا مجھے خوب معلوم ہے اور یہ رونے کا سبب بھی نہین اصلی سبب یہ ہے کہ اب وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا، یہ جواب اسقدر موثر تھا کہ حضرت ابو بکر و عمر بھی ضبط نہ کرسکے اور زار زار رونے لگے[۳]

جب حضرت عمرؓ شہید ہوئے تو حضرت ام ایمن رونے لگین اور کہا،

اَلْیَوْمَ وَھَنَ الْاِسْلَامُ، آج اسلام ضعیف ہوگیا،

آنحضرت صلعم کے پاس انصار کے دیے ہوئے بہت سے نخلستان تھے، جب بنو قریظہ اور بنو نضیر پر فتح حاصل ہوئی تو آپ نے وہ نخلستان واپس کرنا شروع کر دیے۔ ان مین سے کچھ باغ حضرت انس بن مالک کے بھی تھے جو آپ نے حضرت ام ایمن کو دے دیے تھے۔ حضرت انسؓ آئے تو ام ایمن نے ان باغون کی واپسی سے انکار کر دیا، آنحضرت صلعم نے یہ دیکھ کر ان کو باغ سے دس گنا زیادہ عطا فرمایا[۴]

اخلاق وعادات آنحضرت صلعم ان کی بہت تعریف کرتے تھے، اکثر ان کے گھر تشریف لاتے اور "امی" کہہ کر خطاب فرماتے، جب ان کی طرف نظر کرتے تو فرماتے ھذہ بقیۃ اھل بیتی[۵]

عبید بن زید کی وفات کے بعد آپ نے فرمایا

مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یَتَزَوَّجَ امْرَأَۃً مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَلْیَتَزَوَّجْ اُمَّ اَیْمَنَ، جو شخص جنت کی عورت سے عقد کرنا چاہے اسکو ام ایمن سے نکاح کرنا چاہیے[۶]

ایک مرتبہ آپ ان کے گھر تشریف لائے تو انھون نے شربت پیش کیا آپ روزہ سے

[۱] طبقات ج ۸ ص ۱۶۳ [۲] ایضاً، [۳] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۱، [۴] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۶۴، [۵] صحیح بخاری و طبقات ج ۸ ص ۱۶۳، [۶] طبقات ۸ ص ۱۶۲، ایضاً، [۸] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۱

تھے اسلیے متردد ہوئے اسپر ام ایمن بہت ناراض ہوئین[1]۔ غالبًا انکو معلوم نہ تھا اور آنحضرت صلعم نے اسکا اظہار غیر ضروری سمجھا تھا،

فضل وکمال حضرت ام ایمن نے احادیث کی، روایت بھی کی ہے جن بزرگون نے انکے سلسلہ سے روایت کی ہے ان مین سے بعض یہ ہین، حضرت انس بن مالک، حنش ابن عبداللہ صنعانی ابویزید مدنی،

اولاد ان کی اولاد مین پہلے شوہر سے ایمن تھے دوسرے سے اسامہ۔ دونون صحابی تھے، حضرت اسامہ کو صحابہ مین بڑا رتبہ حاصل تھا اور وہ آنحضرت صلعم کو بہت عزیز تھے،

وفات حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت مین انتقال کیا، ابن اثیر نے آنحضرت صلعم کے پانچ یا چھ ماہ بعد انکا زمانہ انتقال بتلایا ہے جو کسی طرح صحیح نہین۔ صحیح یہی ہے کہ انھون نے حضرت عثمان کے زمانہ خلافت مین وفات پائی[2]،

[1] صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۴۱ [2] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۶۴،

اسماء بنت یزید

نام ونسب نام اسماء، ام سلمہ کنیت، نسب یہ ہے، اسماء بنت یزید بن اسکن بن رافع بن امرء القیس بن زید بن عبد الاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس[1]

اسلام اور بیعت ان کے اسلام کے متعلق صرف اتنا معلوم ہے کہ ہجرت کے بعد مسلمان ہوئیں بیعت کا واقعہ البتہ تفصیل سے آیا ہے، جو قبول اسلام کے بعد ہی پیش آیا۔ آنحضرت صلعم صحابہ کی جماعت میں رونق افروز تھے، اسماء آئیں اور حسب ذیل تقریر کی رسول اللہ پر میرے ماں باپ قربان ہوں میں مسلمان عورتوں کی طرف سے پیغام لیکر آئی ہوں، اللہ نے آپ کو مرد عورت سب کی ہدایت کے لیے بھیجا ہے، ہم آپ کے پیرو ہیں اور آپ پر ایمان لائے ہیں ہم میں اور مردوں کی حالتیں بہت فرق ہے، ہم لوگ اپنے گھروں کی چار دیواری میں محصور رہیں اور تمھاری اولاد کی پرورش کرتے ہیں، تم لوگ مرد ہو جمعہ اور نماز جماعت و نماز جنازہ میں حاضر ہوسکتے ہو، حج کو جاتے ہو اور سب سے زیادہ یہ کہ خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہو ہم ان موقعوں پر تمھاری اولاد کو پالتے ہیں تمھارے اموال کی حفاظت کرتے ہیں کپڑوں کے لیے چرخہ کاتتے ہیں تو کیا ہم تمھارے ساتھ اس اجر و ثواب میں شریک نہونگے؟

آنحضرت صلعم یہ سنکر صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "کیا تم نے دین کے متعلق کسی عورت سے ایسی گفتگو سنی ہے، لوگوں نے عرض کیا ہمکو گمان بھی نہ تھا کہ ایک عورت بھی ایسا سوال کرسکتی ہے، آپ نے اسماء سے فرمایا" اگر عورت اپنے شوہر کی رضا جوئی اور اس کی موافقت و فرمانبرداری کرتی ہے اور فرائض زوجیت ادا کرتی ہے تو اسکو بھی مرد کے برابر ثواب ملیگا"[2]

عورتوں کے اس وفد میں جسکی پیشرو حضرت اسماء تھیں ان کی خالہ بھی شریک تھیں جو ہاتھوں میں سونے کے کنگن اور انگوٹھیاں پہنے تھیں آپ نے فرمایا "اس زیور کی زکوٰۃ دیتی ہو

---

[1] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۲۶، [2] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۳۹۹

برہین "نہین" فرمایا تو کیا تم یہ پسند کرتی ہو کہ خدا انکو آگ کے کنگن اور انگوٹھیان پہنائے، حضرت اسمار نے اپنی خالہ سے کہا "خالہ انکو اتار دو" انھون نے فوراً سب چیزین اتار کر پھینکدین، پھر حضرت اسمار نے کہا یا رسول اللہ ہم زیور نہ پہنینگے تو شوہر کی نظر مین بے وقعت ہوجائین گے "فرمایا" تو چاندی کا زیور بنواؤ اور اسپر زعفران مل لو کہ سونے کی جھلک پیدا ہوجائے" ان باتون کے بعد بیعت کا وقت آیا تو آنحضرت صلعم نے چند اقرار کرائے حضرت اسمار نے کہا یا رسول اللہ ہم آپ سے بیعت کرتے ہین اپنا ہاتھ بڑھایئے" ارشاد ہوا کہ "مین عورتون سے مصافحہ نہین کرتا"[1]

عام حالات آپ آنحضرت صلعم کی خدمت مین اکثر حاضر رہتی تھین ایکمرتبہ ان کے سامنے آپنے دجال کا ذکر فرمایا، کثرت آہ و بکا سے کہرام مچگیا، آنحضرت صلعم اٹھ کر چلے گئے دوبارہ تشریف لائے تب بھی یہی حالت تھی فرمایا "کیون روتی ہو" حضرت اسمار نے کہا ہماری تو یہ حالت ہے کہ لونڈی آٹا گوندھنے بیٹھتی ہے، ہمکو سخت بھوک ہوتی ہے، وہ پکا کر فارغ نہین ہوتی کہ ہم بیتاب ہوجاتے ہین، دجال کے زمانہ مین جب قحط پڑیگا تو کیونکر صبر کرسکینگے، فرمایا اس دن تسبیح اور تکبیر بھوک سے بچائیگی، پھر ارشاد ہوا کہ آہ و زاری کی ضرورت نہین مین اسوقت تک زندہ رہا تو تم لوگون کی سپر رہونگا ورنہ میرے بعد خدا ہر مسلمان کی حفاظت کریگا"[2]

رخصتی کے وقت جن عورتون نے حضرت عائشہ رضہ کو سنوارا تھا حضرت اسمار بھی انہین شامل تھین، حضرت عائشہ کو حجلہ مین بٹھا کر رسول اللہ کو خبر کی، آپ ان کے پاس آکر بیٹھ گئے کسی نے دودھ پیش کیا تو تھوڑا سا نوش فرما کر حضرت عائشہ کو دیدیا، انھون نے شرم سے سر جھکا لیا تو حضرت اسمار نے ڈانٹا کہ رسول اللہ جو دیتے ہین لے لو، حضرت عائشہ نے کسی قدر لی لیا پھر آنحضرت صلعم کو واپس کر دیا، آپ نے اسمار کو دیا انھون نے پیالہ کو گھٹنے پر رکھ کر گردش دینا شروع کیا تاکہ جس طرف سے آنحضرت صلعم نے نوش فرمایا تھا اسی طرف سے وہ بھی پئین، اس کے بعد آپنے فرمایا کہ اور عورتون کو بھی دو" سب نے جواب دیا کہ "ہمکو اسوقت خواہش نہین ہے" فرمایا" بھوک کے ساتھ جھوٹ بھی"؟[3]

سنہ ۱۵ھ مین جب معرکہ یرموک پیش آیا تو حضرت اسمار نے خیمہ کی چوب سے رومیونکو قتل کر کے اپنی شرکت کا ثبوت دیا[4]

[1] مسند جلد ۶ ص ۴۶۱ و ۴۶۰ و ۴۵۴ و ۴۵۳، [2] ایضاً صفحہ ۴۵۳، [3] ایضاً ۴۵۸، [4] اصابہ ج ۸ ص ۱۳،

اخلاق علامہ ابن عبد البر لکھتے ہیں،

كانت من ذوات العقل والدين — وہ مذہب اور عقل دونوں اوصاف کی حامل تھیں

مہمان نوازی میں ممتاز تھیں، شہر بن حوشب ان کے گھر آئے، سامنے کھانا رکھا گیا تو انھوں نے انکار کیا، یہ آنحضرت صلعم کا ایک واقعہ بیان کرکے بولیں "اب تو انکار نہ کروگے"؟ شہر نے کہا "اماں اب ایسی غلطی نہ ہوگی"[۱]

آنحضرت صلعم کی خدمت بہت کرتی تھیں، ایک بار آپ کی اونٹنی کی مہار تھامے کھڑی تھیں کہ وحی نازل ہوئی، بیان کرتی ہیں کہ "وحی کا بار اتنا تھا کہ مجھے ڈر لگنے لگا کہ کہیں اونٹنی کے ہاتھ پاؤں نہ ٹوٹ جائیں"[۲]

فضل وکمال چند حدیثوں کی روایت ان کے فضائل میں امتیازی اضافہ ہے، راویوں کے نام یہ ہیں:-

شہر بن حوشب، محمود بن عمر انصاری، مہاجر ابن ابی مسلم، مجاہد، اسحاق ابن راشد، باعتبار کثرت روایت ان سب میں شہر بن حوشب کا درجہ سب سے بلند ہے،

اولاد اولاد وغیرہ کا کہیں حال نہیں معلوم ہوتا۔

وفات سنہ وفات کی بھی یہی صورت ہے لیکن یہ یقینی ہے کہ جنگ یرموک کے بعد آپ مدت تک زندہ رہیں،

[۱] استیعاب جزء ۲ صفحہ ۷۲۶، [۲] مسند جزء ۶ صفحہ ۴۵۸، [۳] ایضاً صفحہ ۴۵۵ و ۴۵۸،
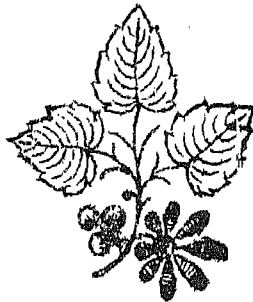
حضرت ام عمارہ

نام و نسب ان کا نام نسیبہ ہے مگر حسب رواج عرب بہ نسبت نام کے کنیت زیادہ مشہور ہے انصاریہ تھیں اور قبیلۂ خزرج کے خاندان نجار سے وابستہ، سلسلۂ نسب یہ ہے، نسیبہ بنت کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن النجار[1]

ولادت ہجرت سے تخمیناً چالیس سال پہلے مدینہ میں پیدا ہوئیں،

نکاح پہلا نکاح زید بن عاصم سے ہوا جو ان کے چچازاد بھائی تھے زید سے دو اولادیں ہوئیں عبداللہ اور حبیب، زید کے انتقال کے بعد غزیہ بن عمرو سے، عقد ہوا جس سے تمیم اور خولہ پیدا ہوئے[2]

اسلام اسلام ابھی اپنے قدموں پر کھڑا نہیں ہوا تھا، دنیا کے کان حق و صداقت کی آواز سے ہنوز غیر مانوس تھے، حضور رسالت مآب صلعم کی نہ تھکنے والی کوششیں برابر اپنے کام میں مصروف تھیں، یہ وہ وقت تھا کہ آپ اہل مکہ سے مایوس ہو چلے تھے تاہم چونکہ خدا کی رحمت سے توقع قائم تھی اس لیے تبلیغ برابر جاری تھی، اسی زمانہ میں مدینہ کے چھ آدمی آپ کا وعظ سن کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے دوسرے سال چھ کا اور اضافہ ہوا، اب آنحضرت صلعم نے حضرت مصعب بن عمیر کو ان بارہ مسلمانوں کے ساتھ مدینہ روانہ کیا کہ وہاں پہونچکر اشاعت و تبلیغ کی خدمت انجام دیں۔ المختصر گو اسلام کا سچا درد رکھنے والی جماعت کی کوشش یہاں تک کامیاب ہوئی کہ مدینہ کے بڑے بڑے سربرآوردہ لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے، انہیں میں حضرت ام عمارہ اور انکا خاندان بھی تھا، اسطرح حضرت ام عمارہ کو قبول اسلام میں دو شرف حاصل تھے، ایک تو سابقین اولین سے ہیں دوسرے انصاریہ ہیں،

عام حالات پہلا شاندار واقعہ جو حضرت ام عمارہ کی زندگی سے متعلق ہے بیعت عقبہ کی شرکت ہے، عقبہ گھاٹی کو کہتے ہیں، اس کی تفصیل یہ ہے کہ ارتقائے اسلام کے تیسرے سال تقریباً چھ

---

[1] اصابہ ج ۸ صفحہ ۲۰۹، [2] ایضاً،

مسلمان مدینہ سے حضور کی خدمت مین روانہ ہوئے اور حج کے دو تین دن گذرنے کے بعد رات کو پچھلے پہر ایک پہاڑی کی گھاٹی مین بہرہ اندوز نیاز ہوئے، سب نے دست مبارک پر بیعت کی اور عہد کیا کہ "حضور مدینہ تشریف لے چلیں ہم جان و مال اور اولاد سب اللہ کے دین کی مدد مین قربان کرینگے"، ان بیعت کرنیوالے مسلمانون مین دو عورتین بھی تھین ایک تو حضرت ام عمارہ دوسری ام منیع، جب عربہ بن عمرو حضرت ام عمارہ کے شوہر نے اس موقع پر ان دونون بیویونکو بلا کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ دو عورتین بھی ہمارے ساتھ بیعت کے لیے حاضر ہوئی ہین، تو فرمایا "مین نے جس عہد پر تمکو بیعت کیا ہے اسی پر ان سے بیعت لیتا ہون مصافحہ کی ضرورت نہین مین عورتون سے مصافحہ نہین کرتا"[۱]

سنہ ۳ھ مین جب اُحد کا معرکہ ہوا تو اسمین ام عمارہ بھی شریک تھین۔ اسی جنگ مین آنحضرت صلعم کے عم محترم جناب حمزہ اور بہت سے مشہور جان نثار صحابی شہید ہوئے مسلمانونکے دل ٹوٹ چکے تھے اور اب حضور کے پاس چند مسلمان جو تعداد مین دس سے زیادہ نہ ہونگے حفاظت کے لیے باقی رہ گئے تھے، انہین مین عربہ بن عمرو، ام عمارہ اور ان کے دو بیٹے عبداللہ اور حبیب بھی تھے[۲]

حضرت ام عمارہ اس نازک وقت سے پہلے بھی یعنی جب مسلمان فتحیاب تھے اور میدان جنگ مین استقلال سے مقابلہ کر رہے تھے بیکار نہ تھین اور برابر مشک مین پانی بھر کر لوگونکو پلا رہی تھین، اب آنحضرت صلعم کے لیے بالکل سینہ سپر تھین، جب کفار بڑھتے تو تیر اور تلوار سے روکتین، خود ان کا بیان ہے کہ مین اپنی ڈھال سے دشمنون کے حربے روکتی تھی اور یہ تدبیر کرتی تھی کہ جب کوئی سوار وار کرتا تو روک لیتی اور اسکے آگے بڑھتے ہی پیچھے سے ایسا ہاتھ مارتی کہ اسکے گھوڑے کا پانون کٹ جاتا اور وہ مع سوار کے زمین پر آ رہتا یہ دیکھ کر آنحضرت صلعم میرے بیٹے عبداللہ کو آواز دیکر امداد کے لیے بھیجدیتے پھر مین اور وہ دونون فوراً اس سوار کا خاتمہ کر دیتے[۳]

اس لڑائی مین ان کی والہانہ خدمات کا جب ذکر آتا تو آنحضرت صلعم فرماتے "مین غزوہ احد مین انکو برابر اپنے دائین بائین لڑتے دیکھتا تھا"، ابھی لڑائی ختم نہوئی تھی، کفار جوش پر تھے، یورش کرتے چلے آ رہے تھے کہ ایک کافر کے پتھر سے آپ کا دندان مبارک شہید

[۱] اسابہ ج ۲ صفحہ ۹۲۹، [۲] طبقات ج ۸ ص ۳۰۲، [۳] ایضاً،

ہوگیا، پھر ابن قمیہ نے تلوار کا وار کیا جس سے خود کے دو حلقے رخسار مبارک مین دھنس گئے اور خون ٹپکنے لگا، ام عمارہ نے یہ رنگ دیکھا تو بیتابی سے ابن قمیہ پر حملہ کیا جس کا کوئی اثر نہ ہوا کیونکہ وہ زرہ پہنے ہوئے تھا، پھر اس نے تلوار ماری تو ان کے کندھے پر زخم آیا اور غار پڑگیا[1]

ابن قمیہ تو بھاگ گیا مگر ان کے زخم کاری لگا تھا اسلیے خون مین نہاگئین، آنحضرت صلعم نے اپنے سامنے کھڑے ہوکر انکے زخم پر پٹی بندھوائی اور چند بہادر صحابہ کا نام لیکر فرمایا کہ واللہ آج ام عمارہ کا کارنامہ ان کے کارنامون سے بہت زیادہ اہم ہے، ام عمارہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ میرے لیے دعا فرمایئے کہ جنت مین آپ کے ساتھ ہون" آپ نے دعا کی تو بولین ما ابالی ما اصابنی من الدنیا، اب مجھے دنیا کی کسی مصیبت کی پروا نہین ہے[2]

اس ہنگامہ مین ام عمارہ نے اس بے جگری سے حصہ لیا کہ جب انکا بیٹا عبداللہ زخمی ہوکر بیٹھ گیا تو انھون نے خود مرہم پٹی کی اور زخم باندھکر بولین "جاؤ بیٹا اب لڑو" آنحضرت صلعم نے فرمایا، من یطیق ما تطیقین یا ام عمارۃ اے ام عمارہ جتنی طاقت تجھ مین ہے کسی مین کہان ہوتی ہے[3]

آنحضرت صلعم ان کی خدمات کی اتنی قدر فرماتے تھے کہ جب لڑائی ختم ہوئی اور سب لوگ واپس ہونے لگے تو آپ نے جب تک عبداللہ بن کعب مازنی کو بھیجکر ان کی خیریت دریافت نہ فرمالی اپنے گھر تشریف نہ لے گئے[4]

اکثر مستند ارباب سیر نے لکھا ہے کہ ام عمارہ جنگ احد کے علاوہ حدیبیہ، خیبر، اور حنین کی لڑائیون مین بھی آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھین، ابن سعد کا بیان ہے کہ انھون نے

شہدت احدا والحدیبیۃ	جنگ احد، حدیبیہ، خیبر،
وخیبر وعمرۃ القضیۃ وحنینا و	عمرۃ القضا، حنین، اور جنگ یمامہ
یوم الیمامۃ،	دیکھی تھی[5]

لیکن سوا یمامہ کے اور کسی جنگ مین ان کی شرکت کا حال نظر سے نہین گذرا، جنگ یمامہ کے متعلق جو کچھ معلوم ہوسکا کسیقدر تفصیل سے ہدیہ ناظرین ہے،

آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد اہل یمامہ کا سردار مسلیمہ کذاب جو بڑا ظالم اور زبردست شخص تھا مرتد ہوگیا۔ اس کے قبیلہ مین تقریباً چالیس ہزار آدمی لڑنے والے تھے سب اسکے

[1] ایضاً صفحہ ۳۰۱ و سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۸۴ [2] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۰۳، [3] ایضاً ۳۰۲ [4] ایضاً [5] ایضاً صفحہ ۳۰۱

ساتھ ہوگئے، چنانچہ اسنے اپنی قوت کے گھمنڈ مین نبوت کا دعوی کردیا اور سب سے اپنے آپکو نبی کہلوانے لگا، جو انکار کرتا اسکو طرح طرح کی تکلیفین پہونچاتا۔ حبیب بن زید حضرت ام عمارہ کے بیٹے عمان سے مدینہ آرہے تھے کہ مسلمہ کے ہاتھ لگ گئے، اس نے ان کو قبضہ مین لیکر کہا "تم گواہی دیتے ہو کہ محمد اللہ کے رسول ہین،" انھون نے کہا ہان"۔ بولا نہین یہ گواہی دو کہ مسلیمہ اللہ کا رسول ہے" انھون نے سختی سے انکار کیا تو اس نے ان کا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا دوبارہ پھر کہا پھر یہی جواب پایا تو دوسرا ہاتھ کاٹ ڈالا غرض اسکو اپنے دعوے پر اصرار رہا انکو اپنی صداقت پر، آخر اسنے ایک ایک کرکے تمام اعضا کاٹ ڈالے مگر اس مرد خدا نے جان دیدینا گوارا کیا اور رہ تسلیم و رضا سے قدم نہ ہٹایا۔ یہ واقعہ حضرت ام عمارہ نے سُنا تو سینہ پر صبر کی سل رکھی اور دلمین ٹھان لی کہ اگر مسلمانون نے لشکر کشی کی تو اس مرتبہ ظالم کو انشاءاللہ مین خود اپنی تلوار سے لقمۂ موت بناؤنگی[1]

مسلیمہ کی ان چیرہ دستیون کی اطلاع حضرت ابوبکرؓ کو ہوئی تو انھون نے فتنۂ ارتداد کی بیخکنی کے لیے حضرت خالد بن ولید کو چار ہزار فوج دیکر روانہ کیا، ام عمارہؓ نے اس موقع کو غنیمت جانا اور حضرت خلیفۃ المسلمین سے اجازت لیکر ساتھ ہولین مقابلہ ہوا اور سخت ہوا، مسلیمہ بہت استقلال سے لڑا، بارہ سو مسلمان شہید ہوے مگر حق ہمیشہ بلند ہوکر رہتا ہے، کفار اس سے کہین زیادہ مارے گئے کتب تاریخ مین ۸-۹ ہزار کی تعداد لکھی ہے، اس ہنگامہ مین حضرت ام عمارہ نے مسلیمہ کو تاک لیا، اپنی برچھی اور تلوار سے صفین چیرتی اور زخم پر زخم کھاتی مسلیمہ کے قریب پہونچین، یہان تک پہونچنے مین نیزے اور تلوار کے گیارہ زخم آئے اور ایک ہاتھ بھی کلائی سے جدا ہوگیا مگر جبین تحمل پر شکن نہ آئی اور آگے بڑھین کہ مسلیمہ پر وار کرین کہ اتنے مین ایک ساتھ دو تلوارین مسلیمہ پر پڑین اور وہ کٹ کر گھوڑے سے گر پڑا، غور سے دیکھا تو آپ نے عبداللہ کو پاس کھڑا پایا پوچھا تونے اسکو قتل کیا ہے" جواب دیا " ایک تلوار میری پڑی ہے دوسری وحشی کی، اب معلوم نہین کہ کس کے وار سے اسکی موت آئی" ام عمارہ بہت خوش ہوئین اور اسی وقت سجدۂ شکر ادا کیا۔

چونکہ زخم بہت سے تھے، ہاتھ بھی کٹ چکا تھا اسلیے بہت کمزور ہوگئی تھین، حضرت خالد بن ولید امیر لشکر نے جو ان کی شجاعت و بزرگی کے قائل تھے اور ان کا بہت ادب کرتے تھے

[1] جنگ یمامہ کا تمام بیان خواتین مطبوعہ علیگڈھ سے ماخوذ ہے اگرچہ حوالہ مناسب ہو تو اپنی یاد کر سیرۃ وغیرہ کسی تاریخ سے لیا ہے

نہایت غور و پرداخت سے ان کی تیمارداری کی اور علاج میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا، چنانچہ جب یہ اچھی ہوگئیں تو حضرت خالد کی تعریف میں کہتی تھیں "وہ نہایت بہادر دا کریم النفس اور متواضع سردار ہیں انھوں نے بڑی غمخواری کے ساتھ ہماری تیمارداری کی"[1]

اخلاق ایک بہادر اور دلیر عورت کے اخلاق کا کیا پوچھنا۔ بہادری خود ایسا مستقل وصف ہے جو بہت سے اصناف اخلاق پر حاوی ہے، لیکن اگر تفصیل ہی کی ضرورت ہو تو پھر اور واقعات بھی ہیں جن سے اس عنوان پر بڑی حد تک روشنی پڑتی ہے۔

آنحضرت صلعم ان کے پاس آئے تو انھوں نے کھانا پیش کیا رسول اللہ نے فرمایا، تم بھی کھاؤ" بولیں" میں روزہ سے ہوں، ارشاد ہوا ان الصائم اذا اکل عندہ صلت علیه الملئکۃ روزہ دار کے پاس کچھ کھایا جائے تو فرشتے اسپر درود پڑھتے ہیں[2]

یہ تو آنحضرت صلعم کی محبت کا حال تھا آپ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی انکے دیکھنے ان کے گھر آیا کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ان کا احترام بہت ملحوظ رہتا تھا۔ چنانچہ ان کے زمانہ خلافت میں ایکمرتبہ مال غنیمت میں کچھ بیش قیمت کپڑے آئے ان میں ایک دوپٹہ زرکار نہایت قیمتی تھا۔ بعض نے یہ رائے دی کہ یہ دوپٹہ آپ کے بیٹے عبداللہ کی بیوی کو دیا جائے بعض نے کہا کہ آپ کی بیوی کلثوم بنت علی رض کو، حضرت عمرؓ نے فرمایا "میں سب سے زیادہ حقدار ام عمارہ کو سمجھتا ہوں انہیں کو دونگا کیونکہ رسول اللہ صلعم سے میں نے احد کے دن سنا تھا،" ما التفتُ یوم احد یمیناً ولا شمالاً الا واراھا تقاتل دونی میں جدہر نظر ڈالتا تھا ام عمارہ ہی ام عمارہ لڑتی نظر آتی تھیں" چنانچہ دوپٹہ انہیں کے پاس بھیجدیا۔

فضل وکمال انھوں نے آنحضرت صلعم سے چند احادیث بھی روایت کی ہیں جنہیں انکے سلسلہ سے عباد بن تمیم بن زید، حارث بن عبداللہ بن کعب، عکرمہ اور لیلی نے روایت کیا ہے[3]

وفات ان کا سنہ وفات غیر معلوم ہے مسیلمہ کذاب کی جنگ کے بعد تک انکا زندہ رہنا ثابت ہوتا ہے اسکے آگے نہیں معلوم کب تک زندہ رہیں۔

---

[1] طبقات ج ۸ ص ۳۰۴ [2] اصابہ ج ۲ ص ۹۲۰ [3] ایضاً

ام حرام بنت ملحان

نام و نسب ام حرام کنیت ہے، نام معلوم نہین، بنی خزرج کے خاندان نجار سے تھین ان کا نسب یہ ہے:- ام حرام بنت ملحان بن خالد بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار۔ ان کی والدہ مُلیکہ تھین جو مالک بن عدی بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار کی بیٹی تھین۔ اس رشتہ سے حضرت ام حرام حضرت ام سلیم کی بہن اور حضرت انس رض کی خالہ ہوئین[1]

نکاح صرف تہذیب مین لکھا ہے کہ ان کے پہلے شوہر عمرو بن قیس انصاری تھے[2] ورنہ عام کتابون سے حضرت عبادہ بن صامت کا شوہر ہونا معلوم ہوتا ہے، جو بڑے جلیل القدر صحابی تھے ابن سعد کا خیال ہے کہ پہلے عبادہ بن صامت کے نکاح مین تھین پھر عمرو بن قیس کی زوجیت مین آئین[3] اور یہ صحیح نہین کیونکہ مستند کتب سیر سے عبادہ بن صامت کا آخر شوہر ہونا مفہوم ہوتا ہے۔

عام حالات آنحضرت صلعم نے ان کے شہید ہونے کی خبر دی تھی جسکا تفصیلی واقعہ یون ہے کہ ایک دن آپ ان کے گھر تشریف لائے اور کھانا کھا کر آرام فرمایا تو ام حرام نے جوئین دیکھنی شروع کین آپ پر غنودگی طاری ہوئی تھوڑی دیر کے بعد مسکراتے ہوئے اٹھے تو فرمایا مینے خواب دیکھا ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ سمندر مین غزوہ کے ارادے سے سوار ہین، ام حرام بولین یا رسول اللہ میرے لیے دعا فرمایئے کہ مین بھی انمین شامل ہون، آپ نے دعا کی اور پھر سوگئے، کچھ دیر کے بعد پھر مسکراتے ہوئے اٹھے اور وہی خواب بیان فرمایا، ام حرام نے بھی پھر دعا کی درخواست کی تو ارشاد ہوا کہ تم اونہین مین سے ہو[4]

---

[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۸ و ۳۱۰، [2] تہذیب ج ۱۲ صفحہ ۴۶۲، [3] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۶۸، [4] ایضاً و اسد الغابہ ج ۵ و زرقانی ج ۱ صفحہ ۶۶

ایفائے تعبیر اور وفات اسکے بعد ہی حضرت ام حرام کا عقد حضرت عبادہ بن صامت رضؓ سے ہوا،
۲۸ھ میں بزمانہ خلافت حضرت عثمان غنی رضؓ امیر معاویہؓ نے جو شام کے حاکم تھے جزائر قبرس
پر حملہ کرنے کی اجازت حاصل کی اور حملہ آور دن کا ایک بیڑا تیار کیا جسمیں حضرت ابو ذرؓ، ابو درداؓ
عبادہؓ بن صامت اور بہت سے صحابہ شامل تھے ام حرام بھی عبادہ بن صامت کے ہمراہ تھیں
فتح قبرس کے بعد جب لوگ واپس ہونے لگے تو ام حرام بھی سواری پر چڑہیں لیکن جانور نے
چڑھنے نہ دیا اور زمین پر گرا دیا، چوٹ اتنی سخت آئی تھی کہ جانبر نہ ہوئیں مجبوراً وہیں دفن
کر دی گئیں[1]

فضل وکمال اور نیک بیویوں کی طرح انکو بھی روایت حدیث کا شرف حاصل تھا حضرت انس،
عمرو ابن اسود، حضرت عبادہ بن صامت، عطار بن لیسار، یعلی بن شداد بن اوس نے ان کی
سماعت پر اعتماد کیا ہے اور ان کے سلسلہ سے حدیث بیان کی ہے[2]

صاحب اسدالغابہ نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم ان کی عزت کرتے تھے، انکو دیکھنے تشریف
لاتے اور ان کے پاس آرام فرماتے تھے[3]

اولاد میں تین لڑکے چھوڑے، پہلے شوہر سے، قیس، عبداللہ اور حضرت عبادہ سے
محمد[4]

[1] اسدالغابہ ج ۵ صفحہ ۵۷۵ [2] اصابہ ج ۸ صفحہ ۱۸۹ [3] اسدالغابہ ج ۵ ص ۵۷۴ [4] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۸

حضرت سمیہ بنت خباط

نام ونسب سمیہ نام ہے خباط کی بیٹی ہین، حضرت عمار ابن یاسر مشہور صحابی کی والدہ تھین اس سے زیادہ نسبی حالات معلوم نہین ہوتے[۱]

نکاح حضرت سمیہ ابو حذیفہ بن مغیرہ مخزومی کی کنیز تھین، انہین کے حلیف یاسر بن عامر عنسی سے نکاح ہوا، جب حضرت عمار کی ولادت ہوئی تو ابو حذیفہ نے انکو آزاد کر دیا[۲]

اسلام حضرت سمیہ کا اسلام ان لوگون کے مثل تھا جو اسلام کے لیے ہر قسم کی تکالیف اپنے لیے راحت سمجھتے تھے اور اپنی تعداد کے اعتبار سے بہت تھوڑے تھے۔ ابن اثیر اور حافظ ابن حجر وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت سمیہ اسلام لانے والون مین ساتوین خاتون تھین اور یہ پہلی بیوی ہین جو حق کی خاطر طرح طرح کی تکلیفون کا نشانہ بنین اور نہایت صبر وضبط کے ساتھ راہ الٰہی مین شہید ہوئین[۳]

مشرکین ان کو صرف اسلیے کہ مسلمان ہوگئی تھین، لوہے کی زرہ پہنا کر مکہ کی جلتی ریت پر دھوپ مین کھڑا کرتے تھے مگر ان کے عزم واستقلال مین فرق نہ آتا تھا، آنحضرت صلعم اسطرف سے گذرتے اور حضرت عمار، انکی والدہ اور والد کو اس حال مین دیکھ کر فرماتے صبر کرو اے آل یاسر، تمھارے لیے جنت ہے[۴]

وفات دن تو اس طرح گذرجاتا شام کو کچھ آرام ملتا۔ ایکدن رات کو گھر آئین تو ابو جہل نے گالیان دینے دیتے غصہ مین برچھی پھینک ماری جس سے حضرت سمیہ جان بحق تسلیم ہوگئین[۵]

حضرت عمار کو اپنی والدہ کی اس مرگ بیکسی پر سخت صدمہ ہوا آنحضرت صلعم کی خدمت مین آئے اور کہا "یا رسول اللہ اب تو مظالم کی حد ہوگئی، آپ نے صبر کی تلقین کی

[۱] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۵۹، [۲] ایضاً، [۳] ایضاً صفحہ ۷۶۰ واسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۸۱ [۴] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۸۱، [۵] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۶۰

اور فرمایا اللھم لا تعذب احدا من آل یاسر بالنار، اے اللہ آل یاسر کو دوزخ سے بچا"[۱]

حضرت سمیہ بہت ضعیف اور کبیر السن تھین۔ اسلام بھی اسی عمر مین لائین۔ انکی شہادت کے بعد جنگ بدر مین جب ابوجہل مارا گیا تو آنحضرت صلعم نے حضرت عمار سے فرمایا قتل اللہ قاتل امک اللہ نے تمھاری ماں کے قاتل سے بدلہ لے لیا[۲]

حضرت سمیہ کی شہادت ہجرت نبوی سے قبل واقع ہوئی اسلیے ان کے سب سے پہلے شہید ہونے مین کس کو کلام ہو سکتا ہے۔

[۱] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۶۷، [۲] طبقات ج ۸ ص ۱۹۳،
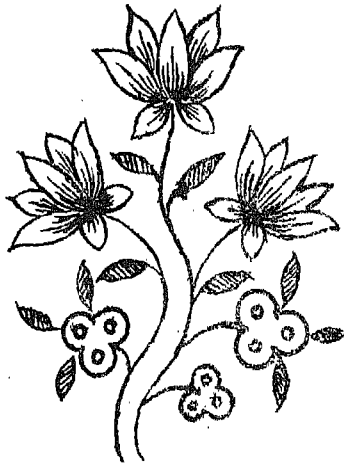
شیماء السعدیہ بنت حارث

نام ونسب نام حذافہ ہے، عرفیت خیمار یا شیما، بہ نسبت نام کے عرفیت زیادہ مشہور ہے حارث بن عبد العزی بن رفاعہ کی بیٹی تھین اور آنحضرت صلعم کی رضاعی بہن[1]

عام حالات اور اسلام پہلے آنحضرت صلعم کو اپنی والدہ سعدیہ کے ساتھ کھلایا کرتی تھین اور ساتھ رہتی تھین آپ کے سن شعور تک پہونچنے سے قبل اپنے قبیلہ مین چلی گئین۔ جب ترقی اسلام کے اسباب رونما ہوئے اور مجاہدین کی ایک جماعت بنی ہوازن پر حملہ آور ہوئی تو مال غنیمت اور فتوحات کے ذیل مین شیما بھی ہاتھ آئین، جب آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئین تو کہا یا رسول اللہ، مین آپ کی رضاعی بہن ہون،" اور ثبوت مین ایک علامت بتلائی جسکو ملاحظہ فرماکر آپ آبدیدہ ہوگئے، اور اپنی ردار مبارک بچھاکر اچھی طرح بٹھایا، پھر ارشاد ہوا "اگر تم میرے پاس رہنا چاہو تو عزت و آرام سے رہو اگر اپنے قبیلہ مین جانا چاہو تو مین وہین بھیجدون،" شیما نے اپنے قبیلہ مین جانا پسند کیا، اور اسیوقت اسلام لائین، آنحضرت صلعم نے انکو تین غلام، ایک لونڈی کچھ روپیہ اور بکری دیکر رخصت کیا[2]

محمد بن معلی نے کتاب ترقیص مین لکھا ہے کہ آپ بہت چھوٹے تھے، شیما آپ کو کھلایا کرتی تھین اور یہ شعر گاتی جاتی تھین،

یا ربنا ابق لنا محمدا	یا اللہ محمد کو زندہ رکھ یہان تک کہ ہم انکو
حتی اراہ یافعا وامردا	جوان دیکھین،
ثم اراہ سیدا مسودا	پھر ہم انکو ایک معزز سردار دیکھین
واکبت اعادیہ معا والحسدا	اس حال مین کہ ان سے حسد رکھنے والے
واعطہ عزا یدوم ابدا	دشمن سرنگون ہون۔ اے اللہ انکو عزت دوام عطا کر

کیا اچھی دعا تھی کہ بارگاہ الٰہی مین حرف بحرف قبول ہوئی، تاریخ وفات اور دیگر حالات پردۂ خفا مین ہین[3]

[1] اصابہ جزء ۸ صفحہ ۱۲۲، [2] استیعاب جزء ۲ صفحہ ۷۶۲، [3] اصابہ جزء ۲ صفحہ ۲۲۲،

ام ورقہ بنت عبداللہ

نام ونسب مورخین نے آپ کا نام کہین ظاہر کیا، کنیت ام ورقہ ہے، انصاریہ تھین، ابن اثیر اور علامہ ابن عبداللہ ان کا کوئی نسب نہین لکھتے اور اسمین اختلاف بتلاتے ہین۔ حافظ ابن حجر نے اصابہ مین یہ نسب لکھا ہے۔ ام ورقہ بنت عبداللہ بن حارث بن عویمر بن نوفل، ابن حجر کا یہ بھی خیال ہے کہ وہ اپنے جداعلےٰ سے منسوب تھین اور ام ورقہ بنت نوفل کہلائی جاتی تھین[۱]

اسلام غالباً ہجرت کے بعد مسلمان ہوئین اور رسول اللہ صلعم سے بیعت کی[۲]

عام حالات جنگ بدر کی تیاری ہونے لگی تو ام ورقہ نے آنحضرت صلعم سے درخواست کی کہ مجھے بھی شرکت کی اجازت دے دیجیے مریضون کی تیمارداری اور زخمیون کی خدمت کرونگی ممکن ہے خدا شہادت نصیب کرے۔ آپ نے فرمایا "تم گھر مین رہو خدا تمکو یہین شہادت عنایت کرے گا"[۳]

قرآن پڑھی ہوئی تھین اسلیے آنحضرت صلعم نے انکو ان کے گھر کی عورتون کا امام بنادیا تھا[۴] آنحضرت صلعم کی اجازت سے ایک موذن بھی مقرر تھا، وہ اذان دیتا تھا یہ امامت کرتی تھین۔ انھون نے ایک لونڈی اور ایک غلام سے وعدہ کیا کہ "میرے بعد تم آزاد ہو" ان دونون نے بغاوت پر کمر باندھی اور ان کے اس وعدہ سے قبل اسوقت فائدہ اٹھانا چاہا، ایک رات کو چادر ڈال کر ان کا کام تمام کر دیا۔ اور بھاگ گئے۔ صبح ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ نے لوگون سے کہا کہ آج خالہ ام ورقہ کے قرآن پڑھنے کی آواز نہین آئی، اسکے بعد آپ انکے گھر آئے تو دیکھا مکان کے ایک گوشہ مین چادر مین لپٹی ہوئی پڑی ہین۔ افسوس کیا اور فرمایا "خدا اور اسکے رسول نے سچ کہا تھا" پھر ممبر پر تشریف لائے، یہ خبر بیان کی اور

---

[۱] اصابہ ج ۴ صفحہ ۸۰۰، [۲] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۳۵، [۳] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۹۶، [۴] ایضاً،

حکم دیا کہ غلام اور لونڈی گرفتار کیے جاوین"، وہ قید ہو کر آئے تو حضرت خلیفۃ المسلمین کے حکم
سے دونون سولی پر لٹکا دیے گئے[1]

یہ پہلے مسلمان ہین جنکو مدینہ منورہ مین سولی دی گئی[2] آنحضرت صلعم ان کو دیکھنے تشریف
لایا کرتے اور انکو "شہیدہ" کہا کرتے تھے اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شہادت کے بعد
فرمایا، رسول اللہ صلعم سچ فرماتے تھے کہ آؤ شہیدہ کے گھر چلین[3]

ابن سعد نے لکھا ہے کہ ام ورقہ نے رسول اللہ صلعم سے حدیث بھی روایت کی ہے لیکن
اور کتابون مین اسکا کوئی ذکر نہین[4]

[1] اصابہ ج ۲ صفحہ ۹۸۱، [2] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۳۵ و استیعاب وغیرہ [3] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۶۲۶
[4] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۳۵،

ام معبد بنت خالد

نام و نسب نام عاتکہ ہے، ام معبد کنیت، خنیس ابن خالد کی بہن تھین، سلسلۂ نسب یہ ہے، ام معبد بنت خالد بن خلیف بن منقذ بن ربیعہ بن اصرم بن خبیس بن حرام بن حبیشہ بن سلول بن کعب بن عمرو[1] آپ بنی خزاعہ سے تھین۔

نکاح تمیم ابن عبد العزی ابن منقذ ان کے چچیرے بھائی تھے انہین سے نکاح ہوا۔

عام حالات یہ ام معبد وہی ہین جنکے ہان ہجرت کے موقع پر رسول اللہ صلعم نے قیام فرمایا تھا۔ ان کا مکان مُقام قُدید مین تھا۔ جسوقت رسول اللہ صلعم آخر شب دوشنبہ یا سہ شنبہ کے دن صبح کے وقت غار سے قدید مین تشریف لائے۔ تو اسفل مکہ سے ایک آواز سُنائی دی مرد، عورت اور لڑکے وغیرہ صاحب آواز کی تلاش مین دور تک چلے آئے مگر کوئی نظر نہ آیا، وہ آواز یہ تھی،

جزی اللہ رب الناس خیر جزائہ	اللہ ان دونون رفیقون کو جزاے خیر دے جو
رفیقین قالا خیمتی ام معبد	ام معبد کے خیمون مین مقیم ہوے۔ وہ نیکی سے
هما نزلا بالبر و اغتدیا بہ	ٹھہرے اور وہ تو اسکے (نیکی) خوگر ہین تو جو شخص
فقد فاز من امسی رفیق محمد	محمد صلعم کا رفیق ہوا کامیاب ہوا بنی کعب کو
لیھن بنی کعب مقام فتاتھم	ایسی لڑکیان مبارک ہون جنکا مکان مسلمانو نکی
و مقعدھا للمسلمین بمرصد	جائے پناہ ہے۔

آنحضرت صلعم ام معبد کے یہان رونق افروز ہوئے تو آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر ان کا غلام اور عبد اللہ بن اریقط بھی تھے ام معبد نے ایک بکری ذبح کرنے کی غرض سے پیش کی جو دودہ دیتی تھی آپ نے اُسکے تھن چھوے اور فرمایا اسکو نہ ذبح کرو ام معبد

[1] اصابہ ج ۲ صفحہ ۹۶۶ و طبقات ج ۸ صفحہ ۲۱۱،

دوسری بکری لائین اور اسکو ذبح کرکے آنحضرت صلعم اور آپ کے اصحاب کو کھانا کھلایا ناشتہ بھی ساتھ کردیا، ام معبد کا بیان ہے کہ جس بکری کے آنحضرت صلعم نے تھن دست مبارک سے مس فرمائے تھے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت تک ہمارے پاس رہی یہ ہجرت کا اٹھارہوان سال تھا، ہم اسکو صبح وشام دوہا کرتے تھے اور اسکا دودھ کھاتے تھے۔

بروایت محمد ابن عمر، ام معبد اسی زمانہ مین مسلمان ہو چکی تھین جب آنحضرت صلعم کی زیارت سے مشرف ہوئین، بعض کا یہ قول ہے کہ اسکے بعد آئین اور اسلام لاکر شرف بیعت حاصل کیا[1]

وفات وغیرہ کے واقعات معلوم نہین۔

[1] ام معبد کا تمام بیان طبقات ج ۸ صفحہ ۲۱۲ مطبوعہ یورپ سے ماخوذ ہے،

زینب بنت ابو معاویہ

نام ونسب زینب نام، رائطہ لقب، خاندان ثقیف سے تھین، نسب یہ ہے۔ زینب بنت عبداللہ ابو معاویہ بن معاویہ بن عتاب بن اسعد بن عامرہ بن حطیط بن جشم بن ثقیف[1]

نکاح حضرت عبداللہ بن مسعود سے نکاح ہوا جو نہایت جلیل القدر صحابی تھے،

عام حالات حضرت عبداللہ بن مسعود بہت تنگدست اور معاش کی طرف سے بے وسیلہ تھے چونکہ یہ دستکار تھین اسلیے یہی ان کی اور اولاد کی کفالت کرتی تھین، صدقہ کا ثواب سن چکی تھین اس کا بہت خیال رکھتی تھین ایک بار شوہر سے کہا "مین جو کچھ کماتی ہون تمکو اور تمھاری اولاد کو کھلا دیتی ہون صدقہ وخیرات کے اجر سے محروم ہون تمھین بتلاؤ اس مین میرا کیا فائدہ ہے؟ حضرت عبداللہ نے جواب دیا "تم اپنا فائدہ مدنظر رکھو، مین تمھارا نقصان نہین چاہتا، اب حضرت زینب آنحضرت صلعم کے پاس آئین اور عرض کیا کہ "مین دستکار ہون جو کچھ پیدا کرتی ہون، شوہر اور اولاد پر صرف ہو جاتا ہے، شوہر کا کوئی ذریعہ معاش نہین اس لیے مجھا جونکو صدقہ نہین دے سکتی ایسی صورت مین کیا کچھ ثواب ملسکتا ہے، آپ نے فرمایا "ہان تمکو انکی خبر رکھنا چاہیے[2]

قریب قریب اسی مضمون کی ایک روایت اور ہے جو صحیحین اور دیگر کتب احادیث مین آئی ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا۔

تَصَدَّقْنَ یَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ وَلَوْ مِنْ حُلِیِّکُنَّ اے بیویو! صدقہ کرو اگرچہ اپنے زیور ہی سے سہی،

یہ سُنکر زینب آنحضرت صلعم کے یہان پہونچین تو دروازہ پر انصار کی ایک عورت کو کھڑا پایا، اُسکا نام بھی زینب تھا اور وہ بھی اسی ضرورت سے آئی تھی جس ضرورت سے یہ آئی تھین لیکن رُعب کی وجہ سے اندر نہ جاتی تھی اتنے مین حضرت بلال آئے تو دونون نے کہا کہ آپ رسول اللہ صلعم سے جاکر یہ پیام کہہ دیجیے کہ دو عورتین دروازہ پر کھڑی ہین اور آپ سے پوچھتی ہین کہ اپنے

---

[1] اصابہ ج ۲ صفحہ ۶۱۲، [2] صحیح مسلم باب الصدقہ

شوہر اور خاندان کے یتیموں کو صدقہ دینے سے ثواب ملتا ہے یا نہین؟ مگر یہ کہ معلوم ہو کہ ہم کون ہین، حضرت بلال نے آنحضرت صلعم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا "وہ دونون کون ہین؟" کہا "ایک عورت انصار کی ہے اور دوسری زینبؓ" دریافت فرمایا "کونسی زینب"، بولے عبداللہ بن مسعود کی بیوی ارشاد ہوا

لھما اجران اجرالصدقة واجرالقرابت۔ ان کو دو ثواب ملینگے صدقہ کا اور قرابت کا[۱]

آنحضرت صلعم کی جناب مین انکو خصوصیت سے تقرب حاصل تھا اکثر آپ کے یہان آتی رہتی تھین ایکدن آپ کے سر کے جوئین دیکھ رہی تھین، مہاجرین کی اور عورتین بھی بیٹھی تھین ایک مسئلہ پیش ہوا تو یہ اپنا کام چھوڑ کر بولنے لگین آپ نے فرمایا "تم آنکھ سے نہین بولتی ہو، کام بھی کرو باتین بھی[۲]"

اولاد حضرت ابوعبیدہ ابن عبداللہ بن مسعود مشہور محدث انکے خلف رشید تھے،

فضل وکمال حضرت عبداللہ، جناب عمرؓ اور آنحضرت صلعم سے چند حدیثون کی روایت کی ہے، ان کے سلسلہ سے جن لوگون نے روایت کی ہے ان کے نام یہ ہین، ابوعبیدہ (انکے بیٹے) ان کے بھائی نام معلوم نہین، عمر بن حارث، بسر بن سعید، عبید بن سباق وغیرہ[۳]

[۱] اسدالغابہ ج ۵ صفحہ ۴۷۰ و استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۵۵، [۲] مسند ج ۶ صفحہ ۳۶۳، [۳] اصابہ ج ۸ صفحہ ۱۲۶،

ام عطیہ بنت حارث

نام ونسب نام نسیبہ تھا، اور ام عطیہ کنیت آپ انصار کے خاندان سے تھین، باپ کا نام حارث تھا اس سے زیادہ نسبی تحقیق نہ ہو سکی[۱]

اسلام ہجرت سے پہلے اسلام لائین، آنحضرت صلعم جب مدینہ مین رونق افروز ہوے تو انصار کی عورتون کو ایک مکان مین بیعت کے لیے جمع کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دروازہ پر بھیجا کہ ان شرائط پر بیعت لیں کہ شرکت نہ کرینگی - چوری اور زنا سے بچینگی - اولاد کو قتل نہ کرینگی، کسی پر بہتان نہ باندھین گی، اچھی باتون سے انکار نہ کرینگی، عورتون نے تسلیم کیا تو حضرت عمر نے اندر کی طرف ہاتھ بڑہایا اور عورتون نے اپنے ہاتھ باہر نکالے گویا یہ بیعت کی علامت تھی، اسکے بعد ام عطیہ نے پوچھا کہ اچھی باتون سے انکار کرنے سے کیا مراد ہے حضرت عمر نے فرمایا "نوحہ اور بین نہ کرنا"،[۲]

عام حالات حضرت ام عطیہ آنحضرت صلعم کے ساتھ ۷ غزوون مین شریک ہوئین، اور ہر غزوہ مین کھانا پکانے، سامان کی حفاظت کرنے، مریضون کی تیمارداری کرنے اور مجروحون کی مرہم پٹی کرنے کی شاندار خدمات انجام دین[۳]

حضرت زینب بنت رسول اللہ صلعم کی وفات ہوئی تو انہین ام عطیہ نے چند عورتون کے ساتھ انکو غسل دیا اور آنحضرت صلعم نے انکو نہلانے کی ترکیب بتلائی[۴]

عہد رسالت کے بعد خلافت راشدہ کے عہد مین حضرت ام عطیہ کا ایک لڑکا جو کسی غزوہ مین شریک تھا، بصرہ مین بیمار ہو کر آیا، حضرت ام عطیہ کو خبر ہوئی تو بعجلت مدینہ سے بصرہ آئین لیکن انکے پہونچنے سے ایک دن پہلے اسکا انتقال ہو چکا تھا، یہان آکر انھون نے

---

[۱] اصابہ ج ۲ صفحہ ۹۲۳، [۲] مسند ج ۶ صفحہ ۴۰۹، [۳] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۳۴ و صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۱۰۵

[۴] صحیح بخاری ج ۱ صفحہ ۱۶۸،

بنو خلف کے قصر مین بود و باش اختیار کی اور پھر بصرہ سے کہین نہ گئین تیسرے دن خوشبو منگا کر لی اور کہا کہ شوہر کے علاوہ اور کسی کے لیے تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرنا چاہیے[۱]

اخلاق آنحضرت صلعم کے احکام کی پوری تعمیل کرتی تھین نوحہ اور بین کرنے سے ہمیشہ پرہیز کیا بیعت کے وقت جب آپ نے نوحہ کی ممانعت فرمائی تو اسیوقت عرض کیا کہ فلان خاندان کے لوگ میرے یہان آکر رو چکے ہین مجھکو بھی انکے یہان رونا ضروری ہے، آپ اس خاندان کو مستثنیٰ کر دیجیے، آپ نے منظور فرمایا[۲]

جسطرح یہ آنحضرت صلعم سے بہت محبت کرتی تھین آپ بھی ان سے بہ محبت پیش آتے تھے ایک مرتبہ آپ نے انکے پاس صدقہ کی ایک بکری بھیجی تو انھون نے اسکا گوشت حضرت عائشہ کو بھی دیا آپ گھر مین تشریف لائے تو کھانے کی فرمائش کی حضرت عائشہ نے کہا اور تو کچھ نہین ہے البتہ جو بکری آپ نے ام عطیہ کے پاس بھیجی تھی اسکا گوشت رکھا ہے فرمایا لاؤ کیونکہ وہ مستحق کے پاس پہونچ چکی ہے[۳]

ام عطیہ کے تعلقات آنحضرت صلعم کے اعزہ کے ساتھ بھی خاص تھے، چنانچہ ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت علی ام عطیہ کے مکان مین کھانے کے بعد آرام کیا کرتے تھے[۴]

فضل و کمال استیعاب مین لکھا ہے۔

کانت من کبار نساء الصحابة رضوان اللہ علیہم اجمعین صحابیات مین انکا بڑا درجہ تھا[۵]

آنحضرت صلعم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث بھی روایت کی ہے، ان سے روایت کرنے والے حسب ذیل اصحاب ہین۔

حضرت انس، محمد معروف بہ ابن شیرین، حفصہ ابن سیرین، اسمعیل بن عبد الرحمن بن عطیہ، عبد الملک بن عمیر وغیرہ[۶]

غسل میت کے بارہ مین انکی حدیث خصوصیت سے مقبول ہے، بڑے بڑے صحابہ اور تابعین علماء بصرہ اس خصوص مین ان سے سند لیتے تھے[۷]

---

[۱] صحیح بخاری ج ۱ صفحہ ۱۷۰ و ۱۲۶، [۲] مسند ج ۶ صفحہ ۴۰۷، [۳] صحیح مسلم ج ۱ صفحہ ۴۰۱، [۴] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۳۴، [۵] استیعاب ج ۲ صفحہ ۸۰۰، [۶] اصابہ ج ۲ صفحہ ۹۲۴، [۷] استیعاب صفحہ مذکور

ربیع بنت معوّذ بن عفراءؓ

نام ونسب ‏ آپ کا نام ربیع ہے اور بنی خزرج کے قبیلہ نجار سے آپ کا تعلق تھا، انکا نسب یہ ہے
ربیع بنت معوذ بن حارث بن رفاعہ بن حارث بن سواد بن مالک بن غنم بن مالک بن نجار
ان کی ماں ام یزید تھیں جو قیس بن زعورا بن حرام ابن جندب بن عامر بن غنم کی بیٹی تھیں
اس بناء پر انکا ننہیال چار پانچ پشتون مین ددھیال سے ملجاتا ہے[1]
حضرت ربیع اور ان کے تمام بھائی اپنی دادی عفرار کی اولاد مشہور ہین[2]
اسلام اور بیعت ‏ ہجرت سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئین اور بیعت رضوان مین شریک ہوئین[3]
نکاح ‏ ایاس بن بکیر لیثی سے نکاح ہوا، صبح کو رسول اللہ صلعم ان کے گھر تشریف لائے
اور بستر پر بیٹھ گئے، اسوقت لڑکیاں دف بجا بجا کر شہداء بدر کے مناقب مین اشعار پڑھ رہی
تھین، اسی سلسلہ مین ایک لڑکی نے آنحضرت صلعم کی مثال مین یہ مصرعہ پڑھا۔

وفینا نبی یعلم ما فی غد ‏ ‏ اور ہم مین وہ نبی ہے جو کل کی خبر رکھتا ہے[4]

آپ نے فرمایا یہ نہ کہو وہی پڑھو جو پہلے پڑھ رہی تھین،
عام حالات ‏ جہاد مین اکثر شریک ہوئین اور آنحضرت صلعم کی ہمرکابی کا شرف حاصل کیا
ایسے موقعون پر بڑی تندہی سے کام کرتی تھین، مجاہدین کو پانی پلاتین، انکی خدمت کرتین
مقتولون اور مجروحون کو مدینہ لیجاتی تھین[5]
واقعہ حدیبیہ مین ان کی شرکت صراحتًا مذکور ہے، بیعت رضوان کا ذکر پہلے ہی
ہوچکا ہے۔
شوہر سے کسی بات پر مناقشہ ہوگیا آخر یہان تک نوبت آئی کہ حضرت ربیع نے اپنے

---

[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۲۴، [2] تہذیب التہذیب ج ۱۲ صفحہ ۴۱۹، [3] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۵۱، [4] ایضاً
وطبقات صفحہ مذکور، [4] صحیح بخاری ج ۲ صفحہ ۵۷۳، [5] اصابہ ج ۲ صفحہ ۵۷۵،

کہا کہ میرے پاس جتنی چیزیں ہیں سب مجھ سے لیکر دست بردار ہو جاؤ، چنانچہ جو کچھ پاس تھا سب دے دیا صرف ایک کرتہ جو پہنے تھیں رہنے دیا، انکو یہ بھی ناگوار تھا، حضرت عثمان کی عدالت میں دعوی کر دیا، چونکہ شرط واقعی تھی اور دعواے حق بجانب اسلیے حضرت عثمان نے فرمایا "تمکو شرط پوری کرنا چاہیے اور ان کے شوہر سے کہا "اگر تم چاہو تو ان کے جوڑا باندھنے کی دھجی تک تمھاری ہے [1]

بقول حافظ ابن حجر یہ واقعہ ۳۵ھ ہجری کا ہے [2]

اخلاق آنحضرت صلعم سے بہت محبت رکھتی تھیں، ایک بار وہ طبا قوں میں انگور اور چھوہارے لیکر گئیں تو آپ نے زیور یا سونا عنایت فرمایا [3]

آپ بھی اکثر ان کے گھر تشریف لیجاتے تھے [4] ایکمرتبہ آپ تشریف لائے اور وضو کے لیے پانی طلب فرمایا تو انھوں نے کھڑے ہو کر وضو کرایا [5]

حمیت مذہبی کا یہ حال تھا کہ اسماء بنت مخربہ ابو ربیعہ مخزومی کی بیوی جو عطر بیچا کرتی تھی ایک دفعہ چند عورتوں کے ساتھ ربیع کے گھر آئی اور انکا نام و نسب دریافت کرنے لگی، انھوں نے بتلایا چونکہ ربیع کے بھائی نے ابو جہل کو معرکہ بدر میں قتل کیا تھا اور اسماء قریشیہ تھی اس لیے بولی "تو تم ہمارے سردار کے قاتل کی بیٹی ہو" ان کو ابو جہل کے لیے سردار کی نسبت بہت بری معلوم ہوئی اور جواب دیا "سردار نہیں، میں تو غلام کے قاتل کی بیٹی ہوں" اسماء کو ابو جہل کی یہ توہین پسند نہ آئی جھنجلا کر بولی "مجکو تمھارے ہاتھ سودا بیچنا حرام ہے" انھوں نے بھی برجستہ جواب دیا "مجکو تم سے کچھ خریدنا حرام ہے کیونکہ سواے تمھارے عطر کے میں نے کسی عطر میں گندگی نہیں دیکھی" [6]

ابو عبیدہ بن محمد بن عمار ابن یاسر نے ان سے آنحضرت صلعم کا حلیہ پوچھا تو کہا یا بُنی لو رایتہ لقلت الشمس طالعۃ بیٹا! اگر تم نے آپ کو دیکھا ہوتا تو گویا آفتاب کو طلوع ہوتے دیکھا ہوتا [7]

فضل و کمال حضرت ربیع نے (۲۱) حدیثیں آنحضرت صلعم سے بیان کی ہیں، علمی

---

[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۲۸ [2] اصابہ ج ۲ صفحہ ۵۷۵ [3] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۵۲ [4] مسند ج ۶ صفحہ ۳۵۸ [5] ابو داؤد ج ۱ صفحہ ۱۳ [6] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۵۲ [7] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۵۲

حیثیت سے ان کا رتبہ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت ابن عباس، اور امام زین العابدین ان سے مسائل دریافت کرتے تھے۔ راویون مین جن بزرگون کے اسمار گرامی معلوم ہوسئے یہ ہین،

عائشہ بنت انس بن مالک، سلیمان بن یسار، ابوسلمہ بن عبدالرحمن، نافع، عبادہ بن الولید خالد بن ذکوان، عبداللہ بن محمد بن عقیل، ابو عبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر[1]

اولاد اولاد مین صرف محمد کا حال معلوم ہے[2]

سنہ وفات سے کتب سیر خالی ہین۔

[1] اصابہ ج ۲ صفحہ ۷۰۵، [2] ایضاً،
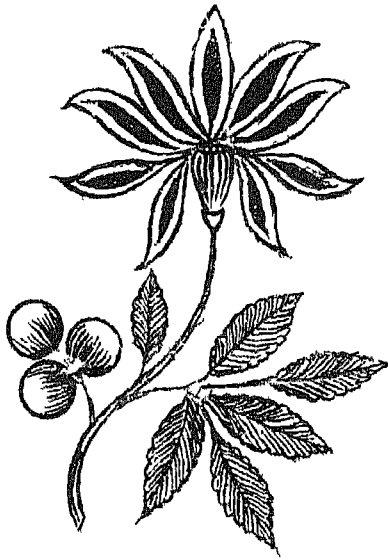
ام ہانی بنت ابی طالب

نام ونسب فاختہ نام ہے، آنحضرت صلعم کے چچا ابوطالب کی بیٹی تھین، ان کی اور عقیل، جعفر، طالب، اور حضرت علی رض کی والدہ فاطمہ بنت اسد تھین۔ اس اعتبار سے یہ سب انکے حقیقی بھائی تھے[1]

نکاح ہبیرہ بن عمرو ابن عائذ مخزومی کے نکاح مین تھین،[2]

اسلام ۸ھ مین فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئین، آنحضرت صلعم اس دن انکے گھر تشریف لائے، وہین غسل فرمایا اور چاشت کی نماز پڑھی[3] انھون نے اپنے دو عزیزون کو جو مشرک تھے پناہ دے دی تھی، آنحضرت صلعم نے بھی انکو پناہ دی[4]

ان کا شوہر ہبیرہ فتح مکہ کے دن نجران کی طرف بھاگ گیا اور عذر گریز مین یہ شعر کہے،

لعمرک ما ولیت ظہری محمدا	تیری قسم مین نے محمد اور انکے دوستون
واصحابہ جبنا ولا خیفۃ القتل	سے بزدلی سے پیٹھ نہین پھیری نہ قتل کے
ولکننی قلبت امری فلم اجد	خوف سے، مگر مین نے اپنے معاملہ مین
لسیفی غناء ان ضربت ولا نبلی	غور کیا تو تیرا اور تلوار سے کام لینا کافی
وقفت فلما خفت ضیقۃ موقفی	نہ دیکھا جبتک مینے اپنی جائے قیام تنگ دیکھی ٹھہرا
رجعت لعود کالھزبر الی الشبل	پھر لیٹ گیا جسطرح شیر اپنے بچون کی طرف لوٹتا ہے

اخلاق آنحضرت صلعم سے بڑی عقیدت تھی۔ جس زمانہ مین مکہ فتح ہوا، آپ ان کے گھر تشریف لائے، شربت نوش فرمایا اور انکو بھی دیا، اس دن انکا روزہ تھا مگر پی لیا، آپ کو معلوم ہوا تو روزہ توڑنے کا سبب دریافت کیا بولین، مین آپ کا جھوٹا واپس نہین کرسکتی تھی،[5]

[1] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۷۶، [2] و [3] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۶۲۴، [4] مسند ج ۶ ص ۳۴۲، [5] ایضاً صفحہ ۳۴۳،

آپ بھی ان سے بہت محبت کرتے تھے، ایکبر تبہ فرمایا ام ہانی! بکری لے لو یہ بڑی برکت کی چیز ہے[۱]

ایک بار آنحضرت صلعم سے عرض کیا، کہ اب مین بوڑھی ہو گئی چلنے پھرنے مین ضعف محسوس ہوتا ہے، ایسا عمل بتلا دیجیے جسکو بیٹھے بیٹھے کر سکون آپ نے ایک وظیفہ بتلا دیا[۲]

فضل وکمال حضرت ام ہانی نے آنحضرت صلعم سے ۴۶ حدیثین روایت کین جو صحاح وغیرہ کتب احادیث مین مذکور ہین اور حسب ذیل راویون سے منقول ہین۔ جعدہ، یحیی، ہارون، ابو مرہ، ابو صالح، حضرت عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن حارث بن نوفل، عبدالرحمن بن ابی لیلے، مجاہد، عروہ وغیرہ[۳]

وفات سنہ وفات معلوم نہین ہو سکا، البتہ اصابہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رض کے بعد تک زندہ تھین[۴]

اولاد اولاد مین عمرو، ہانی، یوسف اور جعدہ مشہور ہین،

[۱] مسند ج ۶ صفحہ ۳۴۳، [۲] ایضاً صفحہ ۳۴۴، [۳] اصابہ ج ۲ صفحہ ۹۰۷، [۴] ایضاً، [۵] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۶۲۴

ام سلیم بنت ملحان

نام ونسب نام رمیلہ یا سہلہ اور بعض کے نزدیک رمیشہ ہے، ام سلیم اور ام انس کنیت، ام سلیم زیادہ معروف ہے، غمیصا، رمیصا لقب ہے، ان کے باپ ملحان بن خالد بن زید بن حرام بن جندب تھے جو مدینہ کے باشندے اور انصار کے قبیلہ نجار سے متعلق تھے، ان کا نام ملیکہ تھا جو مالک بن عدی بن زید بن مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار کی بیٹی تھین[1]۔

آبائی سلسلہ سے آپ سلمیٰ بنت زید کی پوتی تھین، سلمیٰ عبدالمطلب کی والدہ تھین، جو حضرت سرور کائنات صلعم کے جد امجد تھے۔ اسی وجہ سے ام سلیم آنحضرت صلعم کی خالہ مشہور ہین،

نکاح مالک بن نضر سے نکاح ہوا جو ان کے ہم قبیلہ تھے، حضرت انس انہین سے پیدا ہوئے[2]

اسلام اوائل اسلام مین مسلمان ہوئین، اسی بنا پر حافظ ابن حجر نے اصابہ مین لکھا ہے۔ "اسلمت مع السابقین الی الاسلام من الانصار" حضرت انس اسوقت بچہ تھے، حضرت ام سلیم انکو کلمہ پڑھاتی تھین تو مالک بن نضر جو اپنے مذہب پر قائم تھے اور مشرک تھے بہت خفا ہوتے تھے کہ تم میرے بچہ کو بھی بے دین کیے دیتی ہو، غرض وہ مسلمان نہ ہونا تھے نہ ہوے اور اسی حالت مین ناراض ہوکر شام چلے گئے[3]

یہان انکا کوئی دشمن پہلے سے منتظر تھا اسنے موقع پاکر قتل کر ڈالا اب ام سلیم بیوہ تھین اور انس کے بچپن سے بہت پریشان، اگر ایسے وقت مین نکاح کرلیتین تو قابل الزام نہ تھین مگر انھون نے بڑے استقلال سے کام لیا اور سب کے پیغام یہ کہکر رد کردیے کہ جبتک میرا بیٹا مجلسون مین اٹھنے بیٹھنے اور گفتگو کرنے کے قابل نہو جائے نکاح نہ کرونگی، پھر جب انس بھی میرے نکاح پر رضامند ہوگا تو کرونگی[4] ان کا یہ کہنا اس خیال سے تھا کہ سوتیلے باپ کی حضرت انس کو تکلیف نہ ہو،

[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۰ و اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۵۹۱، [2] اصابہ ج ۲ صفحہ ۸۹، [3] ایضاً، [4] طبقات ج ۸ صفحہ ۲۱۱

جب حضرت انس سن شعور کو پہونچے تو انہین کے قبیلہ کے ایک شخص ابو طلحہ نے نکاح کا پیام دیا، مگر مالک کی طرح یہ بھی مشرک تھے اور یہان بھی وہی امر حائل تھا جو پہلے مالک اور انکے درمیان کشیدگی کا باعث ہوا، اسلیے انھون نے عذر کیا اور کہا کہ "مین تو محمد صلعم پر ایمان لائی ہون اور گواہی دیتی ہون کہ وہ خدا کا رسول ہے تمہارے اوپر البتہ افسوس ہے کہ پتھر کو پوجتے ہو یا لکڑی کو جسے بڑھئی تراش کر بت کی صورت بنا دیتا ہے تمھین بتاؤ یہ پتھر یا لکڑی کے بت تمکو کچھ نفع نقصان پہونچا سکتے ہین"۔ یہ تلقین کچھ ایسے حکیمانہ انداز مین کی گئی کہ اسلام کی صداقت، ابو طلحہ کے سمجھ مین آگئی اور چند دن کے غور کے بعد وہ ام سلیم کے پاس آکر مشرف باسلام ہوئے[1]

ابو طلحہ بہت معمولی حیثیت کے آدمی تھے مگر چونکہ ام سلیم کے سمجھانے سے مسلمان ہوئے تھے اس لیے ام سلیم کے دل مین ان کی حق پسندی کی وقعت بڑھ گئی اور انھون نے قبول اسلام کے بعد ہی ابو طلحہ سے کہدیا کہ "فانی اتزوجک ولا آخذ منک صداقا غیرہ" مین بھی تمسے نکاح کرتی ہون اور سوائے اسلام کے کوئی مہر نہین لیتی یعنی ان کا مہر ابو طلحہ کا اسلام قرار پایا[2] یہ نکاح حضرت انس کے زیر اہتمام ہوا[3]

عام حالات حضرت ام سلیم بھی بعض مسلمان شیر دل عورتون کی طرح معرکہ کی لڑائیون مین مردونکے دوش بدوش رہین اور برابر کام کرتی رہین صحیح مسلم مین ہے،

کان رسول اللہ صلعم یغزو بام سلیم ونسوۃ من الانصار معہ اذا غزا فیسقین الماء ویداوین الجرحی،	رسول اللہ صلعم غزوات مین ام سلیم اور انصار کی چند عورتونکو ساتھ رکھتے تھے، جب آپ جنگ مین مشغول ہوتے تو یہ پانی پلاتین اور زخمیونکی مرہم پٹی کرتی تھین[4]

جنگ احد مین ام سلیم مع اپنے شوہر ابو طلحہ کے شریک تھین ابو طلحہ آنحضرت صلعم کی حفاظت مین دشمنونکے تیر اور نیزے جگر پر روکتے تھے اور ام سلیم بڑی مستعدی سے مجاہدین کیخدمت مین مصروف تھین، حضرت انس کا بیان ہے کہ مین نے عائشہ اور ام سلیم کو پائینچے چڑھائے ہوئے مشک بھر بھر کر لاتے اور زخمیون کو پانی پلاتے دیکھا، جب مشک خالی ہوجاتی تھی تو پھر بھر لاتی تھین[5]

معرکہ خیبر ۷ھ مین ہوا اسمین بھی حضرت ام سلیم آنحضرت صلعم کے ساتھ تھین، فتح کے

---

[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۱، [2] ایضاً، [3] ایضاً صفحہ ۳۱۲، [4] صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۳۵۲، [5] ایضاً

بعد جب حضرت صفیہ ازواج مطہرات میں داخل ہونے لگیں تو آپ نے انکو ام سلیم کے سپرد کیا کہ دلھن بنائیں[1]

جنگ حنین میں حضرت ام سلیم شریک تھیں، باوجودیکہ عبداللہ بن ابی طلحہ پیٹ میں تھے، آپ ہاتھ میں خنجر لیے ہوئے تھیں، ابو طلحہ نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ ام سلیم ہاتھ میں خنجر لیے ہوئے ہیں، آپ نے پوچھا کیا کروگی بولیں ان دنا منی احد من المشرکین بقرت بہ بطنہ کوئی مشرک قریب آئیگا تو اسکا پیٹ چاک کر دونگی" آپ نے تبسم فرمایا پھر بولیں یا رسول اللہ ابکے لوگ بھاگ گئے ہیں انکے قتل کا ایما فرمائیے ارشاد ہوا،

ان اللہ قد کفی و احسن۔ اللہ نے خود انکا بہتر انتظام کر دیا ہے۔[2]

ابو طلحہ سے نکاح ہو جانے کے بعد جب آنحضرت صلعم مدینہ تشریف لائے تو ام سلیم انس کو آپ کی خدمت میں دے چکی تھیں، حضرت انس آپ کے خدام خاص سے تھے اور بہت محبوب تھے، ایک بار آپ ام سلیم کے گھر آئے تو ام سلیم نے مکھن اور کھجوریں پیش کیں آپ نے عذر فرمایا کہ میں روزہ سے ہوں تھوڑی دیر قیام فرمانے کے بعد نفل کی نماز پڑھی اور ام سلیم اور ان کے خاندان کے لیے دعا مانگی ام سلیم نے دیکھا کہ اسوقت محبت نبوی جوش پر ہے تو کہا یا رسول اللہ میں سب سے زیادہ انس کو چاہتی ہوں جو آپ کا خدمتگار ہے اسکے لیے خصوصیت سے دعا فرمائیے، یہ ایسی مبارک استدعا تھی کہ آپ نے دین دنیا کی کوئی خوبی نہ چھوڑی جس کی انس کے لیے دعا نہ کی ہو، اور فرمایا اللھم ارزقہ مالا و ولدا و بارک لہ اے اللہ اس کو مال دے، اولاد دے اور اسکی عمر میں برکت عطا فرما، اسی دعا کا اثر تھا کہ حضرت انس تمام انصار سے زیادہ متمول اور معمر ہوئے، کثرت سے اولاد ہوئی اور سو سال سے زیادہ عمر پائی، خود حضرت انس کا قول ہے کہ "فانی لمن اکثر الانصار مالا" میں اکثر انصار سے دولتمند ہوں، اور میرے ہی صلب سے حجاج کے بصرہ آنے تک ایک سو انتیس بیٹے دفن ہو گئے[3]

حضرت ابو طلحہ کے صلب سے انکا ایک بیٹا ابو عمیر بھی تھا، ابو عمیر چھوٹا تھا اور کمسنی ہی میں انتقال کر گیا، ایک بار آپ ابو طلحہ کے گھر تشریف لائے اور ابو عمیر کو رنجیدہ دیکھ کر آپنے ام سلیم سے دریافت فرمایا کیا بات ہے آج میں ابو عمیر کو شکستہ دیکھتا ہوں، ام سلیم نے کہا اسکی ایک چڑیا (نغیر) مرگئی وہ اسکے ساتھ کھیلا کرتا تھا، آپ نے بلا کر ابو عمیر کے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا

---

[1] صحیح مسلم ج ۱ صفحہ ۵۴۵ [2] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۲ [3] ایضاً صفحہ ۳۱۲

یا ابا عمیر ما فعل النغیر اے ابوعمیر تیری نغیر کیا ہوئی، وہ ہنس دیا اور اسوقت سے یہ جملہ بطور تبرکات نبوی ضرب المثل ہوگیا[1]

آنحضرت صلعم نے حضرت زینب بنت جحش سے نکاح کیا تو ام سلیم نے ایک لگن میں مالیدہ بناکر حضرت انس کے ہاتھ بھیجا اور کہا آنحضرت صلعم سے عرض کرنا کہ یہ حقیر ہدیہ قبول فرمائیں[2]

اخلاق آپ نہایت پاکیزہ اخلاق کی بیوی تھیں، صبر و استقلال تو ان کا امتیازی وصف تھا یہی ابوعمیر جسکا اوپر ذکر ہوا جب انتقال کرگیا تو ام سلیم نے بڑے اطمینان سے میت کو نہلایا اور کفنا کر ایک طرف رکھدیا، لوگون کو منع کر دیا کہ ابوطلحہ کو خبر نہ کرین، ابوطلحہ اسوقت موجود نہ تھے کہین گئے ہوئے تھے جب رات کو آئے تو لڑکے کا حال پوچھا، بولین جس حال مین تم نے دیکھا تھا اس سے بہتر ہے، اس کے بعد ام سلیم نے کھانا کھلایا اطمینان سے بٹھایا اور جب ضروریات سے فارغ ہوکر کچھ رات گذری تو نہایت متانت سے بولین "ابوطلحہ اگر کسیکو کوئی چیز مستعار دیجائے اور وہ اس سے فائدہ بھی اٹھائے مگر جب وہ شے مستعار واپس لے لی جائے تو کیا اس شخص کو ناگوار ہونا چاہیے؟" حضرت ابوطلحہ نے جواب دیا کہ یہ بات تو قرین انصاف نہین ہے، بولین تو تمھارا لڑکا بھی اللہ کی امانت تھا جو واپس لے لیا گیا، یہ سنکر ابوطلحہ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور خدا کا شکر ادا کیا، صبح ہوئی تو اس واقعہ کی رسول اللہ صلعم کو خبر کی آپ نے اظہار مسرت فرمایا اور دعا دی کہ اللہ ابوعمیر کا نعم البدل عطا فرمائے چنانچہ ابوعمیر کے بعد عبداللہ کی ولادت ہوئی جن کی تربیت خود آنحضرت صلعم نے فرمائی[3]، اسی کی برکت تھی کہ عبداللہ بڑے صاحب کمال ہوے اور اللہ نے ان کی اولاد مین دس قاری ماہر فن پیدا کیے[4]

آنحضرت صلعم کے ساتھ آپ کا اعتقاد بہت بڑھا ہوا تھا، اور آپ سے بڑی محبت کرتی تھین، ایک بار ابوطلحہ آئے اور کہا کہ رسول اللہ صلعم بھوکے ہین، کچھ کھانا بھیجدو، حضرت ام سلیم نے چند روٹیان ایک کپڑے مین لپیٹ کر حضرت انس کو دین کہ بارگاہ نبوت مین پیش کردین آپ مسجد مین معہ چند صحابہ کے تشریف رکھتے تھے حضرت انس کو دیکھا تو فرمایا، تمکو ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟ کہا جی ہان، فرمایا کھانے کے لیے؟ بولے ہان؛ آپ معہ تمام حاضر الوقت صحابہ کے ابوطلحہ کے گھر تشریف لائے وہ گھبرائے اور ام سلیم سے کہا اب کیا تدبیر کی جاسے کھانا بہت کم ہے اور آنحضرت صلعم کے ساتھ آدمی بہت ہین، ام سلیم نے اسوقت بھی نہایت استقلال سے جواب دیا کہ ان باتونکو

---

[1] طبقات جز ۸ صفحہ ۳۱۳، [2] صحیح مسلم ج ۱ صفحہ ۵۵۰، [3] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۶، [4] اصابہ ج ۲ صفحہ ۹۳،

خدا اور رسول زیادہ واقف ہین، آپ اندر آئے تو انھون نے وہی روٹیان اور سالن سامنے رکھدیا، اور رسول اللہ نے تمام اصحاب کے ساتھ نوش فرمایا[1]

انکو آنحضرت صلعم سے جتنی محبت تھی اسکا اندازہ ذیل کی روایات سے ہوگا۔

فراغت حج کے بعد آنحضرت صلعم نے مقام منا مین موے مبارک ترشوائے تو ام سلیم نے ابوطلحہ سے کہا کہ حجام سے ان بالون کو مانگ لو اور برکت کی غرض سے انکو ایک شیشی مین بند کرکے رکھ لیا[2]

آنحضرت صلعم اکثر انکے گھر آرام فرماتے تھے ایکمرتبہ بیدار ہوے تو دیکھا کہ ام سلیم جبین مبارک سے پسینہ پونچھ رہی ہین فرمایا ام سلیم! یہ کیا کررہی ہو بولین، برکت حاصل کررہی ہون[3]

مسند احمد مین یہ روایت تھوڑے اختلاف کے ساتھ آئی ہے، لکھا ہے کہ جب آپ دوپہر کو آرام فرماکر بستر سے اُٹھے تو وہ آپ کے پسینہ اور ٹوٹے ہوئے بالون کو ایک شیشی مین جمع کرتی تھین[4]

ایکبار آنحضرت صلعم نے ان کی مشک سے مُنھ لگاکر پانی پیا تو ام سلیم نے مشکیزہ کا دہانہ کاٹ کر رکھ لیا کہ اس سے رسول اللہ صلعم کا دہن مبارک مس ہوا ہے[5]

یہی حال رسول اللہ کی محبت کا تھا ام سلیم کے ساتھ، آپ انکے ساتھ خصوصیت کا برتاؤ کرتے تھے، اور ان کے لیے خیر و برکت کی دعا فرماتے تھے۔ صحیح مسلم مین ہے "

کان النبی صلعم لا یدخل علی احد	یعنی آپ ازواج مطہرات کے علاوہ کسی اور عورت
من النساء الا علی ازواجہ الا ام سلیم	کے ہان نہین جاتے تھے، البتہ ام سلیم مستثنی تھین، لوگون
فانہ یدخل علیہا فقیل لہ فی ذالک	نے اسکا سبب دریافت کیا تو فرمایا مجھے انپر رحم آتا ہے
فقال انی ارحمہا قتل اخوہا معی،	کیونکہ انکے بھائی نے میری اعانت مین شہادت پائی ہے[6]

بعض اوقات آپ ام سلیم کے ہان ہوتے اور نماز کا وقت آجاتا تو وہین چٹائی پر نماز پڑھ لیتے[7]

ایکمرتبہ آنحضرت صلعم حج کے لیے مکہ چلے تو ام سلیم سے فرمایا "تم اس سال ہمارے ساتھ حج نہین کرتین" جواب دیا یا نبی اللہ میرے شوہر کے پاس دو سواریان ہین، اور ان دونون پر وہ معہ اپنے بیٹے کے حج کو چلے گئے مجھے چھوڑ دیا آپ نے ازواج مطہرات کے ساتھ سوار کردیا، راستہ مین

---

[1] صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۲۴۴، و صحیح بخاری ج ۲ صفحہ ۸۱۰، [2] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۳، [3] ایضاً، [4] مسند ج ۶ صفحہ ۲۹۲، [5] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۳، [6] کتاب مذکور ج ۲ صفحہ ۳۴۱ و طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۳، [7] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۲،

عورتون کے اونٹ پیچھے رہ گئے، ہانکنے والے آپ کے غلام انجشہ تھے انھون نے حدی خوانی شروع کردی جس سے اونٹ دوڑنے لگے یہ دیکھ کر آپ قریب آئے اور فرمایا انجشہ آہستہ آہستہ! شیشے ہین شیشے! [۱]

حضرت ام سلیم کو تربیت اولاد کا جو سلیقہ تھا اسکا اندازہ حضرت انس کے اس فقرہ سے ہو سکتا ہے کہ

جزى الله امى عنى خيرا لقد احسنت ولايتى،   اللہ میری اماں کو جزاے خیر دے انھون نے میری بہت خوبی سے کفالت کی [۲]

فضل وکمال حضرت ام سلیم بڑی عقل وکمال والی خاتون تھین اور آپ نے نہایت دقیقہ شناس اور نکتہ رس دماغ پایا تھا، ابن اثیر نے ان کی نسبت لکھا ہے کہ

كانت من عقلاء النساء   آپ عقلمند عورتون مین سے تھین،

حدیث کا علم بھی اچھا تھا، لوگ ان سے مسائل دریافت کرتے تھے اور شکوک رفع کرتے تھے، ایک بار حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن عباس مین ایک مسئلہ پر اختلاف ہوا تو دونون نے انہین کو حکم قرار دیا [۳]

مسائل پوچھنے مین شرم نہ کرتی تھین، ایکدفعہ آنحضرت صلعم سے عرض کیا یا رسول اللہ خدا حق بات سے نہین شرماتا، کیا عورت پر خواب مین غسل واجب ہے؟ ام المومنین حضرت ام سلمہ سن رہی تھین بے ساختہ ہنس پڑین اور کہنے لگین کہ تمنے عورتون کی بڑی توہین کی کہین عورتونکو بھی ایسا ہوتا ہے، آنحضرت صلعم نے فرمایا کیون نہین؟ ورنہ بچے ان کے ہمشکل کیون ہوتے [۴]

ابوطلحہ کے اسلام کا حال گذرچکا ہے، جس شائستگی سے انھون نے ابوطلحہ کو دعوت دی وہ انکے فضائل وکمالات عقلی کا زرین عنوان ہے، اصابہ مین انکا انداز تبلیغ یون دکھلایا ہے

قالت يا ابا طلحة! الست تعلم ان الهك الذى تعبد نبت من الارض قال بلى قالت افلا تستحى تعبد شجرة   بولین، ابوطلحہ! کیا تمکو معلوم نہین کہ جب تمھارا معبود زمین سے آگا ہے، کہا ہان، ام سلیم نے کہا تو پھر تمکو شرم نہین آتی درخت کی پوجا کرتے ہو [۵]

حضرت ام سلیم کے مناقب بہت ہین اور اسکی تصدیق اس حدیث سے ہوسکتی ہے،

---

[۱] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۵ [۲] ایضاً صفحہ ۳۱۲ [۳] مسند ج ۶ صفحہ ۴۳۰ [۴] صحیح بخاری ج ۲ صفحہ ۹۲۹
[۵] اصابہ ج ۸ صفحہ ۲۹۲

قال النبی صلعم دخلت الجنتہ فسمعت	آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مین جنت مین گیا تو مجکو
خشفتہً فقلت ما ھذا فقیل الرمیصاء	کچھ آہٹ معلوم ہوئی مین نے پوچھا کون ہے تو
بنت ملحان ؎	لوگون نے کہا رمیصا بنت ملحان ہین،

حضرت ام سلیم سے چند حدیثین مروی ہین جن کو حضرت انس، ابن عباس، زید بن ثابت، ابوسلمہ اور عمرو بن عاصم نے ان سے روایت کیا ہے ؎

وفات غالباً خلافت راشدہ کے ابتدائی زمانہ مین انتقال کیا، سنہ وفات اور تاریخ معلوم نہین،

؎ طبقات ج ۸ صفحہ ۳۱۴ وصحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۳۴۲ ؎ اصابہ ج ۲ صفحہ ۸۹۲ وغیرہ،
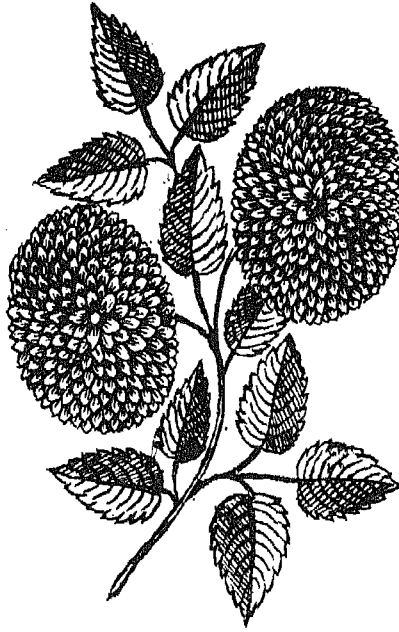
ام رومان بنت عامر

نام ونسب ام رومان کنیت ہے، قبیلہ کنانہ کے خاندان فراس سے تھین[۱]۔ سلسلہ نسب یہ ہے
ام رومان بنت عامر بن عویمر بن عبد شمس بن عتاب بن اذینہ بن سبیع بن دہمان بن حارث بن
غنم بن مالک بن کنانہ[۲]
نکاح حضرت ام رومان عبداللہ بن حارث بن سنجرہ کے نکاح مین تھین اور انہین کے ساتھ
مکہ مین سکونت اختیار کی، یہین عبداللہ کے صلب سے ایک لڑکا ہوا جسکا نام طفیل رکھا گیا جب
عبداللہ نے وفات پائی تو چونکہ وہ حضرت ابوبکر کے حلیف بن گئے تھے اس لیے حضرت ابوبکر نے
خود نکاح کرلیا۔ طفیل حضرت عائشہ اور حضرت عبدالرحمن کے اخیافی بھائی تھے یعنی حضرت عائشہ
اور عبدالرحمن حضرت ابوبکر کے صلب سے تھے اور طفیل عبداللہ بن حارث کے بیٹے تھے، مان
ان سب کی ایک تھی[۳]
اسلام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ مین مسلمان ہوئین،
ہجرت حضرت ام رومان کی ہجرت کا ذکر ضمناً حضرت عائشہ رض کے بیان مین آچکا ہے یہان اتنا
لکھدینا کافی ہے کہ حضرت ابوبکر رض آنحضرت صلعم کے ہمراہ پہلے ہجرت کرچکے تھے، قبیلہ وغیرہ مکہ
مین تھا، جب ابورافع اور عبداللہ بن اریقط مدینہ سے مکہ بھیجے گئے تو ان کے ساتھ ام رومان
بھی مدینہ مین آئین[۴]
عام حالات سنہ ھ کے آخر مین حضرت ابوبکر اصحاب صفہ مین سے تین بزرگون کو اپنے گھر لائے
ایک دن آنحضرت صلعم کے پاس گئے تو وہین دیر ہوگئی گھر آئے تو ام رومان نے کہا مہمانونکو
چھوڑ کر کہان بیٹھ رہے؟ فرمایا تمنے کھانا نہین کھلایا، بولین کھانا بھیجا تھا مگر ان لوگون نے نہین
کھایا، پھر کھانا کھلایا گیا اور اسقدر برکت ہوئی کہ بہت سا بچ رہا حضرت ابوبکر نے ام رومان سے

---

[۱] صحیح بخاری ج ۱ صفحہ ۸۰۵، [۲] طبقات جز ۸ صفحہ ۲۰۲، [۳] استیعاب جز ۲ صفحہ ۷۹۲، [۴] ایضاً

پوچھا اب کتنا ہے کہا تین گنے سے زیادہ، چنانچہ سب کھانا آنحضرت صلعم کی خدمت مین پہنچا دیا گیا[1]

وفات حضرت ام رومان کی تاریخ وفات مین بہت اختلاف ہے بعض ۴ھ یا ۵ھ بتاتے ہین اور بعض ۶ھ لیکن یہ صحیح نہین ہے حضرت ام رومان نے ۹ھ یا اسکے کچھ بعد انتقال کیا حافظ ابن حجر نے اصابہ مین دلائل سے ثابت کیا ہے کہ ان کی وفات ۹ھ سے پہلے نہین ہوئی[2]،

ابن سعد نے لکھا ہے،

کانت ام رومان امرأة صالحة — ام رومان بہت نیک بیوی تھین،

جب ان کی نعش قبر مین رکھی گئی تو آنحضرت صلعم نے فرمایا،

من سرہ ان ینظر الی امرأة من الحور العین فلینظر الی ام رومان، — جو شخص عورتون مین حور عین کو دیکھنا چاہے وہ ام رومان کو دیکھے،

حضرت عفان کی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے خود انکو قبر مین اتارا[3]

[1] صحیح بخاری ج ۱ صفحہ ۸۴ و ۸۵، [2] اصابہ ج ۲ صفحہ ۴۳ ذکر ام رومان، [3] طبقات ابن سعد ج ۸ صفحہ ۲۰۲،

شفاء بنت عبداللہ

نام ونسب نام شفا ہے، سلسلہ نسب یہ ہے:۔ شفا ر بنت عبداللہ بن عبد شمس بن خلف بن سداد بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب آپ قبیلہ قریش کے خاندان عدی سے تھین[1]

ان کی والدہ فاطمہ بنت ابی وہب بن عمرو ابن عائذ بن عمر بن مخزوم تھین[2]

نکاح ابو حثمہ بن حذیفہ عدوی سے نکاح ہوا[3]

اسلام ہجرت سے پہلے اسلام لائین اور جن عورتون نے پہلے ہجرت کی انہین مین یہ بھی شامل ہین[4]

عام حالات جناب رسالت مآب صلعم ان کی عقیدت ومحبت کی قدر فرماتے تھے، کبھی انکے گھر تشریف لاتے تو وہین آرام فرماتے تھے، انھون نے آپ کے لیے ایک بچھونا اور ایک تہمد علیحدہ مخصوص کردیا تھا، جو آپ استعمال فرماتے تھے انکے بعد انکی اولاد کے پاس بھی یہ چیزین بہت احتیاط سے رہین مگر مروان نے سب پر قبضہ کرلیا، اور حضرت شفا کے خاندان سے یہ برکت منتقل ہوگئی[5]

حضرت عمرؓ انکی خصوصیت سے رعایت کرتے تھے ان کی رائے کو مقدم سمجھتے تھے، انکی بزرگی قائل تھے، اور ان کو بازار کا اہتمام سپرد کرتے تھے[6]

آنحضرت صلعم نے انکو ایک مکان عنایت فرمایا تھا اسین وہ اور ان کا بیٹا سلیمان سکونت رکھتے تھے۔

ایکمرتبہ حضرت عمرؓ نے ان کو بلاکر ایک چادر عنایت کی اور عاتکہ بنت اسید کو ان سے بہتر چادر دی تو بولین تمھارے ہاتھ غبار آلود ہون تمنے ان کو مجھ سے بہتر چادر دی حالانکہ

---

[1] اصابہ ج ۲ صفحہ ۶۵۶، [2] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۸۶، [3] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۹۶، [4] اصابہ ج صفحہ ۶۵۶
[5] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۶۲، [6] اصابہ ج ۲ صفحہ ۶۵۶،

مین ان سے پہلے مسلمان ہوئی، تمہاری بنت عم ہون اسکے علاوہ مین تمہاری طلبیدہ آئی
ہون اور یہ خود چلی آئین، حضرت عمر نے فرمایا، مین تمھین عمدہ چادر دیتا لیکن جب یہ آگئین تو مجھے
ان کی رعایت کرنا پڑی کیونکہ یہ نسب مین رسول اللہ صلعم سے قریب تر ہین[۵]

فضل وکمال ان کو چیونٹی کاٹے کا منتر آتا تھا اور لکھنا بھی جانتی تھین، یہی دو فن زمانہ جاہلیت
مین زیادہ قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، ایکدفعہ حضرت شفا آنحضرت صلعم کی خدمت مین آئین
اور عرض کیا کہ مین جاہلیت مین جھاڑ پھونک کیا کرتی تھی اجازت ہو تو اس کا منتر عرض کرون
آپ نے اجازت دی اور فرمایا اس منتر سے جھاڑ پھونک کیا کرو اور حفصہ کو بھی سکھا دو[۶]

ایک روایت مین ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ان سے فرمایا، علمی حفصہ رقیۃ النملۃ
کما علمتھا الکتابتہ، چیونٹی کاٹے کا منتر بھی حفصہ کو سکھا دو جیسے تمنے لکھنا سکھا دیا، اس سے
معلوم ہوتا ہے، ام المومنین حضرت حفصہؓ نے لکھنا بھی انہین سے سیکھا تھا[۷]

حضرت شفا نے آنحضرت صلعم اور جناب عمر رضہ سے چند حدیثین روایت کی ہین ہارا ویون
مین ان کے بیٹے سلیمان، ابو سلمہ، ابو بکر، عثمان، یہ دونون انکے پوتے ہین، ابو اسحاق اور
ام المومنین حضرت حفصہ رضہ شامل ہین[۸]۔ ان کی مرویہ حدیثین صاحب خلاصہ کے نزدیک ۱۲ ہین،

اولاد اولاد مین دو کا حال معلوم ہوتا ہے سلیمان اور ایک لڑکی اور جو شرجیل بن حسنہ کے
نکاح مین تھی[۹]

وفات سنہ وفات کا حال معلوم نہین۔

[۱] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۸۷، حالات عائشہ بنت سعید[۲] و[۳] و[۴] اصابہ ج ۲ صفحہ ۶۵۶، [۵][۶] اصابہ
ج ۲ صفحہ ۶۵۶، [۷][۸] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۸۷،

ام کلثوم بنت عقبہ

نام ونسب نام معلوم نہین، ام کلثوم کنیت ہے، نسب یہ ہے:۔ ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف بن قصی، والدہ کا نام اروی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبدشمس بن عبدمناف ابن قصی تھا[1] حضرت عثمان رض کی والدہ بھی اروی بنت کریز تھین اس رشتہ سے ام کلثوم حضرت عثمان کی اخیافی بہن ہوئین،

اسلام مکہ مین مسلمان ہوئین اور ہجرت سے پہلے بیعت کی۔

ہجرت صلح حدیبیہ مین مشرکون سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ اگر قریش کا کوئی آدمی خواہ وہ مسلمان ہی کیون نہو، مدینہ آئیگا تو واپس کردیا جائیگا، یہی شرط اہل مدینہ کے لیے بھی[2] ام کلثوم بنت عقبہ نے صلح حدیبیہ کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت کی اور بنی خزاعہ کے ایک شخص کے ساتھ پیادہ چل دین۔ ولید اور عمارہ ان کے دو بھائی تھے ان کو معلوم ہوا تو دونون نے تعاقب کیا اور ام کلثوم کے مدینہ پہونچنے کے دوسرے دن وہ بھی پہونچگئے اور آنحضرت صلعم سے کہا، ہماری شرط پوری کیجیے ادہر ام کلثوم نے فریاد کی کہ یا رسول اللہ مین عورت ہون اور عورتین کمزور ہوتی ہین مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کفار کو نہ واپس کردین" چونکہ مذکورہ بالا معاہدہ مین عورتونکا ذکر نہ تھا اسلیے انکے لیے خصوصیت سے یہ آیت اتری،

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِهِنَّ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ، سورۃ الممتحنہ	اے مومنو! جب تمھارے پاس مسلمان عورتین ہجرت کرکے آئین تو انکا امتحان کرو اگر وہ مسلمان ثابت ہون تو انکو کافرون کے حوالہ نہ کرو،

اسی آیت کے تحت مین آنحضرت صلعم نے ام کلثوم کو واپس کرنے سے انکار کردیا[3]

[1] و [2] و [3] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۶۷،

نکاح ابھی تک ان کا نکاح نہین ہوا تھا، نا کتخدا تھین، مدینہ مین آئین تو زید بن حارثہ بن شراحیل کلبی سے نکاح ہوا، جب غزوۂ موتہ مین حضرت زید شہید ہوگئے، تو حضرت زبیر بن عوام نے اپنے نکاح مین لیا، مگر چونکہ حضرت زبیر کے مزاج مین سختی زیادہ تھی اس لیے نباہ نہ ہوسکا، مجبورًا طلاق دینی پڑی، انکے بعد عبدالرحمان بن عوف سے عقد ہوا، یہ بھی وفات پاگئے تو عمرو بن عاص نے نکاح کیا۔ انکے پاس ایک ہی مہینہ رہنے پائی تھین کہ مرض الموت مین مبتلا ہوکر انتقال کرگیئن[1] یہ وہ زمانہ تھا جبکہ عمرو بن عاص مصر کے حاکم تھے۔

اولاد حضرت زبیر بن عوام سے زینب اور حضرت عبدالرحمان بن عوف سے ابراہیم، حمید، محمد، اور اسمعیل پیدا ہوئے، حضرت زید اور عمرو ابن عاص سے کوئی اولاد نہین ہوئی۔

فضل وکمال حمید ابن عبدالرحمن، حمید ابن نافع[3] اور ابراہیم بن عبدالرحمن وغیرہ نے ان سے کچھ حدیثین بیان کی ہین[4] صحیحین اور سنن ثلثہ مین انکی حدیثین موجود ہین[5]۔

[1] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۹۴، [3] ایضًا، [4] اصابہ ج ۲ صفحہ ۹۵۲، [5] ایضًا،

فاطمہ بنت خطاب

نام ونسب نام فاطمہ، ام جمیل کنیت، نسب یہ ہے، فاطمہ بنت خطاب بن نفیل بن عبد العزی بن ریاح بن عبداللہ بن قرط ابن رزاح بن عدی بن عدی بن کعب، آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن ہین[1]

نکاح حضرت سعید بن زید کے نکاح مین تھین[2]

اسلام اور انہین کے ساتھ مشرف باسلام ہوئین، یہ ان دس مسلمانون مین سے ایک ہین جو سب سے پہلے مسلمان ہوے[3] ان کے اسلام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اپنے بھائی حضرت عمرؓ کے اسلام کا باعث یہی ہوئین،

حضرت عمرؓ نے اپنے مسلمان ہونے کا جو قصہ بیان کیا ہے، وہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ حضرت حمزہ کے اسلام لانے کے تین دن بعد گھر سے نکلے تو راستہ مین ایک مخزومی صحابی سے تصادم ہوا، اور یہ گفتگو ہوئی۔

حضرت عمرؓ تمنے اپنے آبائی مذہب سے روگردانی کرکے محمد کا دین اختیار کیا؟

مخزومی صحابیؓ۔ ہان۔ مگر یہ تو ایک تمھارے ایسے عزیز نے بھی کیا ہے جسکا میرے مقابلہ مین تمپر بہت زیادہ حق ہے۔

حضرت عمرؓ۔ وہ کون؟

صحابیؓ۔ تمھاری بہن اور بہنوئی۔

حضرت عمرؓ بہت غصہ ناک انسان تھے اور شجاعان عرب مین سب سے زیادہ مشہور اس سے زیادہ تاب گفتگو نہ لاسکے اور سیدھے اپنی بہن کے گھر پہونچے، دیکھا کہ دروازہ بند ہے اور کلام اللہ کی آواز آرہی ہے، غصہ مین دروازہ کھلوایا اور پوچھا یہ کیا آواز تھی؟ بولین کچھ نہین

[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۹۵ [2] ایضاً و استیعاب وغیرہ، [3] درمنثور صفحہ ۳۶۲،

اب انکو اور بھی طیش آیا یہان تک کہ بہنوئی سے لپٹ گئے، بہن بچانے آئین تو ان کے بھی بال پکڑ کر گھسیٹے اور اتنا مارا کہ لہولہان ہوگئین، مگر ان کے استقلال مین ذرا فرق نہ آیا، اسی حالت مین جواب دیا عمر! جو چاہو کرو اب تو تمھاری مخالفت سے اسلام نہین چھوڑ سکتی" حضرت عمرؓ پر اس جواب کا بڑا اثر ہوا، آنکھین ندامت سے جھک گیئن، دل مین ایک برقی رو دوڑ گئی بہن کے بدن سے خون جوش نکلتے دیکھا تو اور بھی رقت طاری ہوئی بولے "تم لوگ جو پڑھ رہے تھے ہمکو بھی سناؤ" فاطمہ نے قرآن لاکر سامنے رکھدیا، حضرتؓ پڑھتے جاتے تھے اور ان کا بدن مارے رعب کے لرز رہا تھا ایک آیت پر پہونچے تو بے ساختہ پکار اٹھے "اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ"[1]

ہجرت اپنے شوہر حضرت سعید بن زید کے ساتھ ہجرت کی[2]

فضل وکمال درمنثور مین ہے،

کانت ادیبۃ فاضلۃ عاقلۃ محبۃ للخیر کارھۃ للشر آمرۃ بالمعروف ناھیۃ عن المنکر[3]	ادیب، فاضل، عاقل، نیک، شر کو مکروہ رکھنے والی، اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی پابند تھین،

وفات حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت مین انتقال کیا[4]

اولاد ان کے چار بیٹے تھے عبداللہ۔ عبدالرحمنؓ۔ زیدؓ اور اسودؓ[5]

[1] اصابہ ج ۸ صفحہ ۱۴۲، و درمنثور صفحہ ۳۶۲، واسد الغابہ ج ۴ صفحہ ۵۴ ذکر حضرت عمرؓ [2] استیعاب ج ۲ صفحہ ۵۵۳ ذکر حضرت سعید، [3] و [4] درمنثور ۳۶۲، [5] استیعاب ج ۲ صفحہ ۵۵۳

زینب بنت ابی سلمہ

نام و نسب آپ قبیلۂ مخزوم سے تھین، نام زینب ہے سلسلہ نسب یہ ہے:۔ زینب بنت ابی سلمہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم آپ کی والدہ کا نام ام سلمہ تھا اور حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ نے انکو دودھ پلایا تھا[1]

ولادت حبشہ مین پیدا ہوئین، ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت حضرت ابوسلمہ (ان کے باپ) وفات پا چکے تھے[2]

عام حالات جس سال حضرت ابوسلمہ کا انتقال ہوا اسی سال ایام عدت گذرنے کے بعد حضرت ام آنحضرت صلعم کے عقد مین آئین، یہ زمانہ زینب کی شیرخوارگی کا تھا، اسی عالم مین یہ بھی اپنی والدہ کے ساتھ رحمت العالمین کے زیر سایہ آگئین[3]

آنحضرت صلعم کی شفقت عوام کے ساتھ عموماً اور بچون کے ساتھ خصوصاً ضرب المثل تھی، یہ تو آپ کی ربیبہ تھین کہان تک آپ کی عنایت سے سرفراز نہوتین، چنانچہ آپ ان سے خاص محبت رکھتے تھے، جس زمانہ مین دودھ پیتی تھین، آپ انکو آغوش مادر مین دودھ پیتے دیکھتے تو واپس ہوجاتے تھے[4] جب پانون چلنے لگین تو آپ غسل فرماتے ہوتے اور یہ آجاتین تو ان کے منھ پر پانی چھڑکتے تھے، اسی کی برکت تھی کہ لوگون نے انکو کبرسنی مین بھی بڑھاپے کی بدنمائیون سے محفوظ پایا اور آخر وقت تک انکے چہرہ پر شباب کی رنگت جھلکتی دیکھی[5]

نکاح عبداللہ بن زمعہ بن اسود سے عقد ہوا،

اولاد چھ لڑکے ہوئے، عبدالرحمن، یزید، وہب، ابوسلمہ، کبیر اور تین لڑکیان، قریبہ، ام کلثوم،

---

[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۳، [2] اصابہ ج ۲ صفحہ ۶۰۰، [3] ایضاً، [4] طبقات ج ۸ ذکر حضرت ام سلمہ [5] اصابہ ج ۲ صفحہ ۶۰۸

[6] سیر الصحابیات اعظم گڈھ مین صرف دو لڑکے بتلائے ہین حالانکہ دو لڑکون کی شہادت کا ذکر آیا ہے، معلوم ہوتا ہے مولف کو تسامح ہوا ورنہ طبقات مین صراحتاً اولاد کی تعداد مذکور ہے، اسدالغابہ وغیرہ مین مجملاً اولاد کا ہونا بتلا کر دو لڑکون کی شہادت کا ذکر پایا جاتا ہے

ام سلمہؓ حرہ کی لڑائی میں ان کے دو لڑکے شہید ہوئے، جب ان کی لاشیں حضرت زینب کے سامنے لائی گئیں تو انا للہ پڑھا اور بولیں مجھ پر بہت بڑی مصیبت پڑی، ایک تو سر میدان لڑ کر شہید ہوا لیکن دوسرا تو خانہ نشین تھا گھر میں بے بس کر کے مارا گیا[1]

فضل وکمال حضرت زینب کو خدا نے جو فضل وکمال عطا کیا تھا اس میں وہ اپنی صنف کی فرد فرید تھیں حضرت ابو رافع کا قول ہے،

کنت اذا ذکرت امرأۃ فقیھۃ بالمدینۃ	جب میں نے مدینہ کی کسی فقیہہ عورت کا ذکر کیا تو
ذکرت زینب بنت ابی سلمہ[2]	زینب بنت ابی سلمہ کو ضرور یاد کیا۔

علامہ ابن عبد البر نے لکھا ہے،

کانت من افقہ نساء زمانھا	وہ اپنے زمانہ کی فقیہ ترین بیوی تھیں[3]،

آنحضرت صلعم سے چند حدیثیں بیان کی ہیں اور حضرت ام سلمہ، حضرت ام حبیبہ، حضرت زینب بنت جحش سے بھی کچھ حدیثوں کی سماعت کی، جن لوگوں نے ان کے سلسلہ سے روایت کی ہے ان کے نام حسب ذیل ہیں،

ابو عبیدہ بن عبد اللہ بن زمعہ، محمد بن عطاء، عراک بن مالک، حمید بن نافع، عروہ بن زبیر، ابو سلمہ بن عبد الرحمن، امام زین العابدین رضؓ

وفات جس زمانہ میں ان کا انتقال ہوا، مدینہ پر طارق حکمران تھا، تہذیب میں لکھا ہے کہ عثمانؓ کی شہادت کے بعد دس برس زندہ رہیں اور ۷۳ھ میں انتقال کیا[5] بقیع میں دفن ہوئیں[6] طارق نے نماز جنازہ میں شرکت کی[7]

[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۳۴، [2] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۵۶، [3] اصابہ ج ۲ صفحہ ۰۰۰، [4] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۵۶، [5] تہذیب ج ۱۲ صفحہ ۴۲۱، [6] طبقات ج ۸ صفحہ ۳۳۴، [7] ایضاً،

ام حکیم بنت حارث

نام ونسب نام معلوم نہین۔ ام حکیم کنیت ہے، سلسلۂ نسب یہ ہے:۔ ام حکیم بنت حارث بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم، قریش کے قبیلہ مخزوم سے تھین، والدہ کا نام فاطمہ بنت الولید بن المغیرہ تھا جو حضرت خالد بن ولید کی بہن تھین[1]

نکاح عکرمہ بن ابوجہل ان کے ابن عم تھے، انہین سے عقد ہوا

اسلام اور عام حالات جنگ احد مین بحالت کفر شریک ہوئین لیکن جب خدا نے فتح مکہ سے مسلمانون کو شادکام فرمایا تو یہ بھی دولت اسلام سے بہرہ مند ہوئین[2] انکی والدہ فاطمہ بنت ولید بھی انکے ساتھ مسلمان ہوئین[3]

عکرمہ اسوقت تک مشرکی شرک تھے، اور اپنے باپ کی طرح اسلام سے سخت متنفر، اس وقت جان بچانے کے لیے سوا اسکے کہ یمن بھاگ جاتے کوئی چارہ نہ تھا، چونکہ حضرت ام حکیم کو شوہر سے بہت محبت تھی اور نہ چاہتی تھین کہ اپنی آنکھون سے اسکو گمراہ دیکھین اسلیے انھون نے آنحضرت صلعم سے ان کے لیے امن کی درخواست کی آپنے معاف فرمایا تو یمن گئین اور اپنے ساتھ عکرمہ کو لائین، یہان آکر عکرمہ نے صدق دل سے اسلام قبول کیا اور غزوات مین شرکت کرکے بڑے جوش وخروش سے اپنے گناہون کا کفارہ ادا کیا، جب حضرت ابوبکر رض کے عہد خلافت مین رومیون سے جنگ ہوئی تو ام حکیم کو اپنے ساتھ لے گئے اور اجنادین کے معرکہ مین بڑی دلیری سے شہادت پائی۔

عدت کے چار مہینے دس دن گذر جانے پر لوگون نے نکاح کا پیغام دیا، یزید بن ابی سفیان کی بھی خواہش تھی، لیکن انھون نے سبکو جواب دے دیا، اور خالد بن سعید بن العاص رض سے نکاح کے لیے آمادہ ہوئین اور چار سو دینار مہر پر اس سے فراغت حاصل کی، ابھی رخصتی کی

---

[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۹۱، [2] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۹۰، [3] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۹۱

رسم ادا نہین ہوئی تھی، جب مسلمان مرج الصفر مین پہونچے تو خالدؓ نے چاہا کہ یہان اس رسم سے
بھی فرصت ہوجاے تو اچھا ہے ام حکیم نے روکا کہ ابھی توقف کرنا چاہیے لیکن خالد نے کہا مجھے اس
معرکہ مین اپنی شہادت کا یقین ہے، اسلیے چُپ ہوگئین چنانچہ ایک پل کے پاس جسکو قنطرہ ام حکیم
کہتے ہین، رسم عروسی ادا ہوئی، صبح کو دعوت ولیمہ کا انتظام ہوا اور لوگ کھانے کے لیے بلاے
گئے، مگر ہنوز فراغت نہوئی تھی کہ رومی آپہونچے، جلدی جلدی جتنی طیاریان ہوسکین مسلمانون
نے بھی کہین اور مدافعانہ جنگ کے لیے سینہ سپر ہوگئے، خالد بن سعید بھی اٹھے اور نہایت بہادری
سے لڑکر شہید ہوئے، ام حکیم اگرچہ عروس تھین تاہم انھون نے کپڑے باندھکر ایک خیمہ کی
چوب اکھاڑلی اور نہایت دلیری سے کفار پر حملہ آور ہوئین،

مورخین نے لکھا ہے اسی چوب سے حضرت ام حکیم نے ۷ کافرون کو قتل کیا[۱]

وفات تاریخ وفات اور دیگر حالات تاریکی مین ہین-

[۱] جنگ کا سارا بیان استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۹۰ سے ماخوذ ہے

خولہ بنت حکیم

نام ونسب آپ قبیلۂ سلیم سے تھین، خولہ نام ہے، ام شریک کنیت، نسب یہ ہے :- خولہ بنت حکیم بن امیہ بن حارثہ بن اوقص بن مرہ بن ہلال بن فالج بن ذکوان بن ثعلبہ بن بہثہ بن سلیم[۱] رشتہ مین آنحضرت صلعم کی خالہ تھین[۲]،

نکاح حضرت عثمان بن مظعون رض سے نکاح ہوا تھا جو نہایت بلند مرتبہ کے صحابی تھے[۳]

عام حالات نکاح کے بعد ہی مسلمان ہو کر ہجرت کی، ۲ سنہ ھ مین غزوہ بدر کے بعد حضرت عثمان بن مظعون کی وفات ہوئی تو خولہ نے دوسرا نکاح نہین کیا، اکثر پریشان رہتی تھین، صحیح روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہون نے اپنے تئین آنحضرت صلعم کی خدمت مین پیش کیا تھا[۴]

اخلاق استیعاب مین لکھا ہے کہ "کانت امرأۃ صالحۃ فاضلۃ"، وہ ایک نیک اور قابل عزت بیوی تھین[۵]

مسند مین ان کی نسبت لکھا ہے "تصوم النہار وتقوم اللیل" یعنی دن کو روزہ رکھتین اور رات کو عبادت کیا کرتی تھین[۶]

زیور سے زیادہ رغبت تھی ایک بار آنحضرت صلعم سے کہا "یا رسول اللہ! اگر طائف فتح ہو تو مجکو بادیہ بنت غیلان یا فارعہ بنت عقیل کا زیور دیدیجیے گا، آنحضرت صلعم نے فرمایا "اگر خدا اسکی اجازت نہ دے تو مین کیا کرون[۷]"

فضل وکمال آنحضرت صلعم سے چند احادیث روایت کین، ان سے روایت کرنے والونکے نام یہ ہین، سعد بن ابی وقاص، سعید بن المسیب، بشر بن سعید، عروہ وغیرہ[۸] ان کی مرویہ حدیثون کی تعداد ۱۵ بتائی جاتی ہے،

---

[۱] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۴۴، [۲] مسند احمد ج ۶ صفحہ ۴۰۹، [۳] اسد الغابہ صفحہ مذکور وغیرہ [۴] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۴۲ ودیگر کتب [۵] ایضاً [۶] مسند ج ۶ صفحہ ۴۰۹، [۷] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۴۲، [۸] اصابہ ج ۲ صفحہ ۵۵۶،

حمنہ بنت جحش رضہ

نام و نسب حمنہ آپ کا نام ہے، آپ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کی بہن تھین حضرت زینب کے بیان مین ان کا نسب نامہ لکھا جا چکا ہے،

نکاح حضرت مصعب بن عمیر رضہ سے شادی ہوئی اور

اسلام غالبًا انہین کے ساتھ مشرف باسلام ہوئین، مہاجرات مین سے ہین،

عام حالات جنگ احد مین کارہاے نمایان انجام دیے، پیاسون کو پانی پلایا، زخمیوں کے علاج کرنے اور انکو گھر پہونچانے کی خدمات انجام دین،

اسی معرکہ مین حضرت مصعب بن عمیر شہید ہوئے ان کے بعد حضرت طلحہ رضہ سے نکاح ہوا یہ طلحہ وہی ہین جنکو آنحضرت صلعم نے جنتی ہونے کی بشارت دی تھی،

افک کے واقعہ مین یہ بھی شریک تھین، حضرت عائشہ رضہ کے بیان مین ضمنًا انکا بھی ذکر آچکا ہے

فضل وکمال آنحضرت صلعم سے چند حدیثین روایت کین، ان سے روایت کرنے والے انکے بیٹے عمران بن طلحہ رضہ ہین،

اولاد بروایت ابن سعد ان کے بطن سے حضرت مصعب بن عمیر کی اولاد بھی ہوئی[۲] دیگر کتابون مین صرف حضرت طلحہ کے صلب سے ان کے دو لڑکون کا ذکر آیا ہے، محمد اور عمران محمد کا لقب سجاد تھا،

وفات وفات کا صحیح سنہ معلوم نہین ہوا۔

---

[۱] حضرت حمنہ کا تمام بیان اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۲۸ سے ماخوذ ہے، [۲] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۸۵،

ام ابی ہریرہ

نام ونسب نام امیمہ تھا، ان کے باپ صبیح یا صفیح بن الحارث تھے،

اسلام حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے تک یہ مشرک تھین، چونکہ حضرت ابوہریرہ بارگاہ نبوت کے خاص خدام سے تھے اسلیے دل سے چاہتے تھے کہ انکی والدہ بھی اس سرمدی فیض سے محروم نہ رہین، ایک دن انھون نے آنحضرت صلعم کی شان مین گستاخی کی تو حضرت ابوہریرہ کو سخت گران گذرا، روتے ہوئے حضور صلعم کی خدمت مین پہونچے اور عرض کیا، حضور! اب میری والدہ کے مسلمان ہونے کی دعا فرمائیے، آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی ادہر ان کی حالت مین دفعۃً انقلاب پیدا ہوگیا، غسل کیا کپڑے بدلے اور حضرت ابوہریرہ کے سامنے کلمہ پڑہا، حضرت ابوہریرہ فرط مسرت سے آبدیدہ ہوگئے اور آنحضرت صلعم کو اطلاع کی، آپ نے خدا کا شکر ادا کیا[1]

اولاد اولاد مین حضرت ابوہریرہ رض بہت مشہور ہین،

وفات وفات کا حال کہین مذکور نہین،

---

[1] صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۳۵۷

ام الدرداء

نام و نسب ام الدرداء کے نام کی دو خاتونین مشہور ہین اور یہ دونون حضرت ابو درداء رضی کے نکاح مین تھین، جو بڑی تھین وہ صحابیہ ہین، امام احمد بن حنبل اور یحیی بن معین کے نزدیک ان کا نام خیرہ تھا اور وہ ابو حدرد اسلمی کی صاحبزادی تھین[1]

فضل و کمال اور اخلاق حافظ ابن عبد البر نے لکھا ہے[2]

کانت من فضلاء النساء وعقلائهن	نہایت عاقلہ، فاضلہ، صاحب الرائے اور
وذوات الرای منهن مع العبادة والنسک	عبادتگذار تھین،

آنحضرت صلعم اور حضرت ابو درداء رضی اپنے شوہر سے چند حدیثین روایت کی ہین، انکے شاگرد میمون بن مہران ہین جن کی سماعت پر جمہور کا اتفاق ہے، استیعاب مین بعض اور راویون کے بھی نام لکھے ہین جو صحیح نہین کیونکہ تحقیق یہ ہے کہ ان مین سے کسی نے ام درداء کا زمانہ نہین پایا،

وفات حضرت ابو درداء سے دو سال پہلے انتقال کیا، یہ زمانہ حضرت عثمان غنی رض کی خلافت کا تھا[3]

[1] و [2] و [3] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۹۱

ام خالد بنت خالد بن سعید

نام و نسب نام اَمَتہ، کنیت ام خالد، نسب نامہ یہ ہے: امتہ بنت خالد بن سعید بن عاص بن امیہ بن عبد شمس، قریش کے خاندان بنی امیہ سے تھین، والدہ ہمینہ بنت خلف بن اسعد بن عامر خزاعیہ تھین،

ولادت جب خالد بن سعید ہجرت کرکے معہ اپنی بیوی کے حبشہ چلے گئے تو یہین آمنہ پیدا ہوئین۔

نکاح حضرت زبیر بن عوام رض سے نکاح ہوا۔

عام حالات امتہ اپنے والدین کے ساتھ سن شعور تک حبشہ ہی مین رہین، جب اچھی طرح ہوش آگیا تو ان کے والدین کشتیون مین سوار ہوکر مدینہ روانہ ہوئے۔

نجاشی اس زمانہ مین حبشہ کا حکمران تھا، جب یہ لوگ آمادۂ سفر ہوئے تو نجاشی نے سب سے مخاطب ہوکر کہا

اقرؤا جمیعا رسول اللہ منی السلام، تم سب رسول اللہ صلعم کو میرا سلام کہہ دو،

امتہ کہتی ہین مین بھی انہین لوگون مین سے ہون جنہون نے رسول اللہ صلعم کو نجاشی کا سلام پہنچایا

فضل وکمال آنحضرت صلعم سے چند حدیثین بیان کی ہین[۲]۔ راویون کے نام حسب ذیل ہین،

موسیٰ بن عقبہ، ابراہیم بن عقبہ، کریب بن سلیمان کندی وغیرہ[۳]

اولاد آپ کے دو بیٹے ہوئے عمر بن زبیر رض اور خالد ابن زبیر رض[۴]

---

[۱] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۷، [۲] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۰۱، [۳] ایضاً،

معاذہ بنت عبداللہ

نام ونسب نام معاذہ. نسب یہ ہے، معاذہ بنت عبداللہ بن جریرالضریرابن امیہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج[1]۔ عبداللہ بن ابی بن سلول کی کنیز تھین مگر اسلام کی بدولت خدا نے آزادی عطا کی[2]

بیعت واسلام مسلمان ہونے کے بعد جو عورتین آنحضرت صلعم کی بیعت سے شرفیاب ہوئین انہین مین یہ بھی ہین[3]

نکاح سہل بن قرظہ سے نکاح ہوا، ان کے انتقال کرجانے یا چھوڑ دینے کے بعد حمیر بن عدی انقاری سے شادی ہوئی، حمیر نے طلاق دے دی تو عامر بن عدی کے نکاح مین آگئین،

اولاد سہل بن قرظہ سے ایک لڑکا عبداللہ بن سہل اور ایک لڑکی ام سعید بنت سہل پیدا ہوئی حمیر بن عدی سے حارث، عدی توام دو لڑکے اور ام سعد ایک لڑکی پیدا ہوئی، عامر سے صرف ایک لڑکی ام حبیب بنت عامر یادگار تھی[4]

اخلاق استیعاب مین ہے" کانت امرئۃ مسلمۃ فاضلۃ"[5]

عام حالات چونکہ یہ مسلمان ہوگئی تھین اسلیے جب تک آزاد نہوئین عبداللہ بن ابی کے قبضہ مین تھین وہ انپر ظلم کرتا تھا اور اس امید پر طرح طرح کی تکلیفین دیتا تھا کہ مسلمان چھڑانے آئینگے اور فدیہ مین کچھ رقم ملجائے گی، مگر انکے استقلال مین ذرا فرق نہ آتا تھا، اللہ تعالے نے آیۂ "ولا تکرھوا فتیٰتکم علی البغاء" (سورۂ نور) انہیکی نسبت نازل فرمائی اور کفار کے پنجۂ استبداد سے رہا کیا[6]

وفات وفات کی تاریخ اور اس سے زیادہ حالات معلوم نہین۔

---

[1] اسد ج ۲ صفحہ ۷۷ه، [2] ایضا، [3] ایضا، [4] ایضا، [5] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۷۴، [6]

حوّاء بنت یزید

نام ونسب نام حوّا، نسب یہ ہے، حوا بنت یزید بن سنان بن کرز بن زعورا ابن عبدالاشہل[1]

نکاح قیس بن حطیم کے نکاح مین تھین[2]

اسلام اپنے شوہر سے چھپ کر اسلام لائین، جب قیس مکہ آئے تو رسول اللہ صلعم نے ان کو اسلام کی دعوت دی، انھون نے مہلت چاہی کہ جب تک مدینہ آؤن اسوقت تک اور غور کر لون آنحضرت صلعم نے منظور فرمایا پھر ارشاد ہوا کہ اپنی بیوی حوا بنت یزید سے احتراز کرے اور اس سے حسن سلوک کی نصیحت فرمائی اور کہدیا کہ وہ مسلمان ہو گئی ہے، قیس نے رسول اللہ صلعم کے ارشاد کی پوری تعمیل کی آپ کو معلوم ہوا تو قیس کے اس طرز عمل پر اظہار مسرت فرمایا[3]

محمد بن سلام صاحب طبقات الشعرا نے لکھا ہے کہ حوا کو قیس اسلام سے روکتا تھا وہ سجدہ مین ہوتین اور یہ آکر گرا دیتا تھا اور بہت تکلیفین پہونچاتا تھا، یہ زمانہ ہجرت سے پہلے کا ہے اسوقت آنحضرت صلعم مکہ مین تشریف رکھتے تھے آپ کو انصار کے حالات معلوم ہوتے رہتے تھے اسی سلسلہ مین حوا کے مسلمان ہونے اور شوہر کے ظلم کرنے کی اطلاع ملی۔ جب قیس مکہ آئے تو آپ نے فرمایا کہ تمھاری بیوی تو مسلمان ہو گئی ہے اور تم اسپر ظلم کرتے ہو، مین چاہتا ہون اب اس سے کوئی تعرض نہ کرو[4]

حضرت حوا بیعہ اولی اور بیعہ ثانیہ کے درمیانی زمانہ مین مشرف بہ اسلام ہوئین، سابقین اولین مین سے ہین، انکے اسلام کی نسبت مورخین کی رائے ہے کہ اسلمت حوا فحسن اسلامھا[5]

[1-5] ... اصابہ ج ۲ صفحہ ۵۲۷-۵۲۹

ام الخیر بنت صخر

نام و نسب نام معلوم نہین، کنیت ام الخیر، نسب یہ ہے۔ ام الخیر بنت صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ، قریش کے خاندان تیم سے ہین، آپ حضرت ابوبکر صدیق رضہ کی والدہ ہین،

نکاح ابو قحافہ سے شادی ہوئی تھی،

اسلام جب حضرت ابوبکر صدیق اسلام لائے تو سب سے پہلا کام انکا یہ تھا کہ انھون نے کفار کو بالاعلان اسلام کی طرف بلایا، یہ بات مشرکین کو جذبۂ انتقام سے مشتعل کر دینے کے لیے کم نہ تھی سب نے چارون طرف سے نرغہ کیا اور حضرت ابوبکر کو گھیر کر سخت آزار پہونچایا، جب آپ بالکل بیدم ہوگئے تو بنی تیم ایک کپڑے مین لپیٹ کر ان کے گھر لے گئے، ذرا ہوش آیا تو پوچھا "رسول اللہ صلعم کا کیا حال ہے ؟" انکے والد اور تمام اہل خاندان ملامت کرنے لگے مگر انکا استفسار برابر جاری تھا یہان تک کہ رسول اللہ صلعم خود تشریف لائے، انکی پیشانی کو بوسہ دیا، اور اس حال مین دیکھکر آبدیدہ ہوگئے حضرت ابوبکر رضہ نے (اپنی والدہ کی طرف اشارہ کرکے) کہا "یا رسول اللہ یہ میری والدہ ہین اور خدا نے آپکو برکت عطا کی ہے انکے لیے دعا فرمائیے اور انکو اسلام کی دعوت دیجئے شاید اللہ آپ کی برکت سے ان کو عذاب دوزخ سے محفوظ رکھے" آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی اور ام الخیر کو قبول اسلام پر آمادہ کیا، اللہ کی قدرت! کہ ان کا دل فوراً زنگ کفر سے صاف ہوگیا اور حق و صداقت کی واقعیت آنکھون مین آئینہ ہوگئی، مسلمان ہوئین انکے اسلام کی نسبت ارباب تحقیق کی رائے ہے انہا اسلمت قدیماً [1]

وفات حضرت ابو قحافہ کی وفات سے پہلے ان کا انتقال ہوا۔ [2]

[1] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۵۸۰، [2] ایضاً

لیلیٰ بنت ابی حثمہ

نام ونسب نام لیلیٰ کنیت ام عبد اللہ، قریش کے خاندان عدی سے ہین، سلسلۂ نسب یہ ہے:
لیلیٰ بنت ابی حثمہ بن حذیفہ بن غانم بن عامر بن عبد اللہ بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب بن لوی[1]

نکاح عامر بن ربیعہ عنبری کے نکاح مین تھین[2]

اسلام وہجرت شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئین اور پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر مدینہ گئین آپ مہاجرات اولی مین سے ہین ان کے لیے ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ انھون نے قبلتین کی طرف نماز پڑھی، یعنی مسلمانونکا پہلا قبلہ بیت المقدس تھا اسکے بعد کعبہ ہوا تو چونکہ قدیم مسلمانون مین سے ہین اسلیے بیت المقدس کی طرف منھ کرکے نماز پڑھنا بھی انکے سوانح مفاخرت کا جزو ہے[3]

عام حالات ہجرت حبشہ کا حال خود انکی زبان سے منقول ہے بیان کرتی ہین، حضرت عمر اسوقت تک اسلام نہ لائے تھے اسلیے ہملوگون پر بہت زیادہ تشدد کرتے تھے، مجبوراً ہمنے سفر حبشہ کی تیاری کی، قافلہ روانہ ہونیکو تھا اور مین اپنے اونٹ پر سوار تھی کہ عمر آئے اور پوچھنے لگے ام عبد اللہ کہان کا ارادہ ہے؟ مین نے کہا "تم نے ہمکو دین کے لیے بہت تکلیف دی خدا کا ملک تنگ نہین ہے، جہان جگہ ملے گی چلے جائینگے، بولے خدا تمھارا ساتھی ہو اور چلے گئے، عامر بن ربیعہ آئے تو مین نے ان سے سب قصہ بیان کیا اور اسوقت جو حضرت عمر پر ایک قسم کی رقت سی طاری ہوگئی تھی، اسکا ذکر کیا، عامر نے کہا تم یہ چاہتی ہو کہ عمر اسلام لے آئین، مین نے کہا ہان، آخر کار خدا نے ایسا ہی کیا کہ میری امید پوری ہوئی[4]

ایکبار آنحضرت صلعم کے سامنے انھون نے اپنے بیٹے سے کہا تعال اعطک یہان آؤ مین تمکو کچھ دونگی آنحضرت صلعم نے فرمایا تم کیا دینا چاہتی تھین، بولین "کھجور" فرمایا اگر تم کچھ نہ دیتین تو مین تمکو جھوٹا سمجھتا[5]

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۵۴۱، [2] اصابہ ج ۲ صفحہ ۷۷، [3] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۵۴۱، [4] ایضاً،

خلیدہ بنت قیس رضہ

نام ونسب خلیدہ نام ہے، نسب یہ ہے، خلیدہ بنت قیس بن ثابت بن خالد بن اشجع، قبیلہ دہمان سے ہین،

نکاح بنی سلمہ کے ایک شخص تھے برا بن معرور، انہین سے عقد ہوا،

اسلام مسلمان ہوئین اور بیعت مین شرکت کی،

عام حالات جب آنحضرت صلعم کو بکری کے گوشت مین زہر دیا گیا تو آپکے ساتھ کھانے والوں مین انکا بیٹا بھی تھا، اس واقعہ کی تائید ذیل کی روایت سے ہوتی ہے،

جس مرض مین آنحضرت صلعم نے انتقال فرمایا اسی مرض کی حالت مین خلیدہ عیادت کے لیے آئین اور تن مبارک پہ ہاتھ رکھ کر عرض کیا، یا رسول اللہ مین نے جسقدر سخت بخار آپکا دیکھا کسیکا نہین دیکھا فرمایا جسطرح ہمکو اجر المضاعف دیا جاتا ہے اسی طرح بلاؤن کا تشدد بھی ہمارے لیے دوگنا ہے پھر ارشاد ہوا لوگ میری علالت کے متعلق کیا خیال کرتے ہین، خلیدہ بولین، ان کا گمان ہو کہ رسول اللہ صلعم کو "ذات الجنب" فرمایا اللہ اس بلا کو مجھپر مسلط نہ کرتا یہ وسوسہ شیطانی ہے یہ تو اس زہر کا اثر ہے جو مینے اور تیرے بیٹے نے جنگ خیبر مین کھایا تھا، اندر ہی اندر اپنا کام کرتا رہا اب یہان تک نوبت پہونچی،

فضل وکمال آپ نے چند حدیثون کی روایت کی ہے، ایک روایت بہت مشہور ہے جو یہان درج کیجاتی ہی ایکمرتبہ انہون نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا، یا حضرت کیا مردے بھی پہچانے جاتے ہین فرمایا

یدا ک النفس الطیبۃ طیر خضر فی الجنۃ فان کان الطیر تمھارا ہاتھ غبار آلود ہون پاکیزہ روح تو جنت مین ایک سبز پرندہ کیطرح

یتعارفون فی رؤوس الشجر فانھم یتعارفون ہے اگر پرندے درخت کے پتون مین پہچانے جاتے ہین تو وہ بھی پہچانے جاسکتی ہے

وفات وفات اور اس سے زیادہ واقعات معلوم نہ ہوئے،

سلہ یہ سارا بیان طبقات ج ۸ صفحہ ۲۲۹ و ۲۳۰ سے ماخوذ ہے،

خولہ بنت ثعلبہ

نام ونسب نام خولہ، ثعلبہ بن اصرم بن فہر بن ثعلبہ بن غنم بن عوف کی بیٹی ہین۔ قبیلہ بنی عوف بن خزرج سے ہین،

نکاح اوس بن صامت حضرت عبادہ بن صامت کے بھائی کے ساتھ نکاح ہوا تھا،

اسلام مسلمان ہوئین اور آنحضرت صلعم سے بیعت کی،

عام حالات مسئلہ ظہار کا فیصلہ انہین سے وابستہ ہے، جاہلیت مین رسم تھی کہ جو شخص ایک مرتبہ اپنی بیوی سے مظاہرہ کرتا تھا، یعنی اسکو اپنی مان کی طرح حرام کرلیتا تھا، ہمیشہ کے لیے اسکے تعلقات زوجیت منقطع ہوجاتے تھے، اوس بن صامت انکے شوہر نہایت معمر اور شیخ فانی تھے سخت کلامی اور تند مزاجی اس عمر کا خاصہ ہے، ذرا سی بات مین بھڑک اُٹھتے تھے، غرض مزاج مین چڑچڑاپن بہت تھا ایک دفعہ بیوی سے کسی بات پر بہت ناراض ہوے اور غصہ مین کہدیا "انت علی کظھر امی" تم مجھپر میری مان کی طرح حرام ہو، بڑھاپے کا غصہ تھا تھوڑی دیر مین اتر گیا، غور کیا تو آنکھین کھلین سخت نادم ہوے خولہ کے پاس آنا چاہا تو انھون نے کہا گو تم نے طلاق نہین دی ہے تاہم جبتک خدا اور اسکا رسول حکم نہ دین ہمارے تمھارے باہمی تعلقات حرام ہین، اب تم رسول اللہ صلعم کے پاس جاؤ اور جو کچھ کہ سکے ہو اسکا فیصلہ کراؤ، اوس نے کہا مجھے اس بارہ مین آنحضرت صلعم سے عرض کرتے شرم آتی ہے، تمھین جاؤ شاید اللہ ہمارے اوپر رحم فرمائے اور اپنے رسول کے وسیلہ سے بہبودی کے اسباب مہیا کرے، خولہ یہ سنکر کپڑے پہنکر تیار ہوئین اور حضرت عائشہ رض کے گھر مین آنحضرت صلعم کے پاس پہونچین، آنحضرت صلعم نے استفسار حال فرمایا تو بولین یا حضرت! اوس جسکو آپ جانتے ہین میرا ابن عم اور مجھکو سب سے زیادہ محبوب ہے، اسکی تند کلامی، سخت مزاجی اور ضعف قوت کا حال بھی حضور پر روشن ہے، اسنے غصہ مین ایسی بات کہدی ہے جو مین قسم کھا کے کہتی ہون کہ طلاق نہین ہے اسنے کہا انت علی کظھر امی رسول اللہ صلعم نے فرمایا

میرے خیال مین تو تم اسپر حرام ہوگئی ہو، خولہ کو یہ سنکر بہت صدمہ ہوا اور بڑی لجاجت سے آنحضرت
صلعم سے جھگڑتی رہین، پھر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی کہ اے اللہ مین تجھ سے اپنی سخت ترین تکلیف اور
اسکی جدائی کے رنج کی شکایت کرتی ہون، اے اللہ! جو بات ہمارے لیے باعث رحمت ہو اپنے
نبی کی زبان سے ظاہر فرمادے، حضرت عائشہ رض کا بیان ہے کہ یہ منظر ایسا دردناک تھا کہ مین
اور گھر کے سارے لوگ خولہ کی ہمدردی مین رونے لگے،

اس حالت مین زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ آنحضرت صلعم پر نزول وحی کے آثار ظاہر ہوے
حضرت عائشہ رض نے خوش ہوکر خولہ سے فرمایا خولہ! عنقریب خدا کی طرف سے تمھارا تصفیہ ہوجاتا ہے
یہ وقت اور بھی نازک تھا امید و بیم کی کشمکش خولہ کو بیتاب کیے دیتی تھی اندیشہ تھا کہ فرقت
وجدائی کا حکم نہ ہوا اور اس صدمہ مین جان نکلجاے، مگر آنحضرت صلعم کی طرف نگاہ کی تو آپ کو
تبسم فرماتے ہوئے پایا، امید بندھی اور مارے خوشی کے کھڑی ہوگئین آنحضرت صلعم نے فرمایا خولہ
اللہ تعالی نے تمھارا فیصلہ کردیا، پھر آیۃ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا سورۂ مجادلہ آخر قصہ تک تلاوت فرمائی
اور حکم دیا کہ اپنے شوہر سے کہدو کہ ایک لونڈی یا غلام آزاد کرین، خولہ بولین یا نبی اللہ اسکو آزاد کرین
بخدا اسکے پاس نہ کوئی لونڈی غلام ہے نہ سوا میرے کوئی خادم، ارشاد ہوا اچھا تو پے درپے ساٹھ روزے رکھین
کہا واللہ وہ اسپر بھی قادر نہین وہ تو دن مین کئی بار کھاتے ہین ضعف بدن کیسا انکی آنکھین بھی جاتی رہی ہین
آپ نے فرمایا تو کہدو کہ ساٹھ مسکینون کو کھانا کھلائین، جواب دیا، یا حضرت اتنا بھی انسے ناممکن ہے آنحضرت صلعم نے
فرمایا ام المنذر بنت قیس کو بلا لائین انسے بار شتر کھجورین لیکر ساٹھ مسکینون پر صدقہ کردین، خولہ سلام کرکے رخصت
ہوئین گھر پہنچین تو شوہر کو دروازہ پر منتظر پایا، انکو دیکھتے ہی بیتابی سے پوچھا کیون خولہ کیا ہوا بولین خیر ہے
اور تم خوش قسمت معلوم ہوتے ہو آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ تم ام المنذر بنت قیس کو ساتھ لیتے آؤ اور ان سے
چند بار شتر کھجورین لیکر ساٹھ مسکینون پر صدقہ کردو، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت اوس نے بہت خوشی سے اپنی قسم کا کفارا ادا کیا[1]

حضرت عمر رض انکا بہت احترام کرتے تھے، ایکمرتبہ آپ کہین جارہے تھے، بہت سے آدمی ساتھ تھے اتنے
مین خولہ سے ملاقات ہوئی تو انکی طرف متوجہ ہوگئے دونون مین باتین ہونے لگین، ایک شخص نے کہا یا امیر المومنین
اس بڑھیا سے تو سب لوگ تنگ آگئے، حضرت عمر نے فرمایا اے کمبخت تجھے معلوم ہے یہ بڑھیا کون ہے یہی وہ
عورت ہے جسکی صداے درد اللہ نے عرش سے سُنی، یہ خولہ بنت ثعلبہ ہے جسکے بارہ مین آیہ قد سمع اللہ
نازل ہوئی اگر یہ رات تک ٹھہرتی تو بھی مین سواے نماز کے کوئی کام نہ کرتا اور اسی سے باتین کیا کرتا[2]

[1] یہان تک سارا بیان طبقات ج ۸ صفحہ ۲۷۵ تا ۲۷۷ سے ماخوذ ہے [2] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۴۲،

رُبیّع بنت نضر

نام ونسب۔ نام ربیع ہے، انصار کے خاندان عدی بن نجار سے ہین، حضرت انس بن نضر ان کے بھائی تھے[1] حضرت انس بن مالک خادم رسول صلعم کی پھوپھی ہین، سلسلہ نسب یہ ہے، ربیع بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام[2]،

عام حالات۔ حارثہ بن سراقہ انکے بیٹے تھے جو جنگ بدر مین شہید ہوئے، ایک بار رسالت مآب صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئین اور کہنے لگین یا رسول اللہ مین حارثہ کی حالت معلوم کرنا چاہتی ہون اگر جنت مین ہو تو صبر کرون اور اسکے آرام کے خیال سے خوش ہون، ورنہ آہ و بکا مین تو زندگی گذر رہی ہے فرمایا انہ اصاب الفردوس الاعلی، اطمینان رکھو اللہ نے اسکو فردوس اعلی مین جگہ دی ہے[3]

انھون نے ایک عورت کا دانت توڑ ڈالا تھا، اسکے متعلقین نے انتقام چاہا اور آنحضرت صلعم سے صورت واقعہ بیان کی آپ نے قصاص کا حکم دیا، تو انس بن نضر کھڑے ہوے اور ربانداز لجاجت التماس کیا کہ ربیع کے دانت نہ توڑے جائین لوگ انکے عاجزانہ لہجہ سے متاثر ہوئے اور معاف کر دیا[4]

[1] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۵۲، [2] اصابہ ج ۲ صفحہ ۶، [3] اسد الغابہ صفحہ مذکور، [4] ایضاً،

درہ رضی اللہ عنہا بنت ابی لہب

نام ونسب درّہ نام ہے، ابولہب بن عبدالمطلب کی بیٹی ہین، اس بنا پر آنحضرت صلعم کی چچیری بہن ہوئین، نسب کے لیے اس سے زیادہ وضاحت غیر ضروری ہے،

نکاح حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب سے نکاح ہوا تھا،

اسلام وہجرت مسلمان ہوئین اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی،

عام حالات جب مدینہ پہونچین تو رافع بن معلی زرقی کے گھر اترین، وہان خاندان زریق کی عورتین ان سے ملنے آئین اور کہا تم اسی ابولہب کی بیٹی ہو جسکی نسبت سورہ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی تھی، ایسی صورت مین تمکو ہجرت کا کیا ثواب ملیگا، ان کو بہت صدمہ ہوا اور اسی تشویش کے عالم مین بارگاہ نبوت مین حاضر ہوئین، جو کچھ ان عورتون نے کہا تھا بیان کیا آپنے تسکین دی اور بیٹھنے کا حکم دیا پھر لوگون کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھ کر تھوڑی دیر منبر پر قیام فرمایا اور کہا ایھا الناس! لوگ مجکو میرے خاندان کے بارہ مین تکلیف دیتے ہین، حالانکہ قسم ہے خدا کی میرے اقربا کو میری شفاعت ضرور پہونچے گی، یہان تک کہ صدا، حکم اور سلہب بھی اس سے مستفید ہون گے[۲]

فضل وکمال کئی حدیثین ان سے مروی ہین، راویون مین عبداللہ بن عمیرہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ وغیرہ ہین[۱]

اولاد تین بیٹے ہوے، عتبہ، ولید، ابومسلم[۱]

وفات کا حال معلوم نہین۔

---

[۱] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۵۰ و ۴۵۱ استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۴۷،

[۲] صدا، حکم، سلہب یہ تینون قبائل کے نام ہین جن سے آنحضرت صلعم کی دور کی قرابت تھی،

Hind Bint

ہند بنت عتبہ

نام ونسب ہند نام ہے، آپ عتبہ بن ربیعہ ابن عبد شمس بن عبد مناف کی بیٹی ہین جو قریش کا عزیز ترین رئیس تھا، ان کی ماں صفیہ بنت امیہ بن حارثہ بن اوقص بن مرّہ بن ہلال سلمیہ تھین[1]

نکاح پہلے فاکہہ بن مغیرہ مخزومی سے شادی ہوئی، ان کے بعد ابوسفیان بن حرب کے نکاح مین آئین، ابوسفیان سے امیر معاویہ پیدا ہوے[2]

عام حالات ہند انکا باپ اور شوہر ابوسفیان بن حرب اسلام کے جیسے سخت دشمن تھے ظاہر ہے، ابوجہل کی سیادت اور ان نام اور مشرکون کی کوشش سے جو صدمے اسلام کو پہونچے تھے پہونچے لیکن جب مسلمانون کے سخت ترین مصائب مین جنگ بدر کے خاتمے اور ابوجہل جیسے زبردست مشرکون کے قتل کے ساتھ بڑی حد تک کمی آگئی تو ابوسفیان نے ان سب کی جانشینی پر کمر باندھی اور بڑی شد ومد سے ابوجہل کی قائم مقامی کا اقرار کرایا، جنگ بدر کے بعد کے تمام معرکے ابوسفیان کی فتنہ پردازی کا نتیجہ تھے، غزوہ احد بھی اسی کے جذبۂ انتقام کی ایک صورت تھی جب یہ معرکہ پیش آیا تو ابوسفیان کی بیوی ہند بھی ساتھ تھی، ہند نے مشرکون کی حمایت مین جو کام کیے اور اپنے باپ اور اعزہ کے انتقام مین جس سنگدلی سے مسلمانون کے ساتھ سلوک کیا، اسکے تصور سے دل لرزنے لگتا ہے، وہ میدان مین برابر اپنا کام کر رہی تھی اور کفار کو جوش دلا کر لڑنے کے لیے تیار کر رہی تھی، رجزیہ اشعار جو اسنے اس موقع پر پڑھے تھے ابن اثیر اور دیگر مورخین نے لکھے ہین ہم بھی یہان نقل کرتے ہین[3]

نحن بنات طارق نمشی علے النمارق مشی القطی البارق
والمسک فی المفارق والدر فی المخانق ان تقبلوا نعانق
ونفرش النمارق اؤتدبروا نفارق فراق غیر وامق

[1] طبقات ج۸ صفحہ ۱۷۰ وغیرہ، [2] اسد الغابہ ج۵ صفحہ ۵۶۳ و در منثور وغیرہ، [3] ایضاً اسد الغابہ،

چونکہ بدر مین حضرت امیر حمزہؓ کے ہاتھ سے ہند کا باپ عتبہ بھی مارا گیا تھا اسلیے وہ خصوصیت سے انکی دشمن تھی اور موقع کی منتظر رہتی تھی، اسنے پہلے ہی سے وحشی کو جو جبیر بن مطعم کا غلام تھا اور حربہ اندازی کے فن مین کافی مہارت رکھتا تھا، انتقام کے لیے آمادہ کر رکھا تھا اور اس سے وعدہ کر لیا تھا کہ اگر وہ کامیاب ہوا تو اسکے صلہ مین آزاد کر دیا جائیگا، یہ موقع تھا کہ اسکی تدبیر پوری ہوتی، چنانچہ جب حضرت حمزہ اسکے پاس آئے تو وحشی نے حربہ پھینک مارا جو ناف مین لگتے ہی پار ہو گیا، حضرت حمزہ نے چاہا کہ اسکے جواب مین حملہ کرین لیکن چلنے نہ پائے اور زمین پر گرنے کے ساتھ ہی روح بدن سے جدا ہو گئی۔

قریش کی عورتین جذبہ انتقام سے ایسی مشتعل تھین کہ مسلمانون کی لاشون سے بھی بدلہ لینے مین دریغ نہ کرتی تھین، اور انکے ناک، کان کاٹ کر اپنی وحشیانہ عصبیت کا منظر پیش کرتی تھین، ہند نے جو حضرت حمزہ کو بیجان ہو کر گرتے دیکھا بھڑک اٹھی فوراً لاش پر آئی، پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکالا اور چبا گئی، یہ واقعہ جتنا دلخراش تھا خاصکر آنحضرت صلعم کے لیے کہ آپ نے اپنی آنکھوں سے چچا جیسے عزیز بزرگ کو اس عالم مین دیکھا، اسکا ذکر بیکار ہے باوجود اسکے ہند کے اسلام پر آنحضرت صلعم کا ایثار نفس یقیناً دنیا کے لیے ایک بے نظیر مثال ہے،

اسلام جب مکہ پر فتح حاصل ہوئی اور سرزمین عرب کا اکثر حصہ اسلام سے معمور ہو گیا تو آنحضرت صلعم نے لوگون سے بیعت لینے کا اہتمام فرمایا، عورتون کے گروہ مین نقاب پہنے ہوئے ہند بھی شامل تھی جسکا مقصد یہ بھی تھا کہ آسانی سے پہچانی نہ جاسکے، اس موقع پر آنحضرت صلعم سے باتین کرنے مین اسنے جیسی گستاخانہ جسارت سے کام لیا ہے اس کا اندازہ ذیل کے مکالمے سے ہو گا۔

ہند۔ یارسول اللہ آپ ہم سے کن باتون پر بیعت لیتے ہین۔

آنحضرت صلعم۔ خدا کے ساتھ کسیکو شریک نہ کرو،

ہند۔ یہ شرط آپ نے مردون سے نہین کی، تاہم ہمکو منظور ہے۔

آنحضرت صلعم۔ چوری نہ کرو۔

ہند۔ مین اپنے شوہر کے مال سے کبھی کچھ خرچ کر ڈالتی ہون، نہ معلوم یہ بھی جائز ہے یا نہین ؟

آنحضرت صلعم۔ اولاد کو قتل نہ کرو۔

ہند۔ ہم نے تو انکو بچپن سے پالا تھا، جب بڑے ہوئے آپ نے قتل کر ڈالا،

باینہمہ ہند نے آپ کا دامن رحمت کشادہ پایا تو سچے دل سے آپ کی صداقت و اسلام کی

حقانیت کا اعتراف کیا اور کہا یا رسول اللہ پہلے آپ سے زیادہ میرے نزدیک کوئی دشمن نہ تھا اب آپ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں [1]

اپنے گھر پہونچی تو اب ہند وہ ہند نہ تھی، اسنے بت پرستی پر لعنت بھیجی اور اپنے ہاتھ سے بت توڑا اور کہا تیری ہی بدولت ہم ابتک گمراہی مین پڑے رہے [2]

جاہلیت مین تو ہند کا غزوات مین شریک ہونا معلوم ہوچکا اسلام مین بھی اسکے لئے نمائش جرات کا دروازہ مسدود نہ تھا، جب حضرت عمر رضہ کے زمانہ مین شام کی یادگار لڑائی یرموک چھڑی تو یہ اپنے شوہر ابوسفیان کے ساتھ شریک ہوئی اور مسلمانوں کو رومیون سے مقابلہ کرنے کا جوش دلایا [3]

اخلاق اسد الغابہ مین ہے،

کانت امرأۃ لها نفس وانفة ورأی وعقل وہ ایک خوددار، غیرتمند، صائب الرائے اور ذی عقل خاتون تھین [4]

طبیعت کی سخی تھین مگر حوصلہ کے مطابق خرچ نہ کرنے پاتی تھین کیونکہ ابوسفیان بخیل تھے اور انکو ضروریات کے اعتبار سے کم دیتے تھے جس وقت مسلمان ہوئین اور آنحضرت صلعم نے ان سے چوری نہ کرنے کا اقرار لیا تو بولین یا رسول اللہ ابوسفیان مجھے پورا خرچ نہیں دیتے اگر انسے چھپا کر لے لون تو جائز ہے آپ نے فرمایا ہان بقدر ضرورت مضائقہ نہیں [5]

انکے باپ عتبہ بن ربیعہ بھی اپنی بیٹی کی ذہانت، ادراک اور تمیز کے قائل تھے چنانچہ جب ہند کا نکاح کرنے لگے تو دو شخص اپنی رائے مین انتخاب کیے اور ان دونوں مین پسندیدگی کا اختیار ہند کو دیا، ان مین سے ایک ابوسفیان بھی تھے جو ہند کے معیار انتخاب پر پورے اترے [6]،

وفات حضرت عمر رضہ کے زمانۂ خلافت مین انتقال ہوا، ان کی اور حضرت ابوقحافہ رضہ کی وفات ایک ہی دن ہوئی، لیکن ابن سعد کی روایت ہے کہ ہند کا انتقال حضرت عثمان رضہ کے زمانہ مین ہوا، کتاب الامثال سے بھی اسی روایت کا صحیح ہونا معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اس مین لکھا ہے کہ جب ابوسفیان نے (حضرت عثمان کے زمانہ مین) وفات پائی تو کسی نے امیر معاویہ سے ہند کا نکاح کرنے کی درخواست کی، انھون نے نہایت متانت سے جواب دیا کہ (وہ بانجھ ہوچکی ہین اور) اب انہین نکاح کی حاجت نہین رہی ہے [7]

---

[1] صحیح بخاری، [2] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۸۲، [3] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۵۶۲، [4] ایضاً صفحہ ۵۶۲، [5] صحیح بخاری
[6] طبقات ج ۸ صفحہ ۱۸۱، [7] اصابہ ج ۸ صفحہ ۲۰۶